وہ چاند چہرہ
تحریر : مہوش غفار

ہاں جی تو میں ہوں عارفین جیلانی اپنی بات اور اصولوں کا پکا جو ایک بار کہہ دیا سو کہہ دیا پھر اس کے بعد تو میں اپنے باپ کے باپ کی بھی نہیں سنتا۔ آنکھوں پر بلیک گلاسز لگاتا ہوا وہ ڈھیلی سی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس خود پر سہراتی نگاہ ڈالتا مسکرایا۔

جیلانی ہاؤس کا میں سب سے چھوٹا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ چہیتا ہونے کا اعزاز بھی مجھے ہی حاصل ہے۔

جبکہ مجھ سے بڑے میرے بھائی جہانگیر جیلانی جو پیشہ ورانہ طور پر ایک قابل اور ہونہار وکیل ہیں وہیں مجھ سے دو سال بڑی میری بہن انوشے جو تین سال پہلے ہی اپنے پیا گھر سدھار گئیں۔

اب بچا میں زید جیلانی کا چھوٹا بیٹا جس کے سہرے کے پھول کھلانے کے خواب زید جیلانی میرے بابا اور ان کی زوجہ محترمہ یعنی میری ماں ہر روز ہی ساتھ بیٹھ کر بنتے ہیں جنہیں ہر بار میرا انکار بری طرح سے چکنا چور کر جاتا ہے وہ بھی صرف مہینے دو مہینے تک، اس کے بعد ان کی ناچار کوششیں پھر جاری ہو جاتی ہیں۔

مگر گزرتے دن اور میری بڑھتی عمر کے ساتھ ان کی خواہش میں مزید اِضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ویسے میری زندگی میں اب تک ایسا کچھ نہیں جو میری مرضی کے مطابق نا ہوا ہو ہوتا بھی کیوں نا میں ہوں ہی ایسا جس کے سامنے کسی کی ایک نہیں چل سکتی۔
تبھی تو تیس سال کی عمر بھی اچھی خاصی خوشگوار زندگی گزار رہا ہوں بنا شادی کی جھنجھٹ پالے اب میرے ہائی کورٹ کے جج باپ اور میری ہاؤس وومن ماں کو کوئی کیسے سمجھائے بندہ شادی کے بغیر بھی ایک خوبصورت زندگی گزار سکتا ہے۔ خود کے سراپے پر بھرپور نظر ڈالتا وہ شانے اچکاتا مسکرایا۔

یہ ہو گئی بات میرے گھر والوں کی ٹینشن کی جس کی مجھے کوئی ٹینشن نہیں ہے۔ ٹینشن ہے تو صرف اس کی کہ آج ایز آ ایس پی میرا پولیس حیدر آباد اسٹیشن میں پہلا دن ہے اور میری یونیفارم پریس کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

گوندل (سرکاری ملازم) جلدی سے ناشتہ تیار کرو میرا۔ بلند آواز لگاتا ہوا وہ اپنی یونیفارم کو دیکھتا ہوا آئرن اسٹینڈ کی جانب بڑھ گیا۔

OOOOOOOOOO

جون جولائی کی تپتی دوپہری میں پسینے سے شرابور وجود لیے وہ اپنی ڈیوٹی پر جانے کے بجائے حیدر آباد کی ٹریفک جام دیکھ اپنی سیلوز کھونیوں تک فولڈ کرتا وہ ٹریفک کھلوانے کے لیے اپنی گاڑی سے اترا تھا۔

سندھ پولیس یونیفارم اس کے کسرتی جسم پر خوب جچتی تھی دھوپ کی تپش سے اس کی سفید رنگت سرخ ہوئی تھی جبکہ پیشانی پر پھوٹتی پسینے کی ننھی بوندوں کو یکسر اگنور کیے وہ ہاتھ کے اشارے دیتا ہوا آگے بڑھا تھا۔

وہیں اسے دیکھ گاڑیوں میں چھائی حبس و گھٹن محسوس کرتے لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑی تھی۔

سر جی یہ آپ کی ڈیوٹی تھوڑی نا ہے آپ چلیں گاڑی میں بیٹھیں میں نے رؤف کو بلایا ہے وہ آتا ہی ہوگا۔ اسے ٹریفک کھلواتے دیکھ حوالدار فکر سے گویا ہوا۔

میری ڈیوٹی لوگوں کی مدد کرنا ہے نا کہ گاڑی میں سکون سے بیٹھنا۔ چبا کر کہتے ایس ایس پی عارفین جیلانی نے اپنے ساتھی حوالدار کو ٹھہر کر دیکھا۔

اور پھر کب تک آئے گا تمہارا ٹریفک پولیس اہلکار رؤف۔ گاڑی کو آگے آنے کا اشارہ کرتا ہوا وہ اسے بنا دیکھے بولا۔

آدھا گھنٹہ لگ جائے گا سر جی آپ چلیں گاڑی میں ویسے بھی ان لوگوں کو عادت ہے ٹریفک میں پھنسنے کی اپنی مدد آپ کے تحت یہ خود بھی جا سکتے ہیں۔ حوالدار کے کہنے پر عارفین نے ٹھنڈی سانس بھری۔

کیا یہ ٹریفک جام رہنا ہر روز کا معمول ہے۔ اس نے خاصی سنجیدگی سے پوچھا۔

جی سر یہ تو ہر روز کا ہی معمول ہے تبھی تو آپ کو کہہ رہا ہوں آپ چلیں یہاں سے میں آپ کو دوسرے راستے سے پولیس اسٹیشن لے جاؤں گا۔

ڈیوٹی کے پہلے ہی دن اس پر ٹریفک پولیس کی لاپرواہی کھلی تھی جس پر وہ
لب دبائے ٹریفک کھلوانے میں مشغول ہوا تھا۔

مجھے روکنے کے بجائے ٹریفک کھلوانے میں میری مدد کرو۔ روبدار لہجے میں
کہتا وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

کچھ ہی وقت میں ٹریفک کھلوا کر فٹ پاتھ پر دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے
گاڑیوں کو باآسانی نکلتے دیکھ مسکرایا تھا۔

اللہ تمہیں خوش رکھے بیٹا۔ گاڑی میں موجود آدھی عمر کے آدمی کے دعا
دینے پر وہ ہلکا سا سر خم کرتا مسکرایا تھا۔

اللہ تمہیں چاند سے دلہن عطا کرے ہمیشہ شاد و آباد رہو۔ ان کے برابر میں بیٹھی بوڑھی اماں کی دعا سن اس کا مسکراتا چہرہ یک دم سنجیدہ ہوا جبکہ حلق تک دلہن کے نام پر کڑوا ہوا تھا۔

مجھے شادی کی دعا نہ دیں اماں۔ خود پر کڑا ضبط کیے وہ جبرا مسکرایا اور ساتھ ہی حوالدار کو گاڑی لانے کا اشارہ کیا۔

ارے کیوں نہیں دیکھنا اللہ تمہیں چاند سی دلہن دے گا میری دعائیں جلدی پوری ہوتی ہیں۔ وہ بھی کوئی ضدی خاتون تھیں جو زبردستی اسے چاند سی دلہن کی دعائیں دیتی وہاں سے جاتی بنیں۔

نہیں چاہیے مجھے کوئی چاند سی دلہن صحیح کہتے آج کا زمانہ ہی نہیں ہے کسی کی مدد کرنے کا۔ چہرے کے زاویے بگاڑے وہ ان کی گاڑی کو جاتے دیکھ غصے سے بڑبڑایا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

○○○○○○○○○○○○

کیا لگتا ہے اس بار عارفین شادی کے لیے مان جائے گا۔ ہر بار کی طرح زید جیلانی اور ردا بیگم کے درمیان بات چیت کا موزوں عارفین کی شادی ٹھہرا تھا۔

ایک بات بتاؤ بیگم تمہارے عارفین نے آج تک اپنی کہی کونسی بات پوری کی ہے جو آپ خود کو اس کی شادی نا کرنے والی بات پر ہلکان کیے رکھتی ہے

۔ہاتھ میں پکڑی کتاب اور آنکھوں پر لگے نگاہ کے چشمے کو اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے زید صاحب مکمل طور پر ردا بیگم کی سمت متوجہ ہوئے ۔

خیر سے ہمارا عافی تیس سال کا ہو گیا اور پورے چھ سال ہو گئے ہیں اس کی شادی نا کرنے کی قسم کو اور آپ کہہ رہے ہیں میں خوامخواہ پریشان ہوتی ہوں۔ نم آنکھوں سے زید صاحب کو دیکھتی ہوئیں وہ شکوہ کن لہجے میں بولیں۔

تیس سال کا ہوا ہے پچاس سال کا تھوڑی نا ہوا ہے جو اس کی عمر نکلی جانے کا ہم دکھ منائیں۔ ناک پر سے مکھی اڑانے کے انداز میں کہتے انہیں حیران کر گئے۔

وہ اپنی بات پر پورا اترے گا زید صاحب وہ شادی نہیں کرے گا۔ وہ کہتی ہوئیں آبدیدہ ہوئیں۔

چلو خیر سے اپنی کہی کوئی ایک بات تو وہ پوری کرے گا ورنہ بچپن سے لے کر اب تک وہ تھالی کے بینگن کی طرح گھومتا ہی آیا ہے اور ساتھ ہمیں بھی گھماتا آیا ہے۔ ماضی کے اوراق جیسے ان کی آنکھوں کے سامنے بکھرے تھے۔

جب آٹھ سالہ عارفین جہانگیر اور انوشے کے کھلونے گلی کے بچوں میں تقسیم کر کے خوشی خوشی گھر واپس آیا تھا وہیں انوشے اور جہانگیر دونوں ہی روتے ہوئے زید صاحب کی ٹانگوں سے لپٹے اس کی شکایت کرنے لگے۔

باباعافی نے ہمارے کھلونے باہر بچوں کو دے دیے۔ان دونوں کو ردا بیگم کے حوالے کیے وہ عارفین کی سمت بڑھے جو دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ان دونوں کو حیرت کم غصے سے زیادہ گھور رہا تھا۔

پوچھ سکتا ہوں تم نے جہانگیر اور انوشے کے کھلونے گلی کے بچوں میں کیوں بانٹے ہیں۔انہوں نے سختی سے پوچھا۔

کل آپ نے تو کہا تھا کہ اب ہمارے پاس نئے کھلونے آ گئے ہیں تو پرانے کھلونوں کو پھینکنا نہیں ہے اور یہ دونوں اپنے پرانے کھلونوں کو باکس میں ڈال کر پھینکنے جا رہے تھے اس لیے میں نے بچوں کو دے دیے تاکہ ضائع نا ہوں جب میں نے کھلونے بچوں کو دے دیے تو یہ دونوں رونے لگ گئے۔ اس نے معصومیت سے شانے اچکائے۔

نہیں بابا ہم پھینک نہیں رہے تھے ہم الگ کر کے رکھ رہے تھے۔ڈبڈبائی آنکھیں لیے انوشے نے عارفین کو دیکھا جو اپنے کپڑوں پر لگی گرد کو جھاڑنے میں ایسے مصروف تھا جیسے دنیا جہاں کا ضروری کام ہی وہی ہے۔

اور تمہارے کھلونے کہاں ہیں۔انوشے کے گال پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے اسے چپ کروایا۔

میرے کمرے میں۔اس نے بنا انہیں دیکھے جواب دیا۔

تو تمہیں اپنے کھلونے بھی بچوں میں تقسیم کرنے چاہیے تھے۔میں انہیں اپنے کھلونے بھی ضرور دے دیتا مگر انہیں یہ لگتا کہ ہم کچھ زیادہ ہی امیر ہیں اس لیے نہیں دیئے۔انہوں نے ضبط سے کہا مگر عارفین کے جواب نے انہیں لاجواب کیا تھا۔

بابا اس نے میرا پلین بھی لے لیا ہے۔ جہانگیر کو شرارت سے دیکھتا ہوا وہ زید صاحب کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

تمہیں تو پلین پسند نہیں ہیں عارفین پھر بھائی کا پلین کیوں لیا تم نے۔ عارفین کو مسکراتے ہوئے دیکھ وہ تھوڑا نرمی سے بولے۔

بابا آپ نے ہی تو کہا پلینز اچھے ہوتے ہیں اس لیے۔ اس نے شانے اچکائے اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ زید صاحب نے گیارہ سالہ انوشے کو گود میں اٹھا کر اسے چپ کروایا۔

یہ لیں بھائی پلین کے بدلے آپ میری یہ آرٹ بک لے لیں کیونکہ مجھے اب آرٹسٹ نہیں بننا۔ جہانگیر نے حیرت سے اسے دیکھا اور آرٹ بک پکڑ گیا۔

اب تمہیں کیا بننا ہے۔ زید صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

بڑے ہو کر مجھے پائلٹ بننا ہے۔ یہاں سے آغاز ہوا تھا عارفین کا اپنی ہر بات سے گھومنے کے دورانیہ کا۔

وقت چاہے اچھا ہو یا برا اس کا کام ہے گزر جانا سو گزرتا گیا مگر وقت کے ساتھ جو شخص بدلہ تھا وہ تھا عارفین جو ہر سال زید جیلانی کے سامنے اپنی نئ خواہش کا اظہار کرتا انہیں حیران کرتا آرہا تھا۔

جب میٹرک کلیئر کرنے کے بعد عارفین اسٹڈی روم میں ان کے سامنے بیٹھا تھا تو زید صاحب حیران نہیں ہوئے تھے جانتے تھے وہ رزلٹ کے بعد اسٹڈی روم میں یوں ہی آتا آیا تھا اور اب بھی موجود تھا۔

اب کونسا پروفیشن چوز کیا ہے تم نے۔انہوں نے ناک پر رکھے چشمے کو ٹھیک کرتے اسے دیکھا۔

میں سوچ رہا ہوں کہ انجنئیرنگ سائیڈ چوز کرلو کیا کہتے ہیں آپ۔اس نے ان سے پوچھا۔

ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ان کے جواب پر مسکرا کر وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔

وہیں عارفین کے مقابلے میں جہانگیر نے زید جیلانی کی طرح ہی لاء کو ترجیح دی تھی۔

خیر سے انجینئرنگ کی پڑھائی کا ابھی ایک سال ہی گزرا تھا کہ عارفین پھر ان کے اسٹڈی روم میں موجود تھا۔

بابا مجھ میڈیکل کالج جانا ہے میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔ زید جیلانی ہر بار کی طرح آج بھی ضبط کا گھونٹ بھرتے ہوئے اسے دیکھنے لگے جو نجانے کیوں ہر بار ان کا ضبط آزمانے پر تولا رہتا تھا۔

ٹھیک ہے کروا دیتا ہوں۔ عارفین نے پہلے انہیں حیرت پھر خوشی سے دیکھا اور وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔

جہاں جہانگیر نے وکالت کی ڈگری حاصل کی وہیں انوشے نے اپنا بی اے کمپلیٹ کیا تھا وہیں عارفین نے خیر سے ایف ایس سی کلئیر کیا تھا اور ایک بار پھر زید جیلانی کے اسٹڈی روم میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔

اب ڈاکٹری میں کیا مسئلہ در پیش آرہا ہے تمہیں۔یہ پہلی بار تھا جب زید جیلانی نے غصے سے پوچھا تھا۔

بابا مجھ سے اتنی ساری کتابیں پڑھی نہیں جائیں گی۔فائل کو دیکھتے زید جیلانی نے اثبات میں گردن ہلائی۔

تم نے سیریس ہو کر سوچا ہے کہ تم کرنا کیا چاہتے ہو تمہارا لائف گول کیا ہے۔انہوں نے سنجید گی سے پوچھا۔

ہاں میں نے سوچا ہے۔ وہ پرجوشی سے بولا۔

کیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے انہوں نے عارفین کو دیکھا۔

ایئرفورس جوائن کرنا چاہتا ہوں۔ زید جیلانی نے تاسف سے آبرو چڑھائی۔

ایئرفورس کے علاوہ۔ انہوں نے مزید استفسار کیا۔

اگر ائیرفورس سمجھ نہیں آئی تو آرمی جوائن کر کے دیکھوں گا۔ پرجوشی سے کہتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

ہمم مطلب تم سب پروفیشنلز میں ٹرائی کرنا چاہتے ہو۔ عارفین نے مسکرا کر گردن ہلائی۔

ٹھیک ہے جاؤٹرائی کرلو۔زید جیلانی کی ہاں پر وہ بناپروں کے ہوامیں اڑنے لگا تھا۔

اب خیر سے چھ ماہ نہیں گزرے تھے کہ وہ پھر سے زید جیلانی کے اسٹڈی روم میں موجود تھااور دروازے پر کان لگائے کھڑے انوشے اور جہانگیر ان کی باتیں سننے کے لیے بے قرار ہوئے تھے۔

ٹرائی کرلیا۔عارفین خاموش رہا۔

نہیں۔انہوں نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

میں پولیس فورس کے لیے فرام فل اپ کروا کر یہاں آیا ہوں بابا۔پولیس کے نام پر زید جیلانی اپنی جگہ سے ہلے تھے۔

تم مجھے آرمی اور ائیر فورس کا کہہ کر گئے تھے عارفین۔اب کی بار وہ دانت دبائے غصے سے غرلائے یہ تو سب ہی جانتے تھے کہ زید جیلانی پولیس والوں سے کس قدر چڑ کھاتے آئے تھے آج ان کا ہی بیٹا پولیس جوائن کرنے کی بات کر رہا تھا۔

میرا سلیکشن ہو گیا ہے بابا کل شام تک مجھے ٹریننگ کے لیے لاڑکانہ نکلنا ہے ۔سر جھکائے وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں الجھائے ہوئے تھا۔

مجھے بتانے بھی کیوں آئے ہو جب کہیں تعینات ہو جاتے تب سلوٹ مار کر مجھے بتاتے تم۔انہوں نے غصے سے اسے دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے جبکہ عارفین نے اس وقت خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔

اتنے عرصے سے تم میرے ضبط کو آزماتے آرہے تھے اس دن کے لیے کہ تم پولیس فورس جوائن کرنے کے خواہ تھے۔انہوں نے ضبط سے دانت بھینچے۔

نہیں بابا۔کچھ نہیں سننا مجھے۔ابھی عارفین اپنے دفاع میں کچھ کہتا کہ وہ اسے خاموش کروا گئے۔

میں نے تم سب کو ایک بار کہا تھا کہ تم لوگ جو مرضی آئے پروفیشن چوز کر سکتے ہو پر سوائے پولیس فورس کے اور تم نے پولیس فورس ہی جوائن

کرلی۔اب کی بار انہیں کی آنکھوں میں نمی اتری تھی عارفین نے انہیں تڑپ کر دیکھا۔

بابا میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔سر جھکائے کہتا ہوا وہ شرمندہ ہوا تھا۔

فلحال چلے جاؤ عارفین یہاں سے۔ان کے کہنے کی وجہ تھی کہ عارفین فوراً سے اٹھا اور وہاں سے نکلتا بنا۔

٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥

سونو کے بچے واپس کرو میری دھنو۔نو سالہ سائیکل پر سوار سونو کے پیچھے بھاگتی ہوئی وہ اس کے سامنے آ کر رکی۔

کیا یار آپو آپ بچی تھوڑی ہیں جو سائیکل کے لیے اپنے بھتیجے سے لڑ رہی ہیں ۔سائیکل پیچھے کرتا ہوا وہ پینڈل پر بمشکل پہنچتے پیروں سے چلانے گا۔

آپو کے بچے یہ دھنو ہے میری خبر دار جو اسے سائیکل کہا تو اور بھولو مت یہ میری دھنو ہے شرافت سے اترو اس پر سے۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ اسے پیچھے جاتے دیکھ آگے بڑھی۔

یہ اگر آپ کی دھنو ہے نا تو یہ میری بھی اتنی ہی دھنو ہے۔وہ کہاں کسی سے کم تھا جو شفا سے ڈر جاتا۔

فریال بھابھی۔ پچھلے گارڈن میں اس کی بلند آواز گونجی تھی وہیں دانیال نے مسکرا کر اپنی بیوی فریال کو دیکھا جو سونو اور شفا کو بچوں کی مانند لڑتے دیکھ وہ شرارت سے مسکرا رہی تھی۔

جاؤ تمہارا ابلاوا آگیا ہے۔ دانیال نے مسکرا کر کہا۔
جس پر فریال مسکراتی ہوئیں گارڈن کی جانب بڑھی۔

شفا بچہ ہے، یہ بچہ ہے بھابھی حد ہے بچوں کے نام پر دھبہ ہے۔ وہ تڑخ کو بولتی ہوئی سونو کی سمت بڑھی تھی کہ وہ سائکل سے اتر اپنی مما کے پیچھے چھپ گیا۔

تم سے پورے گیارہ سال چھوٹا ہے میرا بیٹا۔وہ بھی آج لڑنے کے ارادہ باندھ کر آئیں تھیں جس پر شفا کی بڑی بڑی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

آپ نے پارٹی بدل لی بھابھی۔صدمے سے کہتی ہوئی وہ سونو کے منہ چڑھانے پر تپی تھی۔

یہ دیکھیں کیسے منہ چڑھا رہا ہے پھوپھو ہوں میں اس کی مگر مجال ہے کہ کبھی عزت ہی دے دے مجھے۔ہاتھ نچا نچا کر کہتی ہوئی وہ سونو کے چہرے پر رقم شرارت باآسانی پڑھ گئی تھی۔

عزت نہیں دے سکتے تو میری دھنو کے ارد گرد بھی پھٹکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔فریال کے پیچھے چھپا سونو اب اس سے مسلسل بچنے کی تگ ودو کرتا اسے دھنو کی سمت جاتے دیکھ اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

دور دور۔نیچے گری ہوئی سائیکل کو سیدھا کرتی ہوئی وہ بچوں کی طرح بولی۔

آپو۔سونو نے منہ لٹکائے اسے پکارا۔

نہیں ہوں میں تمہاری کوئی آپو۔اپنی دھنو کو لیے وہ اس گھور کر دیکھنے لگی۔

کب بڑی ہو گی تم شفا۔فریال نے مسکرا کر پوچھا۔

کبھی بھی نہیں اور اس سونو کے رہتے ہوئے تو بلکل بھی نہیں۔ سونو کو دیکھ وہ جتا کر کہتی اپنی دھنو لیے وہاں سے جانے کے لیے بڑھی۔

مما مجھے دھنو چاہیے۔ شفا کو جاتے دیکھ وہ روہانسا ہوا۔

جب تمہاری آپو کی شادی ہو جائے گی نا تب یہ دھنو تمہاری ہو جائے گی۔ فریال کی کہی بات پر شفا کے چلتے قدم منجمند ہوئے۔

تو کر دیں ان کی شادی جلدی سے۔ جان بوجھ کر اونچی آواز میں کہتا ہوا سونو شفا کے جواب کا منتظر ہوا تھا۔

جب تک میں یعنی شفا اجمل بگٹی اسسٹینٹ کمشنر نہیں بن جاتی تب تک کے لیے میری شادی کے خواب دیکھنا بند کر دیں آپ لوگ رہی بات میری

دھنو کی تو میں اسے جہیز میں لے کر جاؤں۔ مڑ کر انہیں دیکھتی ہوئی وہ پر اعتمادی سے کہتی آخر میں سونو کو بڑھاتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

OOOOOOOOOOOO

ردا بیگم ذرا یہاں پر بھی نظر کرم کر دیں مجھے میری فائلز نہیں مل رہی ہیں ۔زید جیلانی جو کورٹ جانے کی تیاری میں مشغول فائلز ڈھونڈتے ہوئے پریشانی سے اپنی زوجہ کو پکار گئے آخر کو وہی تو تھیں ان کے کمرے کی کرتا دھرتا۔

دنیا بھر کے فیصلے کرتے ہیں مگر مجال ہے جو کبھی کوئی چیز خود سے بھی لے لیں۔ چائے کپوں میں نکالتی ہوئیں وہ بڑبڑائیں اور سب کام چھوڑ کچن سے نکلی تھیں۔

جہانگیر بلکل ابو پر گئے ہیں مجال ہے جو انہیں بھی سامنے پڑی کوئی چیز وقت پر مل جائے۔ جیلانی ہاؤس کی بڑی بہو امرحہ نے اکیلے میں اپنا دکھڑا رو یا تھا کچن میں اب تھا ہی کون جو اس کا درد بانٹ سکے۔

روزی۔ جی میڈم۔ ردا بیگم کو کمرے کی حدود پار کرتے ہوئے دیکھ امرحہ نے ملازمہ کو آواز لگائی جو سیٹنگ ایریا کی صفائی کرتی ہوئی اس کی آواز پر ہاتھ میں جھاڑ پونچھ کا کپڑا اٹھائے اس کے پاس آئی تھی۔

ذرا دیکھو تو حرم اور معیز جاگ تو نہیں گئے اور ہاں ہاتھ دھو کر ہی جانا بچوں کے پاس۔اسے ہدایت دیتی ہوئی وہ واپس سے کچن میں گئی تھی۔

بولیں عارفین کے ابواب کونسی فائل گم ہوگئی ہے آپ کی۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ جوتے پہنتے زید جیلانی کو دیکھ کر بولیں۔

ردا بیگم اس ہی فائلز کی بات کر رہا ہوں جو کل رات کو میں نے آپ کو رکھنے کے لیے دی تھی۔رسانیت سے کہتے ہوئے وہ اپنے کام کی سمت متوجہ ہوئے۔

کسی ضروری کیس کی فائل ہے کیا۔انہوں کبرڈ کے دراز سے فائل نکال کر ان کی سمت بڑھائی۔

نہیں تمہارے لاڈلے کے کارناموں کی فائل ہے جو پچھلے ہفتے اس نے سر انجام دیا ہے۔ عام سے انداز میں کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔

کیا ہوا ہے عافی کو۔ عارفین کے نام پر ہی انہیں فکر لاحق ہوئی تھی۔

ہوا کچھ نہیں ہے بس ٹرانسفر لیٹر پہنچانا ہے ہمارے نواب زادے کے پاس۔ فائل کھول کر اس میں موجود لیٹر پر سر فہرست پر لکھے ایس ایس پی عارفین جیلانی کے نام پر انہوں نے مسکرا ہاتھ پھیرا تھا۔

بہت بھاگ لیا یہ ہم سب سے دور اب اس کی لگا میں کسنے کا وقت آن پہنچا ہے۔ مسکرا کر فائنل بند کرتے ہوئے انہوں نے نا سمجھی سے دیکھتی ردا بیگم کو دیکھا۔

اپنے لاڈلے کے لیے رشتے ڈھونڈنے شروع کر دیں بیگم اس ایک ماہ کے اندر اندر تمہارے لاڈلے کے سر پر سہرے کے پھول نا کھلائے تو میرا نام بھی جسٹس محمد زید جیلانی نہیں۔پر اعتماد لہجے میں بولتے ہوئے وہ اپنے دماغ میں چلتی سوچوں کو پورا کرنے کا عہد کر گئے تھے۔

جیلانی صاحب اگر وہ پھر سے کہیں بھاگ گیا تو۔ہر بار کی طرح انہیں عارفین کی بھاگنے کی عادت نے ڈرایا تھا۔

اس بار ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا بیگم بس تم شادی کی تیاریاں شروع کرواگر لڑکی ڈھونڈنے میں آپ کو مسئلہ در پیش آرہا ہے تو یہ کام بھی میں اچھے سے سرانجام دے سکتا ہوں۔اب کی ردا بیگم کے چہرے پر نا سمجھی کی جگہ حیرت نے لی تھی۔

مطلب آپ نے لڑکی بھی دیکھ لی ہے ہمارے عافی کے لیے۔ وہ صدمے سے دوچار ہوئیں۔

ہاں سرفراز کی بھتیجی دیکھی ہے میں نے بہت سلجھی ہوئی بچی ہے عارفین جیسے اڑیل گھوڑے کی لگامیں کسنے کے لیے کمشنر سرفراز احمد بگٹی کا نام ہی کافی رہے گا۔ فائل ہاتھ میں لیے وہ وہاں رکے نہیں تھے جبکہ ردا بیگم اپنے مزاجی خدا کی اچانک کایاپلٹ پر غش کھا کر رہ گئیں۔

OOOOOOOO

صبح صادق کے نیم اندھیرے میں وہ اپنے دو حولداروں کے ساتھ حیدر آباد کے پبلک پارک میں موجود تھا۔

معمول کے مطابق آج بھی کانوں میں ہیڈ سیٹ لگائے وہ بلیک کلر کے ٹراوزر کے ساتھ بلیک ہی ہاف سلیو وٹی شرٹ زیب تن کیے ہوئے تھا۔

چہرے پر حد درجہ سنجیدگی کے تاثرات سجائے جاگنگ کرتا ہوا پارک میں موجود سب نفوس کی نظروں کو یکسر اگنور کیے بس پارک کے چکر کاٹ رہا تھا۔

مسلسل ایک گھنٹے کی جاگنگ کے بعد پارک کے سائیڈ ایریا میں کسرت کرنے کی خاطر کمر کے بل جھکتا ہوا وہ اپنے پاکٹ میں وائبریٹ کرتے فون کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

ایس ایس پی عارفین جیلانی اسپیکنگ۔ مخصوص رو بدار لہجہ جو کسی بھی شخص کو مات دے جائے۔

اس کی آواز سن کر کمشنر سرفراز احمد کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

جتنا تمہارے بارے میں سنا ہے اتنا ہی تمہاری آواز میں روب اور دب دبا محسوس کیا ہے میں نے۔ مقابل کی خوشگوار آواز پر اس کی بھنویں سکڑی تھیں۔

اچھا ایسا ہے کیا، وہ حولدار شمن اس کے انداز پر مسکرایا تھا۔

اس میں کوئی شک ہے ایس ایس پی عارفین جیلانی۔ مزے لیتے ہوئے اپنی چئیر پر جھولتے ہوئے وہ مسکرا اٹھے تھے۔

ہر گز نہیں مجھے اپنی قابلیت پر اتنا ہی یقین ہے جتنا ایک سالہ بچے کو اپنے باپ پر ہوتا ہے۔ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہتا ہوا وہ گیلے تولیے کی مدد سے اپنے چہرے پر آئے پسینے کو صاف کرتا ہوا تحمل سے گویا ہوا تھا۔

بہت اچھے طریقے سے جانتا ہوں اور سمجھتا بھی ہوں تمہیں عارفین جیلانی۔ کمشنر کے مضبوط لہجے پر عارفین الرٹ ہوا تھا۔

جی تو کمشنر سر آپ نے کسی کام کے لیے مجھے یاد کیا ہے یا پھر بس میرا حال چال دریافت کرنا تھا۔ کمشنر سر اس کی بات پر مسکرائے تھے وہیں عارفین نے اپنے ساتھ کھڑے حولدار کو چلنے کا اشارہ کیا اور جیب کی سمت بڑھا گئے

۔

یہ بتانا تھا کہ تمہارا نئے شہر میں تبادلہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے تو مسکرا کر کہا تھا وہیں عارفین نے پریشان کن نظروں سے اپنے ساتھ حولدار کو دیکھا جو خود جاننے کے لیے بے چین ہوا تھا۔

آپ کو شاید پتا نہیں ہے میں حیدر آباد میں ہی موجود ہوں کل میں سارا دن آن ڈیوٹی رہا ہوں۔ کمشنر سر فراز نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے بچپن کے دوست کو دیکھا۔

کیا تمہیں ٹرانسفر لیٹر نہیں ملا۔ انہوں نے چونک کر استفسار کیا۔

ایک ہفتہ پہلے ہی مجھے ٹرانسفر لیٹر مل گیا تھا تب ہی تو میں حید آباد میں موجود ہوں۔ عارفین کے چلتے قدم رکے تھے۔

میں حیدر آباد کی بات نہیں کر رہا میں کراچی کی بات کر رہا ہوں میرے خیال سے اب تک تو تمہیں ٹرانسفر لیٹر مل جانا چاہیے تھا۔ انہوں نے خاصی سنجیدگی سے کہا جبکہ عارفین کو کراچی کا نام سن کر ہی دھچکا لگا تھا۔

نہیں اور مل بھی کیسے سکتا ہے سر میرے حیدر آباد میں تبادلے کو تیس گھنٹے مکمل نہیں ہوئے ہیں ابھی اور اس پر نئے ٹرانسفر لیٹر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اتنی جلد بازی میں ٹرانسفر کب ہوتے ہیں۔

وہ چار سال سے پولیس فورس میں تھا یہ پہلی بار تھا کہ اس کا دو دن میں دوسری جگہ ٹرانسفر کیا جا رہا تھا۔

آئے دن کراچی میں وارداتوں کے باعث ہم نے تمہیں کراچی ٹرانسفر کیا جا رہا ہے عارفین وہاں سے نکلنے کی تیاری کروں کیونکہ کراچی پولیس اسٹیشن میں تمہارا بے صبری سے انتظار کر رہا ہوں۔انہوں نے تو جیسے اسے حتمی فیصلہ سنایا تھا اور بات ختم کی تھی۔

جبکہ دوسری جانب گہرا سکوت طاری ہوا تھا۔

تو پھر کب تک پہنچ رہے ہو کراچی پولیس اسٹیشن۔ کمشنر سرفراز کی آہستگی سے بولنے پر وہ انہیں خاموشی سے سنتا ہوا آگے بڑھا۔

کچھ گھنٹے اور مزید انتظار کریں لیں کمشنر سر پھر یہ روشنیوں کا شہر بھی میرا اور یہاں کی کالی وارداتوں کے ملزم بھی میرے۔ اپنے مخصوص انداز میں کہتا ہوا وہ اپنی پی پر بکھرے بالوں کو سیٹ کرتا بولا۔

پھر کب تک ملاقات ہو گی ہماری۔ انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

تین گھنٹے بعد فیس ٹو فیس ملاقات ہو گی آپ سے میرے پولیس اسٹیشن میں۔ کمشنر سرفراز کی آہستگی سے بولنے پر وہ انہیں لاجواب کرتا ہوا جیب کی فرنٹ سیٹ پر آن بیٹھا تھا جتاتے ہوئے انداز میں اپنے ساتھ بیٹھے حولدار کو گائیڈ کرتا ہوا کال کٹ کر گیا تھا۔

جتنا سوچا تھا زید تمہارا بیٹا اس سے چار ہاتھ آگے کی چیز ہے اس کی باتوں سے صاف ظاہر ہے اسے جلد ٹرانسفر کی وجہ جلدی ہی معلوم ہو جائے گی۔ ٹیبل پر فون رکھتے ہوئے وہ زید جیلانی کی سمت ہلکے سے جھکے۔

وہ اگر پولیس والا ہے تو میں بھی اس کا باپ ہوں ہائی کورٹ کا سئنیر جج ہوں میں مجھ سے جیت نہیں سکے گا۔ منجھے ہوئے کھلاڑیوں کی مانند شاطرانہ ہنسی ہنستے ہوئے وہ اتنے عرصے بعد اسے دیکھنے کے لیے بے قرار سے ہوئے تھے۔

oooooooooooo

باباکب آئے گے دانیال بھائی۔سرفراز احمد بگٹی کو گھر آتے دیکھ شفانے استفسار کیا تھا۔

بہت جلد آجائیں گے چاچو بھی۔دانیال نے مسکرا کر کہا۔

سرفراز احمد اور رابعہ بیگم کے دو ہی بچے تھے ایک دانیال اور دوسرا بیٹا انس جو اپنی خواہش پر بیرون ملک سیٹلڈ ہونے کا خواہ تھا۔

جبکہ اجمل بگٹی کے ہاں ایک ہی بیٹی تھی شفا جو بگٹی مینشن کی رونق ہونے کے ساتھ اس میں سرفراز احمد بگٹی کی جان بستی تھی یہ ہی وجہ تھی وہ سات سال کی عمر سے ہی سرفراز صاحب کے گھر میں بیٹی کی حیثیت سے رہتی آئی تھی رہی بات واپسی کی تو وہ تو خود نہیں جانتی تھی۔

آپ لوگ مجھے دیکھ کر کیوں ہنس رہے ہیں۔فنگر چپس کھاتی ہوئی شفانے تعجب سے ان سب کو دیکھا۔

دیکھ رہے ہیں کہ ہماری بچی کی عمر ہو گئی ہے۔دانیال نے شرارت سے بھرپور نظر اس پر ڈالی جس کی پیشانی پر نا سمجھی کی بل پڑے تھے۔

کیا مطلب میں کیا بوڑھی ہو گئی ہوں۔اس نے بھنویں بھینچے دانیال کو گھورا۔

بوڑھے ہوں تمہارے دشمن ہم تو یہ کہہ رہے تھے تمہاری شادی کی عمر ہو گئی ہے اب۔شادی کے نام پر شفا کے فنگر چپس کھاتے ہاتھ رکے تھے۔

ویسے بھی ہم بگٹی ہیں اور ہم جلدی بوڑھے نہیں ہوتے۔سیٹنگ روم میں داخل ہوتے سرفراز احمد بگٹی مذاقیہ انداز میں کہتے شفا کے برابر میں آکر بیٹھے تھے۔

جتنی مرضی کوشش کرلیں آپ لوگ میری شادی کروانے کی میرے بابا مانیں گے ہی نہیں۔پراعتماد سے شانے اچکاتی ہوئی وہ مسکرا کر بولی۔

جس پر دانیال نے اپنے خاموش بیٹھے بابا کو دیکھا جو نظروں کو جھکا گئے تھے۔

کیا میں تمہارے بابا کی جگہ نہیں ہوں۔ سرفراز صاحب کی شکوہ کن نظریں شفا کے معصوم چہرے پر ٹکی تھیں۔

ایسی بات نہیں ہے بڑے ابو مجھے آپ بابا سے زیادہ عزیز ہیں۔چپیس کا باؤل سینٹرل ٹیبل پر رکھ وہ ان کے گلے میں ہاتھ ڈال کر لاڈ سے بولی تھی۔

پھر تو تمہیں میرے کیسے کسی بھی فیصلے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔
سر فراز احمد کی مان بھری نظریں شفا کی چہرے پر رکی۔

اب کی بار شفا خاموش رہی تھی جبکہ دانیال اور سر فراز صاحب اسے خاموشی سے دیکھتے رہے۔

جواب نہیں دیا شفا تم نے۔ سر فراز احمد کے پوچھنے پر مبہم سا مسکرائی۔

مجھے آپ کے فیصلوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے بڑے ابو پر میں ابھی پڑھنا چاہتی ہوں۔ اس نے ان کا مان رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی بات بھی رکھی۔

اگر میں یہ کہوں کہ میرے کیے فیصلے میں آپ کی پڑھائی میں کوئی حرج نہیں آئے گا پھر تم کیا کہو گی۔ سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ اب شفا کے جواب کے منتظر ہوئے۔

سوچنے کا وقت ملے گا مجھے۔ پر سوچ انداز میں کہتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

جتنا مرضی چاہے وقت لے لو۔ سر فراز احمد پر سکون سے ہوئے تھے وہیں دانیال کی خاموش نظر نے مسکراتی ہوئی شفا کو اداسی سے دیکھا تھا۔

OOOOOOOOOOOOO

گرد و غبار کے اٹھتے طوفان کو دیکھ زید جیلانی کے لبوں پر محفوظ کن مسکراہٹ رینگی تھی تیز چلتے طوفان کے باوجود بھی وہ عارفین کے انتظار میں گھر کے مین گیٹ پر موجود تھے۔

وہیں ڈرائیور کے برابر میں بیٹھے عارفین نے گاڑی کے شیشے اوپر کیے اور ساتھ ہی اپنی آنکھوں کو بلیک گلاسز سے ڈھانپا۔

آپ کا کراچی میں ابھی پیر ٹھیک سے پڑا نہیں ہے سر جی اور یہ ظالم طوفان پہلے ہی اپنے جوہر دکھانے آگیا ہے مجھے تو لگتا ہے طوفانی بارش ہو گی آج تو۔ بیک سیٹ پر بیٹھے گونڈل نے آگے جھک کر کہا جس پر عارفین نے گردن موڑی اور گلاسز نیچے کر کے غصے سے آنکھیں دکھائی جس پر لب سل گیا تھا

۔

ویلکم ٹو دا ہوم مائے سن۔ گرم جوشی سے استقبال کرتے زید جیلانی کو دیکھ وہ حیرت سے دوچار ہوا تھا وہیں عارفین کے سامنے کھڑے زید جیلانی کو دیکھ گوندل کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

وہ دکھنے میں کہیں سے بھی عارفین کے بابا نہیں لگ رہے تھے بلکہ وہ اس کے بڑے بھائی معلوم ہو رہے تھے۔

شکریہ بابا مگر آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں آرہا ہوں۔ بھنویں سکیڑے اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

اس طوفان کو آتے دیکھ مجھے یوں محسوس جیسے یہ گرد و غبار یہ شائیں شائیں کرتی ہوائیں مجھے تمہاری آمد کی اطلاع دے رہی ہیں کہ عارفین جیلانی کراچی کی سرزمین پر قدم رکھنے والے ہیں۔ خاصی ڈرامائی انداز میں کہتے

ہوئے وہ گونڈل کے منہ وا کیے دیکھنے پر آنکھوں کے اشارے سے پوچھ گئے تھے۔

یہ گوندل ہے حکومت کی طرف سے مجھے ملازم دیا گیا ہے۔
چلو گوندل سامان اندر رکھو۔ سرسری سے انداز میں کہتا ہوا وہ گونڈل پر حکم صادر کرتا زید صاحب کے ساتھ مین گیٹ عبور کر گیا تھا۔

تمہارا تو ٹرانسفر حیدر آباد میں ہوا تھا تو پھر کراچی کیسے آنا ہوا وہ بھی اتنے سارے سامان کے ساتھ۔ یکسر انجان بنتے ہوئے وہ عارفین کے حد درجہ سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگے۔

میرا ٹرانسفر ہو گیا ہے یہاں۔ عارفین کے بتانے پر رک کر اسے دیکھنے لگے
۔

یہ کیسے ممکن ہے۔۔انہوں حیرانگی سے اسے دیکھا۔

پتانہیں کیاماجراہے اس ٹرانسفر کے پیچھے۔اس نے شانے اچکائے اور خاموشی سے داخلی دروازہ عبور کر گئے تھے۔

سارے راستے ہی وہ اپنے ٹرانسفر کو سوچتا آیا تھااوراب زید جیلانی کے سوال پراس کی سوچوں کامرکزواپس سے ٹرانسفرلیٹر بنا تھا۔

OOOOOOOOOOOO

ردا بیگم سے ملنے کے بعد عارفین کی نظریں امرحہ پر رکیں تھیں جو گزرے سالوں میں تھوڑی صحت مند ہو گئی تھی مگر جو چیز نہیں بدلتی تھی وہ تھا عارفین کو گھورنا وہی۔ عارفین بھی کہاں کم تھا آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورتا ہوا وہ چھ سالہ معیز کو گود میں اٹھاتا ہوا مسکرایا تھا۔

اب تو نہیں مارتی ناں مما۔ اس کے گالوں کو چومتا ہوا وہ رازدانہ انداز میں بولا۔

بہت مارتی ہیں۔ معیز کے بتانے کی دیر تھی کہ عارفین کی خندہ پیشانی پر ناگواریت کے بل پڑے اور نظریں امرحہ بھابھی پر ٹھہری۔

اور اسے وہ دن یاد آئے جب وہ اپنی پوسٹنگ لیٹر کے انتظار میں گھر پر ہی تھا

۔

گیارہ ماہ کی ٹریننگ سے واپسی پر عارفین کو لینے جہانگیر اور انوشے آئے تھے آج کے دن بھی زید جیلانی اسے لینے نہیں آئے تھے اور نا ہی ردا بیگم کو آنے کی اجازت دی تھی۔

اپنے ہاتھوں میں پکڑی بیسٹ کیڈٹ کی ٹرافی اسے بے معنٰی سی لگی۔

بابا کو میں اب پیارا نہیں رہا۔عارفین کے افسردہ جملے پر جہانگیر نے اسے بیک وقت مڑ کر دیکھا۔

ایسی بات نہیں ہے عافی وہ کیس کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں ۔جہانگیر نے وضاحت کی۔

اور مما بھی ان کے ساتھ گئی ہیں۔اس نے انوشے کو دیکھا۔

مجھے کیا پتا میں تو سسرال سے سیدھا یہاں آئی ہوں۔ عارفین کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ وہ اپنی مسکراہٹ دبا گئی تھی۔

عارفین جو سارے راستے اپنے بابا کی ناراضگی کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان ہوا آرہا تھا۔
گاڑی رکتے ہی ڈھول بجنے شروع ہوئے تھے جو زید جیلانی نے اس کے استقبال کے لیے خاص طور پر انتظام کروایا تھا۔
گاڑی سے اترتے ہی اس کی پریشانی جیسے ہوا ہوئی زید جیلانی کو دیکھ وہ نم آنکھوں سے ان کے ساتھ بغلگیر ہوا تھا۔

آپ مجھ سے ناراض رہ ہی نہیں سکتے بابا۔ خوشی سے کہتا ہوا وہ اپنی مما کی جانب بڑھا جو بیٹے کو اتنے دنوں بعد اپنے سامنے دیکھ آبدیدہ ہوئیں تھیں۔

جیسے کیسے ابھی راوی چین لکھ ہی رہا تھا کہ عارفین کی اور بھابھی امرحہ کی نوک جھوک سے جیلانی ہاؤس کے مکین عاجز آئے تھے۔

امرحہ سے نوک جھوک کی سب بڑی وجہ تھی اس کا بات بے بات بچوں کو مارنا پیٹنا اور کوسنا جو عارفین کو ناگوار گزرتا آیا تھا اب بھی وہ ٹی لاونج میں بیٹھا ہوا کرکٹ دیکھ رہا تھا کہ امرحہ کی اونچی آواز میں بچوں کو ڈانٹنا اور ساتھ بچوں کے پیٹنے کی آواز پر وہ اس کے کمرے کی سمت بڑھا۔

یہ کونسا طریقہ ہے بھابھی۔ دو سالہ معیز کو گود میں اٹھاتا ہوا وہ نرمی سے بولا ۔

میرا طریقہ ہے ایک نمبر کی منحوس اولاد ہے لاؤ ادھر دو۔اپنی زبان کے جوہر دکھاتی ہوئی امرحہ نے معیز کو لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے جبکہ بیڈ کے کونے پر روتی سسکتی حرم کو دیکھ عارفین کا میٹر شاٹ ہوا تھا۔۔

بچوں کو منحوس نہیں کہتے اور دوسری بات آج تو آپ نے ان پر ہاتھ اٹھالیا مگر آئندہ کے بعد ان پر ہاتھ اٹھایا تو انجام اچھا نہیں ہوگا۔ حرم کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ کمرے سے نکلا تھا جبکہ امرحہ ہونک بنی اسے دیکھتی رہی۔

یہ میرے بچے ہیں تمہارے نہیں ہیں لاؤ ادھر دو۔اس کے پیچھے آتی ہوئی امرحہ نے اسے روکا تھا۔

میرے بھی بھائی کے بچے ہیں اگر آپ کے پاس رہے نا آپ تو ان میں سے کسی ایک کو مار کر ہی دم لیں گی۔ غصے سے کہتا ہوا وہ روتے ہوئے معیز کی پیٹھ سہلانے لگا۔

کیا ہو گیا ہے عافی۔ ان دونوں کی آوازیں سن ردا بیگم اپنے کمرے سے آئیں تھیں۔

مار دیں گی یہ ان بچوں کو ایک نمبر کی ظالم ماں ہیں۔ عارفین نے معیز کو دیکھا جو اب اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

سمجھائیں نا امی آپ اسے مائیں تو اپنے بچوں کو ڈانٹتی ہی آئیں ہیں۔ فروا نے آنسو بہانے شروع کیے۔

ڈانٹ ڈپٹ ایک الگ بات ہے ممایہ تو بچوں پر باقائدہ تشدد کر رہی تھیں یہ دیکھیں۔ معیز کے سرخ گال کو دیکھتا ہوا وہ چاہ کر بھی خود کو ٹھنڈا نہیں کر پا رہا تھا۔

ایک دفعہ دو تو سہی میرے بچے کو۔ معیز کے سرخ گال کو دیکھ امرحہ کو خود پر شدہ غصہ آیا تھا۔

یہ پہلی بار تھا جب ان دونوں کے تنگ کرنے پر اس کا ہاتھ معیز پر اٹھا تھا ورنہ تو وہ ہمیشہ سے ہی ڈانٹ کر انہیں چپ کروا لیتی تھی۔

کاش کسی اور دن اس پر ہاتھ اٹھ جاتا اس کے سامنے کیا ضرورت تھی۔ عارفین کو لال بھبھوکا بنے دیکھ وہ اپنی بری قسمت پر ماتھا پیٹ کر رہ گئی تھی۔

امرحہ یہ کیا حرکت ہے بیٹا۔ ردا بیگم نے نرمی سے استفسار کیا۔

امی غلطی سے ہاتھ اٹھا ہے پر یہ عارفین مجھے معیز کو دے ہی نہیں رہا میں ماں ہوں اس کی دیکھئے گا میری گود میں آتے ہی چپ ہو جائے گا۔ امرحہ نے معیز کو لینا چاہا کہ عارفین نے اس سے رخ موڑا۔

چپ تو یہ ویسا ہی ہو گیا ہے۔ چبا کر کہتا ہوا وہ دونوں کو لیے باہر نکلا تھا وہیں امرحہ نے اپنے لب سلے تھے کیونکہ اب اسے نصیحت میں چھپی ڈانٹ سننے کو ملنی تھیں۔

OOOOOOOOOOOO

بچے ہیں شرارت کرتے ہیں تو مائیں تو ڈانٹیں گی ہی۔ امرحہ کی سائیڈ لیتے جہانگیر نے دونوں کو وہاں سے بھیجا تھا۔

ہاں آپ تو یہ ہی کہیں گے۔ اس نے ناپسند گی ظاہر کی۔

بیٹا جب تیری شادی ہو گی تو بھی اپنی والی کی ہی حمایت لے گا۔ جہانگیر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اگر شادی کا دوسرا نام غلامی ہے تو کرہی نالوں شادی یہ میں آپ سب کو پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ سٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے انہیں ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ انوشے کے سوئے ہوئے بچے اپنی نیند سے بیدار ہوئے اور پورے گھر

کو سر پر اٹھانے کا عزم شروع ہوا تھا۔

ریان شایان ادھر آؤ ماموں سے ملو۔عارفین نے ٹھہر کر ان دونوں کو دیکھا جو کہیں سے بھی انوشے پر نہیں مل رہے تھے۔

کس پر گئے ہیں یہ۔اپنے بابا پر گئے ہیں۔ان دونوں کے چہرے سے ٹپکتی شرارت کو دیکھ اس نے انوشے کو دیکھا جو مسکرا کر کہتی ہوئی ان دونوں کے واری صدقے جا رہی تھی۔

عافی اس لڑکے کو لانے کی کیا ضرورت تھی ہمارے گھر میں ملازموں کی کمی تھوڑی ہے۔ردا بیگم نے گوندل کو دیکھ کر پوچھا تھا جو عارفین کا سامان اس کے کمرے پہنچانے میں مصروف تھا۔

جب حکومت خود مہربان ہوتی ہے تو انکار سوائے بیوقوفی کے کچھ نہیں کہلاتا اور مجھے برداشت نہیں ہوگا کسی کا میری وجہ سے کام بڑھے۔امرحہ پر سرسری سی نظر ڈال وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔

کہاں چل دیئے تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ ہمارے ساتھ۔انوشے نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تو عارفین نے اسے حیرت سے دیکھا۔

کتنے دن کے لیے آئی ہو۔عارفین نے پوچھا۔

ایک مہینے کے لیے۔چہک کر کہتی ہوئی وہ مسکرائی تھی وہیں شایان نے اپنا پہلا کارنامہ انجام دیتے ہوئے واز دیوار پر دے مارا تھا۔

کیا ضرورت پڑی ہے اپنے ان جنگی طیاروں کے ساتھ یہاں ایک مہینہ رکنے کی۔ دل ہی دل میں سوچتا ہوا وہ اپنے شرارت بھانجوں کو دیکھنے لگا۔

ایک مہینے کے لیے۔ ریان، شایان اور معیز کو لڑتے دیکھ اسے وہ ایک مہینہ بڑا ہی مشکل ترین مہینہ معلوم ہونے والا لگا تھا۔

کیا ضرورت ہے اتنے دن رکنے کی میں تو ویسے ہی اب کراچی ہی رہنے والا ہوں۔ اس نے بظاہر مسکرا کر کہا۔

وہیں زید جیلانی اور ردا جیلانی اس کی بات کا مطلب اچھے سے سمجھ چکے تھے

۔

اتنے سالوں بعد میرا بھائی گھر واپس آیا ہے اور میں اتنی جلدی جاؤں ہو ہی نہیں سکتا بلکہ دو دن بعد شیراز بھی آرہے ہیں تم سے ملنے۔عارفین نے اپنی پیشانی مسلی اور وہاں سے جاتا بنا۔

امرحہ معیز کو کمرے میں لے جاؤ اور انوشے بیٹا تم بھی بچوں کو روکو ذرا آرام سے بیٹھاؤ انہیں عارفین تھکا ہوا ہے تھوڑا آرام کرلے گا۔ردا بیگم کے کہتے ہی امرحہ نے معیز کو ان دونوں سے الگ کیا حرم اور معیز کو لیے اپنے کمرے کی سمت بڑھی جبکہ انوشے کے سر پر جوؤتک نارینگی۔

oooooooooooo

بڑی مما آپ کو پتا ہے یہ بڑے ابو کس کے بارے میں بات کر رہے تھے۔
دو دن سے سوچنے کے بعد شفا رابعہ بیگم کے پاس آئی تھی جو اس کے سوال پر مسکرائیں تھیں۔

دانیال کا دوست یاد ہے تمہیں۔ شفا نے آنکھیں گھمائی اور نفی میں گردن ہلائی۔

کونسا دوست۔ معصومیت سے پوچھتی ہوئی وہ انکے قریب ہوئی جبکہ ذہن کے پر سوچ گھوڑے اب تک دوڑ رہے تھے۔

وہی عارفین جو دانیال کا کلاس فیلو تھا۔ انہوں نے اس کے چہرے کے بدلتے زاویے کو بغور دیکھا۔

اچھاااوہ عارفین۔ لفظوں پر خاصا دیتی ہوئی وہ اسے سوچ کر مسکرائی تھی۔

ہاں وہی عارفین آج کل تو وہ ایس ایس پی لگا ہوا ہے۔شفا کی بڑی بڑی آنکھیں چمک اٹھی تھیں ایس ایس پی کے نام پر۔

پھر کیا سوچا ہے اس کے بارے میں۔۔شفا کے لبوں پر میٹھی سی مسکراہٹ ٹکی تھی۔

پھر یہ ہی بڑی مما کہ سوچا جا سکتا ہے ان کے بارے میں۔اس کے ذہن میں اب تک کی ہوئی عارفین سے ملاقاتیں گردش کرتی اسے کئی حد اس کے لیے آمادہ کر گئی تھی۔

کیا سوچا جا سکتا ہے۔انہوں نے کرید نا چاہا۔

جو بڑے ابو چاہتے ہیں اس بارے میں۔ لب دباتی ہوئی وہ شرارت سے کہتی ہوئی وہاں سے بھاگنے کے انداز سے نکلی تھی جس پر رابعہ بیگم اسے جاتے دیکھ مسکرا اٹھی تھیں۔

○○○○○○○○○○○○

سلام آنٹی کیا حال ہیں آپ کے۔ دو دن بعد دانیال جو عارفین کی آمد کا سن کر اس سے ملنے کی غرض سے جیلانی ہاؤس آیا تھا جو اس وقت گھر کم چڑیا گھر زیادہ بنا ہوا تھا۔

بچوں کے لڑنے اور توڑ پھوڑ کی آوازیں اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھیں۔

بس بیٹا ٹھیک ہیں۔ اپنے دکھتے سر کو پکڑے ہوئے وہ مسکرا کر بولیں۔

ویسے بچے شرارتی ہی اچھے لگتے ہیں۔ ملازمہ کو پیچھے بھاگتے ہوئے ریان شایان کو دیکھ اس نے مسکرا کر کہا۔

بس بیٹا یہ اپنی انوشے کے بچے ہیں پتا نہیں کونسی ہڈی سے بنے ہیں مجال ہے جو ٹک کر کہیں بیٹھ جائیں ان کی دیکھا دیکھی یہ دونوں بھی شرارتی بنے ہوئے ہیں۔ ردا بیگم نے انہیں چپ کروانے کی ناکام کوشش کی۔

یہ عارفین کہاں ہے۔ دانیال نے وہاں سے اٹھنا چاہا۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی ڈیوٹی سے آیا ہے اپنے کمرے میں سونے کی کوشش کر رہا ہے بیچارہ۔ عارفین کی کچی نیند سے وہ واقف تھیں تبھی وہ فکر سے بولی تھیں۔

مل آؤ میں اس سے۔اس نے اجازت چاہی۔

ابھی رکو پہلے مجھے ایک وعدہ دو۔کیسا وعدہ۔دانیال نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

تم میرے عافی کو شادی کے لیے مناؤں گے وہ تمہاری بات نہیں ٹالے گا ورنہ عافی کے بابا اس کی زبردستی شادی کروادیں گے میں نہیں چاہتی کہ میرا عافی اپنی مرضی کے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کرے۔سنجیدگی سے سنتے دانیال نے انہیں دیکھا جن کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔

آپ فکر ہی نا کریں میں ہوں نا۔ان کے ہاتھ پر دباؤ دیتا ہوا وہ وہاں سے اٹھتا ہوا عارفین کے کمرے کی سمت بڑھا تھا جو دوسرے پورشن پر پہلا ہی کمرہ تھا۔

عارفین۔ناک کر کے اندر آتا ہوا وہ تکیوں میں منہ سر لپیٹے ہوئے اس کی آواز پر منہ نکال کر اسے دیکھنے لگا۔

کیسے ہو۔دانیال کو دیکھ وہ تکیوں کو سائیڈ کرتا اٹھ کر بیٹھ گیا اور ساتھ ہی اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

سو رہے تھے۔دانیال نے مسکرا کر اس سے پوچھا جس پر گردن جھٹکتا ہوا پھیکا سا مسکرایا تھا۔

سو رہا سونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا اس چڑیا گھر میں کسے نیند آئے گی۔

سرخ متورم آنکھوں پر دباؤ دیتا ہوا وہ تلخی سے کہتا ہوا آنکھیں بند کر گیا تھا۔

یار بچے تو شرارتی ہوتے ہی ہیں اور اگر بچے شرارت نہیں کریں گے تو پھر کیا ہم شرارت کریں گے۔عارفین کی سرخ آنکھیں دیکھ اسے ہمدردی ہوئی تھی۔

مسئلہ ان بچوں کی شرارت سے نہیں ہے شاید مجھے اکیلے رہنے کی عادت ہو گئی ہے اس لیے ان کی شرارتوں سے بھاگتا ہوں سر دکھتا ہے میرا۔ سنجیدگی سے کہتے ہوئے عارفین نے شانے اچکائے۔

اکیلے پن کو دور کرنے کا کوئی راستہ ہے تمہارے پاس۔دانیال کے سوال پر وہ مبہم سا مسکرایا۔

پولیس اسٹیشن ہے نامیرا۔ مسکرا کر کہتا ہوا وہ دانیال کو حیران کر گیا تھا۔

تھانے میں کونسا سکون میسر ہوتا ہے تمہیں سارا دن قیدیوں کی چلچپ، ہتھکڑیوں کا شور، سست حوالداروں کے خراٹے اسے تم سکون کہہ رہے ہو ،دانیال نے حیرانگی سے پوچھا۔

قیدیوں کی چلچپ، یہ ہتھکڑیوں کا شور، یہ خراٹوں کی آواز مجھے سرور بخشتے ہیں۔ آنکھیں بند کیے کہتے ہوا وہ مسکرایا تھا وہیں دانیال نے حیرت سے نفی میں گردن ہلائی۔

ساری دنیا کی تھکان ایک طرف اور گھر کا سکون ایک طرف کہیں پر بھی کیوں ناچلے جاؤ جو سکون گھر میں ملتا وہ کہیں نہیں ملتا،اور میری نظر سکون کا

دوسرا بیوی ہے، جب ہم تھک ہار کر گھر جاتے ہیں تو ہمارے دل کو سکون یہ سوچ کر مل جاتا کوئی ہے جو ہماری راہ دیکھ رہی ہے، کوئی ہے گھر میں ہمارے انتظار میں بھوکی بیٹھی ہے جو ہماری تھوڑی سی تاخیر پر تصور میں نجانے کیا کیا پڑھ کر ہم پر حصار باندھتی ہے۔ فریال کو سوچتے ہی دانیال کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ کا راج تھا۔

مجھے لگتا ہے دنیا میں سب زیادہ سکون دینے والی ذات ہے تو وہ بیوی ہے اللہ کی طرف سے انمول تحفہ ہوتی ہے یہ بیویاں ہمارے لیے۔ تاسف سے بھنویں سکیڑے دانیال کو دیکھتا ہوا وہ ذرا حیران نہیں ہوا تھا۔

صحیح تم مجنوں بنے ہوئے ہو فریال بھابھی کے۔ شرارت سے کہتا عارفین ہنسا تھا۔

مجنوں نہیں بیٹا دیوانہ ہوں میں اس کا۔ دانیال کے مسکرا کر کہنے پر اس نے ہنستے ہوئے نفی میں گردن ہلائی۔

میری مانے تو تو بھی شادی کر لے پھر تجھے یہ گھر جنت سے کم نہیں لگے گا۔ دانیال نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

او بھائی مجھے معاف کر مجھے نہیں کرنی یہ شادی وادی میں ایسے ہی بہت سکون میں ہوں۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوا شادی کے نام پر ہی بدمزہ ہوا تھا۔

یہ مت بھولو عارفین میں کوئی بھی بات ایسے نہیں بولتا سنجیدگی سے کہتے دانیال نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا جہاں اب مسکراہٹ کی جگہ سنجیدگی طاری تھی۔

مان لے میری بات شرافت سے اپنے لیے کوئی لڑکی ڈھونڈ لے ورنہ انکل تجھے زبردستی کسی کے بھی پلو سے باندھ دیں گے بیٹا پھر شوق سے تھانے میں راتیں گزارنا۔عارفین کی بھنویں سکیڑی تھیں وہیں دانیال کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

میری بات کو سمجھ اور اچھے سوچ جب سوچ لے تو گھر آجانا میں وہیں ملوں گا تجھے۔دانیال کو اٹھتے دیکھ عارفین بھی بیڈ سے اترا تھا۔

شام میں آؤں گا گھر کیا پتا نیند آجائے وہاں۔بیچارگی سے کہتے عارفین کو دیکھ وہ ہنسا تھا۔

سو بسم اللہ آجانا کھانا وہیں کھانا اور ہاں سوچ لو انکل کے ارادے بہت خطرناک لگ رہے ہیں۔ جاتے جاتے دانیال نے اسے یاد دہانی کروائی تھی جس پر وہ اثبات میں سر ہلا گیا تھا۔

OOOOOOOOOOO

دور کہیں آسمانوں پر ہوتے ہیں یہ سارے فیصلے
کون جانے کوئی ہمسفر کب کیسے کہاں ملے
جو نام دل پہ ہو لکھا توڑ و توڑو توڑو

دیکھائی نہیں دیتا آپ کو پتا نہیں آج کل کے لوگوں کو ہو کیا گیا آنکھیں ہونے کے باوجود بھی ان کا استعمال نہیں کرتے۔ اپنی دھن میں چلتی ہوئی شفا کا تصادم لیونگ روم کے دروازے سے داخل ہوتے عارفین سے ہوا

تھاجو دانیال سے ملنے کی غرض سے وہ یہاں آیا تھا اب اپنے سینے تک آتی لڑکی کی چلتی لمبی زبان پر عش عش کرتا دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے خود پر ضبط کیے اسے دیکھ رہا تھا۔

بلکل درست کہا آپ نے لوگوں نے اپنی آنکھوں کا استعمال کرنا بند کر دیا ہے جیسے کہ آپ نے آپ کسی تیز طوفانی ہوا کی مانند چل کر آئی اور مجھ سے ٹکرا گئیں۔ دانت دبائے کہتا ہوا وہ اسے دیکھنے لگا جو وائیٹ کلر کیپری پر لائیٹ پرپل کلر کے لانگ فراک پر وائیٹ دوپٹہ لیے ہوئے تھی جو ڈوپٹہ شانے پر کم زمین پر سلامی پیش کرتا نظر آرہا تھا۔

آآآپ،، اپنے دوپٹے کو غصے سے جھٹکتی ہوئی عارفین کو دیکھ کر حیرت سے بولی تھی۔

کوئی اور دکھ رہا ہے آپ کو۔غصے سے چبا کر کہتے عارفین نے اس بڑی بڑی جھیل سی آنکھوں میں چھائی حیرت کو اخذ کیا تھا۔

عجیب اتاؤلے انسان ہیں ابھی میں نے بڑے ابو کو ہاں بھی نہیں کی اور یہ مجھے دیکھنے بھی آ گئے۔آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھتی ہوئی وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی تھی۔

یہاں کیا کرنے آئے ہیں آپ۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ اپنی جون میں آئی تھی۔

دانیال سے ملنے آیا ہوں آپ کون ہیں یہاں کیا کر رہی ہیں پتا نہیں دانیال نے باہر کے لوگوں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت کیوں دی ہوئی ہے۔وہ

بھی اس کے ہی انداز سے بولتا ہوا اپنے دل میں کہی بات زبان پر لا کر پچھتایا تھا وہیں اس کی بات شفا کو آگ لگانے کے لیے کافی تھی۔

یہ میرا گھر ہے میرے بڑے ابو کا گھر ہے آپ باہر کے ہیں نکلیں میرے گھر سے۔آگ بگولہ ہوتی ہوئی وہ اس پر برسی تھی جس عارفین نے حیرت سے اسے دیکھا تھا باہر والی تو وہ اسے پہلے بھی نہیں لگی تھی مگر اب اسے شیرنی کی طرح دھاڑتے دیکھ وہ اس سے دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

چلیں نکلیں شاباش میرے گھر سے۔سارے لحاظ باندھ کر سائیڈ پر رکھتی ہوئی وہ غرلائی تھی۔

شفا بچے گھر آئے مہمانوں کے ساتھ ایسے بات کرتے ہیں۔ خاموشی سے عارفین اور شفا کو دیکھتا ہوا دانیال ان کی لڑائی بڑھتے دیکھ فوراً سے باہر آیا تھا

۔

مہمانوں کو بھی تو سوچ سمجھ کر الفاظوں کا استعمال کرنا چاہیے، اس لیے ان مہمان کو جانے کا کہیں آپ۔ عارفین کو گھورتی ہوئی بولی تھی۔

عارفین، دانیال نے خاموش کھڑے عارفین کو دیکھا تھا جو خود اس شیرنی کی دھاڑ پر اس سے دور کھڑا ہوا تھا۔

مجھے اندازہ نہیں تھا یہ شفا ہو گی کافی بدل گئی ہے پہچان نہیں پایا میں اسے۔ پہلی بار اسے اپنی مقابلہ کرنی کی عادت پر غصے آیا تھا جانے انجانے میں ہی سہی اپنی شامت بلوا گیا تھا۔

شفا چلو یہاں سے۔ فریال نے آتے ہی شفا کو سنبھالا تھا جس کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

میں کہیں نہیں جاؤں گی یہ جائیں گے یہاں سے۔ وہ بضد ہوئی جس پر عارفین نے بیچارگی سے دانیال کو دیکھا۔

شفا غلطی ہو گئی عارفین سے وہ تمہیں پہچان نہیں پایا اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ دانیال نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے سمجھایا تھا۔
وہیں شفا کو کو بات سب سے زیادہ ناگوار گزری تھی وہ یہ ہی تو تھی کہ وہ شخص اسے پہچان نہیں سکا تھا وہ کیا خاک اسے دیکھنے آتا وہ ہی پاگل پن کا مظاہرہ کر گئی تھی جو اس کے لیے آج سرفراز احمد کو ہاں کہنے والی تھی۔

میں آپ سے بات نہیں کروں گی دانیال بھائی۔ آنکھوں میں نمی لیے بولی جس پر دانیال نے مددی نظروں سے فریال کو دیکھا۔

ایم سوری شفا میں تمہیں پہنچان نہیں پایا۔ نم آنکھوں سے عارفین کو دیکھتی ہوئی وہ وہاں سے گئی تھی۔

بچی ہے،، آپ اندر آئیں ناں۔ شفا کو کاؤچ پر بیٹھے دیکھ عارفین نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

مجھے گیسٹ روم دکھادے میں سونے کے لیے یہاں آیا تھا۔ رازداری سے کہتے عارفین کو دیکھ فریال نے دانیال کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر مسکراہٹ رینگی تھی۔

چل آجا۔ عارفین کو لیے وہ گیسٹ روم کی سمت بڑھا تھا۔

○○○○○○○○

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

چار گھنٹے کی پر سکون نیند کر کے وہ مسکراتا ہوا اٹھا تھا کہ اپنے بلنک کرتے فون کی سمت متوجہ ہوا۔

جی بابا۔ نیند سے بیداری کے بعد اس کی آواز بھاری ہوئی تھی۔

کہاں ہو برخوردار، ڈائینگ ٹیبل پر اس کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے زید جیلانی نے ردا بیگم سے اس کا پوچھا تھا جنہیں خود اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔

دانیال کے گھر ہوں،، کیاااا۔ عارفین کے بتانے پر انہیں حیرت کا جھٹکا لگا تھا اور ہاتھ میں پکڑی اسپون پلیٹ پر گرتی ایک الگ ہی ساز بناتی ہوئی خاموش ہوئی۔

کیا ہو گیا بابا دانیال کے گھر ہوں خدانخواستہ آپ تو ایسے ری ایکٹ کر رہے ہیں جیسے میں دانیال کے گھر نہیں پتا نہیں کہاں عیاشی کرتا پھر رہا ہوں۔ زید جیلانی کی صدمے سے دوچار ہوئی کیا پر وہ چڑ کر بولا تھا۔

گھر کب آؤ گے۔انہوں نے خود کو کام ڈاؤن کیا اور پانی پینے لگے جیسے حلق میں کچھ پھنسا ہوا نیچے اترا ہو۔

کھانا کھا کر آؤں گا۔پیشانی مسلتے عارفین نے وال کلاک پر رات کے گیارہ بجتے دیکھ کہا۔

آپ ابھی کھانا کھا رہے ہیں۔عارفین نے حیرت سے پوچھا۔

ہاں جب گھر آؤں گا تبھی کھانا کھاؤں گا نا تمہاری طرح تھوڑی نا ہوں میں جو دوستوں کے گھر نیند پوری کرنے چل پڑوں اور پھر کھانا بھی وہیں کھاؤں۔انہوں نے طنزیہ انداز اپنائے جس پر عارفین کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی۔

ہاں اتنے خوش قسمت نہیں ہو سکتے آپ کیوں،، وہ بھی کہاں کم تھا انہیں چھیڑنے کی غرض سے اس نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

کیوں،، پوری بات سننے کے لیے انہوں فوراً سے پہلے پوچھا۔

کیونکہ آپ شادی شدہ ہیں اور ویسے بھی شادی شدہ افراد بیچارے ہی ہوتے ہیں۔ کنفرٹ سائیڈ کرتا ہوا وہ اے سی آف کرتا ڈریسنگ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

بے فکر رہو نیکسٹ منتھ تمہیں بھی بیچارہ نا کہلوایا تو میرا نام بھی زید جیلانی نہیں۔ ان کے ہر اعتماد لہجے پر عارفین کی بھنویں سکیڑی۔

اچھا پھر تو میں یہ کہوں گا کہ آپ کھلی آنکھوں سے خواب دیکھنا بند کر دیں حقیقت میں یہ ممکن نہیں ہونے والا۔ نہایت عاجزی سے کہتا ہوا ان کے کال کٹ کرنے پر مسکرایا تھا۔

OOOOOOOOOOOO

عارفین جیلانی۔ سر فراز احمد کے پکارنے پر عارفین کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ رینگی تھی۔

کیسے ہیں کمشنر سر آپ۔ عارفین کا لہجہ مہذبانہ تھا جس پر سر فراز احمد مسکرائے بنا نہیں رہے تھے۔

ویسے آپ سے میری ملاقات پولیس اسٹیشن میں ہونی تھی مگر دیکھیں آپ سے ملنے کے لیے میں خود ہی آپ کے گھر پہنچ گیا۔ آنکھوں میں شرارت سموئے عارفین نے انہیں دیکھا تھا۔

مجھ سے ملنے آئے ہو یا پھر دانیال سے۔ انہوں نے خاموش بیٹھے دانیال کو دیکھا جو اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش میں سر جھکائے ہوئے تھا۔

دونوں سے۔ عارفین کا کہنا تھا سرفراز صاحب کا قہقہہ ڈائینگ روم میں گونج اٹھا تھا۔

ویسے تم بہت انتظار کروایا ڈنر کے لیے۔ گھڑی میں سوا گیارہ بجتے دیکھ انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

معذرت سر مگر آئی مسٹ سے آپ کے گھر میں بہت سکون ہے پتا ہی نہیں چلا کہ چار گھنٹے بھی گزر گئے۔وہ مبہم سا مسکرائے کہ رابعہ بیگم کے ساتھ آتے ملازمین کو دیکھ وہ خاموش ہوئے تھے۔

عارفین بیٹا یہ خاص آپ کے لیے بنوائی ہے۔ڈائینگ روم میں داخل ہوتی شفا نے تعجب سے بڑی مما کو دیکھا جو عارفین کے پروٹوکول میں کوئی کمی نہیں آنے دے رہی تھیں۔

ایسی بات ہے بڑی مما تو پھر میرے اور سونو کے لیے کیا خاص بنوایا ہے آپ نے۔عارفین جو مسکراتا ہوا مٹن پلاؤ کی ڈش پکڑ رہا تھا شفا کے بولنے پر اسے دیکھنے لگا۔

پوچھو سونو۔ نو سالہ سونو نے بھی گھور کر عارفین کو دیکھا اس کی آپو کے منہ سے وہ پہلے ہی عارفین کی بہت برائیاں سن چکا تھا اور اب دادو کو اس کی خاطر مدارات کرتے دیکھ عش عش کرتا عارفین سے ڈش لینے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔

کام ڈاؤن سونو اس جنگ میں بنا ہتھیار کے لڑنا ہو گا ہمیں۔ سونو کو پکڑ کر بیٹھاتی ہوئی وہ سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

آپو وہ ڈش ہماری ہے۔ سونو تیکھے چتون لہجے میں کہا۔

بے فکر رہو میرے سپہ سالار وہ ڈش بھی ہماری ہے اور یہ فیملی بھی اگر تم میرا ساتھ دو تو۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

وہیں عارفین کی نظریں شفا کے چہرے ٹکی ہوئیں تھیں کیا وجہ تھی جو وہ اس کے مسکراتے چہرے پر سے وہ نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

میں آپ کے ساتھ ہوں آپو۔ سونو کے کہنے پر شفا کے رخسار پر پڑتے خم گہرے ہوئے وہیں عارفین کے لبوں پر میٹھی سی مسکراہٹ رینگی جسے بروقت سنبھالتا ہوا وہ نظریں جھکا گیا۔

کیا ہوا عارفین تم کچھ لے نہیں رہے۔ خالی پلیٹ کو دیکھتے عارفین نے لب بھینچے تھے۔

یہ شفا اور سونو کو دے دیں پہلے۔ اپنے سامنے رکھی ڈش کو رابعہ بیگم کی سمت بڑھاتا ہوا شفا کے حیرت سے کھلے منہ کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

یہ اتنے بھی برے نہیں ہیں آپو۔ میں نے یہ کب کہا کہ یہ برے انسان ہیں بس پہلی ملاقات اچھی نہیں رہی ہماری۔ سونو نے عارفین کو دیکھ کر پہلا کمنٹ پاس کیا جس پر شفا بھی ایگری کرتی ہوئی مٹن پلاؤ پلیٹ میں نکالتی ہوئی ترچھی نظر عارفین پر ڈال گئی جو دانیال کی کہی کسی بات مسکرا رہا تھا۔

شفا بچے ہو گیا ہو تو عارفین کو ڈش پاس کر دو۔ جی بڑے ابو۔ اپنی اور سونو کی پلیٹ میں پلاؤ نکال کر اس نے ڈش عارفین کی سمت بڑھائی۔

آج کل ڈی ایس پی صاحب کے بڑے چرچے ہو رہے ہیں۔ عارفین نے انہیں دیکھا جو مسکرا رہے تھے۔

ایسا کیا کارنامہ انجام دیا ہے انہوں نے۔ سرسری سے انداز میں پوچھتے ہوئے عارفین نے دانیال سے پوچھا تھا۔

چھے ماہ کی کانٹریکٹ میرج کی تھی انہوں نے۔دانیال نے تمسخر سے کہا۔

اچھا پھر، پھر کیا چھے ماہ کے کانٹریکٹ کو چھے سال سے ہو گئے ہیں اب تک ختم ہی نہیں ہوا بڑے ہی کوئی زبان کے کچے انسان ہیں۔مزے لیتے عارفین نے پانی کا گلاس منہ سے لگایا کہ شفا کی بات پر اسے اچھو لگا۔

کوئی غلط بات کہہ دی ہے کیا میں نے۔شفا نے فریال کو دیکھا جو مسکراہٹ دبائے نفی میں گردن ہلا گئی تھی۔

شفا بچے آپ کھانا کھاؤ، کیا بڑے ابو صحیح تو کہہ رہی ہوں جب بندہ اپنی زبان پر قائم ہی نا رہ سکے تو اسے کانٹریکٹ کرنے ضرورت ہی کیا۔اس نے اسپون پلیٹ رکھتے ہوئے شانے اچکائے۔

وہیں عارفین کی سوئی کانٹریکٹ میرج پر آکر رکی تھی گہری ایکسرا کرتی آنکھیں شفا کے سراپے پر ٹکی تھیں وہ مانو جیسے کسی ٹھہرے ہوئے خوبصورت نیلے سمندر کی مانند عارفین کی آنکھوں میں ٹھہری تھی۔

بلکل درست کہہ رہی ہیں شفا جب کانٹریکٹ کیا تھا تو زبان پر پورا اترنا بھی چاہیے تھا نہیں۔عارفین نے دانیال کو دیکھا جو اس کی بات پر ہنسا تھا۔

دو بچے ہوگئے ہیں ان کے اب،اور ویسے میری نظر میں کانٹریکٹ کچھ نہیں ہوتا نکاح میں جو طاقت ہوتی وہ ان کانٹریکٹ پیپرز میں کہاں اس لیے کانٹریکٹ پیپرز ہار گئے اور نکاح نامہ جیت گیا کیوں بابا ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔دانیال نے مسکرا کر سرفراز صاحب کو دیکھا۔

بلکل۔عارفین خاموش رہا مگر دماغ میں کانٹریٹ میرج تو جیسے کنڈلی ڈال کر بیٹھ گئی تھی اور اوپر سے سامنے بیٹھی شفا کو سن کر پر سکون ہوتا مسکرایا تھا۔

کھانا کیسا لگا بیٹا۔رابعہ بیگم کے سوال نے اسے سوچ کے گہرے سمندر سے باہر کھینچا۔

بہت لذیز ہے۔ نظریں کھانا کھاتی شفا پر ٹھہری اور وہیں اس کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

خوش گپیوں کے دوران کھانے کا سلسلہ جاری رہا تھا۔

ooooooooooooooo

عافی شادی کرلو میرے بھائی۔انوشے جو اپنے بچوں کو سلانے کی کوشش کر کے تھک چکی تھی تب وہ عارفین کے کمرے میں آئی تھی اور آتے ہی عارفین شادی نامہ کھول کر بیٹھ گئی تھی۔

نہیں کروں گا۔لبوں پر جبراً مسکراہٹ لیے اس نے انوشے لگ بھگ گھورا ہی تھا۔

کیا مسئلہ کیا ہے تمہارا۔وہ چڑ کر بولی تھی۔

میرا مسئلہ ہی شادی ہے۔اس نے سنجیدگی سے سر پکڑا جیسے تھک گیا ہو سب کو کہہ کر کہ اسے شادی نہیں کرنی۔

جہانگیر بھائی کتنے خوش اور مطمئن ہیں اپنی زندگی سے۔عارفین کی بھنویں داد دینے کے انداز سے چڑھیں۔

وہ میرے سامنے ہیں تم بتاؤ تمہیں کیا ملا شادی کرکے۔دائیاں ہاتھ چہرے پر رکھے عارفین انوشے کو دیکھا جس کے لبوں پر میٹھی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

شیراز جیسے لوونگ کیئرنگ ہزبینڈ ملے اور میرے دونوں بچے۔انوشے کے چہرے محفوظ کن مسکراہٹ کا راج دیکھ عارفین نے مہذ گردن ہلانے پر اتفاق نہیں کیا تھا۔

شیر از لوونگ کیئرنگ ہزبینڈ، ہمم اور وہ دونوں تمہارے بچے یاجوج ماجوج کے ٹیم میمبرانہیں تم خوشی کہہ رہی ہو حد ہے۔آہستگی سے کہتے عارفین نے تعجب سے اسے دیکھا۔

اور جہانگیر بھائی کی تو تم بات ہی نا کرو میرے آگے کتنے خوش ہیں وہ امرحہ بھابھی کے ساتھ مجھے پتا ہے اتنے خوش ہیں کہ خوشی کے مارے سوکھ کر کانٹا جو ہو گئے ہیں صاف دکھتی ہے ان کی خوشی ان کے پچکے ہوئے چہرے کو دیکھ کر۔جل بھن کر کہتا ہوا وہ انوشے کو اپنا ماتھا پیٹنے پر اکسا گیا۔

شادی کے بعد سے جہانگیر بھائی گھن چکر بن کر رہ گئے ہیں شروع شروع میں ہوٹلنگ ہوتی رہی پھر بچوں کے بعد بھابھی نے انہیں پیمپرز اور سیریلک میں الجھا کر رکھ دیا اب خیر سے بچے بڑے ہو گئے ہیں تو خود میں الجھائے رکھتی ہیں کبھی دیکھا ہے تم نے بھابھی کو فٹ فاٹ ہر وقت سر درد

کار و نا رو تی رہتی ہیں اور اوپر سے خواب دیکھ رہی ہیں اپنی اس پھوہڑ بہن کو میرے متھے مارنے کے۔ نجانے کتنے دنوں کی بھڑاس نکالتا ہوا وہ خود کو پر سکون کر گیا تھا۔

یہ تمہیں کس نے کہا کہ ہم تمہاری امبر سے شادی کروائیں گے۔ انوشے نے چونک کر پوچھا۔

کل ماں بات کر رہی تھیں بھابھی سے پوچھ تاچھ کر رہی تھیں اس امبر کی۔ امبر کے نام پر ہی اس کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے کجا کہ اس سے شادی کرنا۔

اس کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔ انوشے نے ناک پر سے مکھی اڑانے کے انداز سے کہا۔

جب کبھی میرا موڈ بنا شادی کا تب تب میرے سامنے جہانگیر بھائی کی زندگی بہترین نمونے کی طرح میرے دماغ میں گردش کرنے لگتی ہے۔ یہ حقیقت تھی جب جب عارفین شادی کے لیے اپنا ذہن بناتا اس ہی لمحے اسے جہانگیر اور امرحہ کی نوک جھوک کا پتا چلتا اور وہ شادی کا خیال کہیں دور جا کر سوتا آیا تھا۔

سب کو تم آگ لگاؤ تم بس ایک دفعہ ہاں تو کرو دنیا جہاں کی خوبصورت بیوی لائیں گے تمہارے لیے دنیا رشک کرے گی ہمارے انتخاب پر۔ وہ کہتی ہوئی مغرور ہوئی تھی۔

رہنے دو بہن میں اپنے حال میں بہت خوش ہوں۔دونوں ہاتھ جوڑ کر کہتا عارفین کنفرٹ منہ دے گیا مطلب گیٹ آؤٹ کی کال کی گئی جس پر انوشے منہ بسورے وہاں سے نکلی تھی۔

OOOOOOOOOOOOOOOO

بیٹھو۔آج زید جیلانی نے عارفین کو اپنے اسٹڈی روم میں بلایا تھا۔

میں نے تمہارے لئے لڑکی پسند کرلی ہے۔انہوں نے بنا بات گھمائے آغاز کیا۔

پر میں شادی نہیں کرنا چاہتا بابا۔اس نے لفظوں پر زور دے کر کہا۔

تم میرے باپ ہو یا میں تمہارا۔ عارفین نے سر جھکاتے ہوئے ضبط سے اپنے لب بھینچے۔

آپ سمجھ کیوں نہیں رہے ہیں بابا مجھے شادی نہیں کرنی۔ تحمل سے کہتا ہوا وہ انہیں دیکھنے لگا۔

یہ جو تم پراپرٹی بنا رہے ہو گاڑیاں جو تم نے خریدی ہیں جو تمہارا بینک بیلنس ہے کیا یہ سب تم ٹرسٹ میں دینے کا ارادہ رکھتے ہو۔ عارفین نے حیرت سے بابا کو دیکھا۔

میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے تھے لہجہ بلکل سپاٹ ہوا تھا۔

پھر شادی کر لو، کیا زندگی میں شادی کرنا ضروری ہے، اس نے الٹا سوال کیا ۔

ہاں کیونکہ انسان کا ایمان نکاح کے بعد پورا ہوتا ہے کیا یہ سب تمہیں بتانا پڑے گا۔ انہوں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

لازمی نہیں ہے بابا۔ وہ لاجواب ہونے کے باوجود بھی بولا تھا۔

تم مجھے مجبور کر رہے ہو کہ میں تمہارے ہاتھ پیر باندھ کر تمہاری شادی کرواؤ۔ عارفین کی آنکھیں حیرت سے باہر آنے کو ہوئیں۔

حد ہے مطلب میں اپنی زندگی کا اتنا فیصلہ بھی نہیں لے سکتا مجھے کوئی حق ہی نہیں ہے۔ احتجاج کرنے کے انداز سے وہ چیئر چھوڑ گیا۔

تمہیں ہی تو حق ہے مگر کچھ ہمارے بھی فرض ہیں جو مرنے سے پہلے ہمیں پورے کرنے ہیں۔ان کا لہجہ مضبوط سے مضبوط تر ہوا۔

ٹھیک ہے وقت دیں مجھے تھوڑا۔اس نے ہار ماننے کے انداز انہیں ٹالنا چاہا مگر وہ کہاں جانتا کہ اس بار پورا وہ ہوم ورک کیے ہوئے تھے۔

اور کتنا وقت چاہیے عارفین، ٹھیک ہے دو دن دیئے تمہیں اس کے بعد میں سرفراز کے گھر باقاعدہ طور پر رشتہ لے کر جاؤں گا۔عارفین نے اپنی آنکھیں سختی میچی اور گہری سانس خارج کی۔

کہاں کھوئے ہوئے عارفین۔وہ آج پھر بگٹی مینشن میں کھانے پر مدعو تھا کھانے

کے بعد چائے کا دورانیہ چلا تھا وہیں عارفین کل زید جیلانی سے ہوئی گفتگو کو سوچتا دونوں ہاتھ آپس میں الجھائے گم بیٹھا تھا۔

کچھ خاص نہیں۔ ہلکی سی مسکراہٹ سجائے عارفین نے چائے کی ٹرے آگے بڑھاتی ہوئی شفا کو دیکھا جسے کے چہرے کی معصومیت دیکھ عارفین کو خود کے ارادوں سے شرمندگی محسوس ہوئی۔

عارفین سر، عارفین کو پولیس یونیفارم میں دیکھ شفا کے شوخ آواز پر عارفین نے بروقت اسے دیکھا۔

پتا ہے مجھے بھی پولیس فورس جوائن کرنے کا بہت شوق ہے۔ مسکرا کر کہتی شفا اسے اس کی سوچ سے کئی زیادہ معصوم لگی۔

کیا یہ مان جائے اور اگر یہ نا مانی تو۔ وہ اپنی ہی سوچوں سے الجھا تھا۔

بہت اچھی بات ہے۔ اس نے سرسری سے انداز سے کہا اور نظریں کپ پر مرکوز کی۔

ایمرجنسی کال ہے میں آتا ہوں۔ ایکسکیوز کرتا ہوا دانیال اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر گیا تھا۔

فریال بھابھی نہیں دکھ رہی۔ وہ اپنے گھر گئی ہوئی ہے۔ عارفین کے پوچھنے پر رابعہ بیگم نے جواب دیا تھا۔

دانیال کو پریشانی کے عالم میں کسی سے بات کرتے دیکھ سرفراز صاحب بھی وہاں سے گئے تھے۔

آپ بھی یہاں سے کیوں دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہی ہیں بڑی مما جائیں اور دیکھیں کیا بات ہو رہی ہے۔پیشانی مسلتے دانیال کو دیکھتی ہوئی شفا بھی خدبد کا شکار ہو رہی تھی تبھی وہ رابعہ بیگم کو باہر دیکھتے دیکھ بولی تھی۔

معذرت بیٹا میں ابھی آتی ہوں۔شفا کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ اٹھ کر وہاں سے گئیں اب سٹنگ روم میں شفا اور عارفین کے سوا کوئی نہیں بچا تھا۔

تم بھی جانا چاہتی ہو تو جا سکتی ہو میں بھی بس چائے ختم کر کے نکلتا ہوں۔ عارفین نے باہر دیکھتی شفا کو مخاطب کیا۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بڑی مما گئیں ہیں ناں وہ مجھے بتا دیں گی۔اپنی خجلت مٹاتی ہوئی وہ مسکرا کر بولی۔

شفا، اس آبرو آچکا کر اسے دیکھا۔

یہ جو میری خاطر مدارا تیں ہو رہی ہیں اس کو میں پہلے نہیں سمجھا تھا اب سمجھ میں آرہا ہے مجھے۔ شفا نے لب دبائے۔

دیکھو شفا میں شادی نہیں کرنا چاہتا ابھی۔
ابھی یا کبھی نہیں۔ سوال کرتی شفا کی بڑی بڑی آنکھیں اس کے وجیہہ چہرے پر رکی۔

تم بھی بہت چھوٹی ہو۔ کنفیوژن کا شکار ہوتا ہوا وہ لفظوں کی توڑ جوڑ کو توڑ موڑ کر کہتا ہوا رکا۔

ہمم۔وہ مسکرائی۔

دیکھو میں نے بابا کو ہاں کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اب کی بار شفا کے چہرے پر شرم کی سرخی نے اپنی جھلک دکھائی تھی۔

پر میں سب کی طرح شادی نہیں کرنا چاہتا۔ناسمجھی سے دیکھتی شفا کی بھنویں سکیڑی تھیں۔

میں کنٹریکٹ میرج کرنا چاہتا ہوں جب تم چاہو گی تب یہ رشتہ ختم ہو جائے گا تم اپنی مرضی سے زندگی گزار سکتی ہو میں اپنی مرضی سے ہم دونوں پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہو گی۔روانگی سے کہتا ہوا وہ شفا کے سپید پڑتے چہرے کو دیکھنے سے قاصر رہا تھا۔

وہیں وہ جو عارفین کو اچھا خاصا سنانے کی غرض سے اٹھی تھی مگر سامنے غصے کی شدت سے دیوار پر مکا رسید کرتے سرفراز صاحب پر اس کی نظر پڑی اور وہ اٹھ کر ان کے پاس گئی تھی۔

مگر وہاں ہوتی بات چیت سن کر اس کے قدم وہیں منجمد ہوئے تھے، آنکھوں سے گرم سیال بہتا اس کے رخسار بھگو گیا تھا۔
وہیں شرمندگی سے سر جھکائے بیٹھا عارفین اس کے مرے مرے قدموں کی آہٹ سن کر مڑا تھا۔

مجھے منظور ہے، مگر اس کنٹریکٹ میرج کا راز ہمارے درمیان رہے گا کسی تیسرے کو اس کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔ شفا کے اتنی آسانی سے مان جانے پر عارفین کو دھچکا ہی تو لگا تھا جس پر وہ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

OOOOOOOOOOOO

تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو۔شفا کی نم نگاہیں اس کے چہرے پر رکی جس کے ساتھ کے خواب وہ پہلے سے ہی بن چکی تھی اب اس ہی کے منہ سے کانٹریکٹ میرج کا سن کر وہ ٹوٹ کر بکھری تھی مگر خود کو مضبوط ظاہر کرتی ہوئی وہ عارفین جیلانی کے مدمقابل کھڑی ہوئی تھی۔

بہت اچھے سے جانتی ہوں اور آپ بھی تو یہ ہی چاہتے ہیں۔شفا کی سرخ پر نم آنکھوں میں دیکھ وہ پل بھر کے لیے شرمندہ ہوا۔

کانٹریکٹ میرج کرنے کے پیچھے میرے پاس سولڈ ریزن ہے مگر تم کیوں ہاں کر رہی ہو۔عارفین کی جانچتی نظریں شفا کے چہرے پر ٹکی ہوئیں تھیں
۔

میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں اور یہاں سب میری جلد از جلد شادی کروانا چاہتے ہیں اس لیے۔عارفین نے ٹھنڈی سانس خارج کی جسم میں جیسے سکون سا اتر گیا اس کا جواب سن کر۔

کیا یہ ہی وجہ ہے۔اب آپ کچھ زیادہ ہی پوچھ تاچھ کر رہے ہیں ایس ایس پی سر۔وہ تڑخ کر جواب دیتی ہوئی اسے خاموش کروا گئی تھی۔

اور اس کانٹریکٹ میرج کی میعاد کس دن ختم ہو گی،،عارفین نے سرد مہری سے پوچھا۔

جس دن میرے بابا مجھے لینے آ جائیں گے اس دن میں آپ کے گھر سے آپ کی زندگی سے بہت دور چلی جاؤں گی کبھی واپس نا آنے کے لیے۔ شفا کے مضبوط کاٹ دار لہجے پر عارفین کے دونوں لب آپس میں پیوست ہوئے تھے۔

کیا یہ صحیح ہے۔ عارفین کے دل میں اٹھی بے چینی مزید بڑھی وہیں اس کی سرخ پر نم آنکھوں نے اسے مزید شرمندہ کیا تھا۔

اوکے جیسے ہی پیپرز تیار ہوتے ہیں میں تمہیں بتا دوں گا۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور نظریں شفا کے اداس چہرے پر جمائی ہوئیں تھیں۔

نمبر ڈائل کر دیں اپنا۔اپنا سیل فون عارفین کو دیتی ہوئی وہ افسردگی سے بولی تھی۔

نمبروں کے تبادلہ ہوا مگر کہیں تو کچھ ہوا تھا جہاں اداسی چھائی تھی محبت نے کہیں دور کھڑے انگڑائی لی تھی یہ کوئی موسم بہار تو نا مگر پھر بگٹی مینشن کے گارڈن میں لگے اکلوتے گلاب کے پودے پر ایک طویل عرصے بعد ننھا سا پھول کھلنے کی خبر پر وہ پودا جھوم کر مسکرایا تھا۔

ooooooooooo

میں نے سوچ لیا ہے میں شادی کروں گا۔عارفین کو دروازے تک چھوڑنے آتے دانیال کے قدم منجمند ہوئے تھے۔

کیا ہوا۔اسے پیچھے رکے دیکھ عارفین اس کے پاس آیا۔

کیا کہا تم نے ابھی۔اسے اپنی سماعتوں پر شک گزرا تھا تبھی وہ عارفین سے پوچھ گیا۔

یہ ہی کہ میں شادی کروں گا اور ویسے بھی بابا نے مجھے اوپن چیلنج کیا کہ ایک مہینے کے اندر اندر وہ میری شادی کروائیں گے بس اس لیے۔عارفین کی مسکراہٹ میں اسے ملاوٹ محسوس ہوئی تھی۔

تُو سچ کہہ رہا ہے۔حیرت سے پوچھتے دانیال کو صدمہ لگا تھا۔

ہاں ہاں میرے بھائی میں سچ کہہ رہا ہوں میں شادی کروں گا اور اگلے مہینے ہی کروں گا۔اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ اس کے ساتھ آگے بڑھا تھا ۔

کس سے۔شفا سے بابا کل آرہے ہیں رشتے کے لیے لگے ہاتھوں بات پکی ہو جائے گی۔دانیال کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔

شفا سے ،کیوں تجھے کوئی اعتراض ہے۔عارفین نے ٹھہر کر پوچھا۔

نہیں،،ہاں،،،پر،،اچانک سے شفا کے نام پر دانیال کی زبان پر لفظ ڈگمگائے تھے۔

اچانک نہیں ہوا یہ سب کافی دنوں سے طے تھا تمہارے بابا اور میرے بابا کافی عرصے سے اس پر غور و فکر کر رہے تھے۔

خیر اب میں چلتا ہوں بابا کو بھی تو ہاں کہنی ہے۔دانیال کے کندھے تھپتھپاتا وہاں سے گیا تھا۔

OOOOOOOOO

اسلام و علیکم۔عارفین کی خوشگوار آواز پر لیونگ روم میں بیٹھے سب نقوش الرٹ ہوئے تھے۔

بارہ بج رہے ہیں ایس ایس پی صاحب۔جہانگیر نے مسکراکر اسے باور کرایا۔

ہاں بس گپ شپ میں وقت کا پتا نہیں چلا گھر میں بڑا سکون ہے غالباً بچے سو گئے ہیں،

ہاں سو گئے ہیں۔ ردا بیگم کے برابر میں بیٹھتا ہوا وہ انوشے کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

کیسے ہیں چھوٹے سالے صاحب۔ شیراز کی لچکدار آواز پر عارفین کی پیشانی پر بل ابھرے اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

آپ بھی آ گئے۔ زور دے کر کہتے عارفین نے شیراز کو دیکھا جو ایسے بانہیں پھیلائے کھڑا تھا جیسے اس کا اور عارفین کا بہت پرانا یارانہ ہو۔

ہاں تمہارے آنے کی خبر ملی تو مجھ سے رہا ہی نہیں گیا جیسے کیسے تین دن گزارے اور آ گیا تمہارے ساتھ وقت گزارنے کے لیے۔ مسکرا کر کہتا ہوا شیراز خود سے عارفین کے ساتھ بغلگیر ہوا تھا۔

خیر سے ایس ایس پی ہوں میرے پاس خود کو دینے کے لیے ٹائم نہیں کجا کہ وقت ضائع کرنے کے۔ انہیں خود سے دور کرتا ہوا وہ چبا کر بولا۔

بابا آپ میری شادی کے بارے میں بات کر رہے تھے فون پر۔ شیراز کو اگنور کیے بولا۔

ہمم۔

تو پھر ٹھیک ہے میں شادی کے لیے تیار ہوں کب کرنی ہے شادی، لڑکی دیکھی ہوئی ہے آپ نے یا نہیں، اس نے عام سے انداز میں سوال کیا۔

اگر نہیں دیکھی ہوئی تو کوئی بات نہیں۔عارفین نے مسکرا کر زید جیلانی کے شاکڈ چہرے کو دیکھتا مسکرایا۔

وہیں پنجوں کے بل گھومتا ہوا وہ سب کو حیرانگی بھری نظروں سے خود کو دیکھتے پا کر اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے تھے۔

یہ سکتے میں کیوں آگئے ہیں آپ سب ،انوشے کل صبح تو تم بھی میرے پاس آئیں تھیں عافی شادی کر لو مجھے دیکھو میں اپنے گھر میں خوش بچے ہیں مکمل زندگی ہے مما بابا بھی پر سکون ہیں میری طرف سے۔آئی تھی ناں تم،اس نے تصدیق چاہی جس پر وہ اثبات میں گردن ہلا گئی۔

اور جہانگیر بھائی آپ بھی تو آئے تھے جب امرحہ بھابھی آپ سے سامان منگوا کم اور چیخ زیادہ رہی تھیں آپ پر، امرحہ کی گردن شرمندگی سے جھکی مگر اسے کہاں پرواتھی کسی کی۔

تب میں نے آپ کو کہا تھا یہ ہیں شادی کے سائیڈ ایفیکٹ بیوی کی لپسٹک شیڈ سے لے کر بچوں کے پیمپرز تک کا خیال رکھنا شادی کہلاتا ہے، یاد آیا۔
جہانگیر نے گردن ہلائی۔

اب میں جب مان گیا ہوں تو آپ لوگ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔
دونوں ہاتھ سینے پر وہ آج سب کو ہارٹ اٹیک دینے کے درپے تھا وہیں
شیراز کے حلق میں کچھ اٹکتا ہوا محسوس ہوا اور وہ
کچن میں جانے کی غرض اسے اٹھ کر وہاں سے گیا تھا۔

ٹھیک ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ گہری خاموشی کے بعد زید جیلانی کی بارعب آواز پر عارفین کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی تھی۔

سرفراز احمد بگٹی کے گھر پر ملے پروٹوکول کو سمجھ گیا تھا میں پھر ان سے میری بات بھی ہو گئی ہے مجھے شفا پسند ہے۔ ردا بیگم نے حیرت سے اپنے بیٹے کو دیکھا جس کے منہ سے وہ پہلی بار کسی لڑکی کے لیے پسندگی کا سن رہی تھیں۔

تم کیا کھا کر آئے ہو وہاں سے۔ جہانگیر کے سوال پر وہ ہنسا تھا اور ہنستا چلا گیا

۔

فرائیڈ رائس، چلی کباب، نان، نہاری، کھویا کھیر، چائے اور بس ہاں سلاد بھی تھی۔عارفین کے تفصیل دینے پر امرحہ نے جہانگیر کے بازوں کو پکڑا تھا۔

یہ پاگل تو نہیں ہو گیا، نہیں بھابھی ابھی تو میں ہوش کے ناخون لیے ہیں پہلے میں سمجھتا تھا پانچوں انگلیاں برابر ہوتی ہیں مگر میں سراسر غلط تھا اب ہر کوئی لڑکی آپ جیسی بیوی تو نہیں بنے گی۔وہ سرگوشیانہ انداز میں کہتی ہوئی وہ جہانگیر کی آنکھیں دیکھانے پر وہ لب دبا گئی۔

مگر اگلے ہی لمحے عارفین کی بات پر سوائے لب کاٹنے کے کچھ نا کہہ سکیں۔

اور تم انوشے اپنے یاجوج ماجوج کے ٹیم میمبر کو لو اور تم اپنے گھر جانے کی تیاری کرو، شادی کی اچھے سے تیاریاں کرنا۔بہت اچھا لگا شیراز بھائی کہ آپ مجھ سے ملنے آئے تو پھر میں آپ لوگوں کی صبح کی فلائیٹ بک کروا

دوں، وہ شیراز کو اندر آتے دیکھ بولا تھا وہیں شا کی نظروں سے عارفین کو دیکھتی انوشے نے اپنی ماں کو دیکھا جن کی حالت بھی اس کے جیسی ہی تھی
۔

میں بھی کیسے سوال کر رہا ہوں کر ہی دیتا ہوں۔ زید جیلانی کے شاکڈ چہرے کو دیکھ وہ ان کی مسکراہٹ پاس کرتا پنجوں کے بل گھما تھا۔

کسی کو کچھ پوچھنا ہے یا کچھ کہنا ہے۔ اس کے پوچھنے پر سب خاموش رہے تھے۔

او کے گڈ نائیٹ ایوری ون ہیو آ سوئیٹ ڈریمز۔ سب کی نیند اڑا کر وہ وہاں سے گیا تھا۔

یہ کیسے ممکن ہے۔ ردا بیگم نے زید جیلانی کو حیرت سے دیکھا۔

کل رات تک تو یہ مجھے انکار کر رہا تھا۔ زید جیلانی زیر لب خود سے بڑبڑاتے ہوئے پریشانی سے پیشانی مسل کر رہ گئے۔

یہ کیسے ہوا، کیوں ہوا، اب یہ سب سوچنا فضول ہے عارفین نے خود سے رضامندی دی ہے تو بس جلد از جلد آپ کو اپنے اس فرض سے بھی سبکدوش ہونے کی تیاری کریں۔ جہانگیر کے عقل مندانہ فیصلے پر زید جیلانی نے اثبات میں گردن ہلائی تھی وہیں سیڑھیوں پر کھڑے عارفین کی آبرو داد دینے کے انداز سے چڑھی تھیں۔

شادی مائے فٹ۔ تنفر سے گردن جھٹکتا ہوا وہ سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○

عارفین کے ہاں کرنے کی دیر تھی اور جیلانی ہاؤس میں شادی کی تیاریوں نے اپنا عروج پکڑا۔

وہیں دوسری طرف بگٹی مینشن میں بھی خوشیوں بھرے ماحول کا سما چھا گیا آخر کو بگٹی مینشن کی اکلوتی اور چہیتی بیٹی کی شادی جو تھی شفا اور عارفین کا رشتہ فکس ہونے کے دو دن بعد اجمل بگٹی بھی یو کے سے پاکستان آن پہنچے تھے اور اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی کی تیاریوں میں وہ کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔

وہیں اپنے کمرے میں بند بیٹھی شفا ایک ہفتے سے عارفین کی کال کا انتظار کرتی ہوئی سب کے چہروں پر بکھری مسکراہٹ کو دیکھ افسردگی کا شکار ہوئی تھی۔

میں جانتی ہوں میں غلط کر رہی ہوں مگر یہ کانٹریکٹ والی شادی کرنا ضروری ہے میرے لیے۔گلاس وال سے نیچے سرفراز صاحب اور اجمل بگٹی کو دیکھتی ہوئی وہ اپنی نم آنکھیں صاف کرنے لگی کہ فون کی چنگھاڑتی آواز سن کر وہ بیڈ پر پڑے فون کی سمت بڑھی جہاں عارفین سر کا نام بلنک ہوتا دیکھ وہ ایک گہری سانس اندر اتار گئی تھی۔

اسلام و علیکم عارفین جیلانی اسپیکنگ۔اس کی آواز سن کر شفا کی آنکھوں میں مزید نمی اتری تھی۔

میں نے آپ کا نمبر سیو کر لیا تھا۔ مختلف سا جواب دیتی ہوئی کمرے کا دروازہ لاک کر گئی تھی۔

گڈ ویری گڈ،،اس کی آواز سن کر ہی وہ جذبز کا شکار ہوا تھا۔

کیسی ہو،

ٹھیک ہوں اور آپ،

ٹھیک ہوں میں بھی۔ وہ ایک دوسرے کے فیانسے ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے سے کترا رہے تھے۔

شفا،ایک طویل خاموشی کے بعد عارفین نے ہمت باندھی تھی۔

کانٹریکٹ پیپرز بن گئے ہیں تم پولیس اسٹیشن آسکتی ہو۔ کانٹریکٹ پیپرز کا سن کر وہ پھیکا سا مسکرائی تھی۔

کب آنا ہے۔ اس نے ٹھہر کر پوچھا تھا۔

ابھی آجاؤ میں فری ہوں اس وقت۔ اس نے فوراً سے پہلے کہا۔

ٹھیک ہے میں آدھے گھنٹے تک آتی ہوں۔ سنجیدگی سے کہتی ہوئی وہ کال ڈسکنیکٹ کر گئی تھی وہیں عارفین نے اپنے بند فون کو دیکھا جہاں سے اب اس معصوم کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔

مجھے برا کیوں لگ رہا ہے یہ اس کا بھی فیصلہ ہے جتنا میرا ہے۔ خود کو پر سکون کرتا ہوا وہ ایک اور چائے کا آرڈر دے گیا تھا۔

بڑی مما، بڑی مما، بلیک کلر کے گھر دار فراک پہنے ہوئے وہ اپنے کمرے سے نکلتی ہوئی رابعہ بیگم کو پکارتی ہوئی نیچے آئی تھی۔

کہیں جا رہی ہو بیٹا۔ اجمل صاحب کے پوچھنے پر شفا کے چہرے پر چھائی سنجیدگی مزید گہری ہوئی تھی۔

جی وہ میں، بڑی مما میں اپنی دوست کی طرف جا رہی ہوں۔ دونوں ہاتھ پیچھے کیے کھڑے ہوئے اجمل صاحب شفا کے بدلے ہوئے انداز کو سمجھنے سے قاصر رہے تھے۔

آؤ شفا میں چھوڑ دیتا ہوں تمہیں۔ نہیں بابا میں چلی جاؤں گی آپ کو کام ہونگے ناں۔وہ آگے بڑھے تھے کہ شفا کے انکار کرنے پر وہ رکے تھے۔

خدا حافظ۔ مسکرا کر کہتی ہوئی وہ وہاں رکی نہیں تھی۔

یہ شفا کو کیا ہو گیا ہے۔کافی دنوں سے شفا کے لیے دیئے انداز پر وہ بلا آخر پوچھ گئے۔

بچی ہے اور ویسے بھی شادی سے پہلے بچیاں اکثر نروس ہو ہی جاتی ہیں۔ رابعہ بیگم کی بات پر سر ہلاتے ہوئے جاتی ہوئی شفا کی پیٹھ دیکھتے رہ گئے تھے ۔

○○○○○○○○○○○○○○○

مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے عارفی کے بابا۔عارفین کے اچانک سے شادی کے لیے مان جانا بڑھ چڑھ کر تیاریوں میں حصہ لیتے دیکھ ردا بیگم پریشان ہو رہی تھیں کہ گیسٹ لسٹ بناتے زید جیلانی نے اپنے ناک پر رکھے چشمے کو درست کیا۔

آپ کیوں پریشاں ہو رہی ہیں بیگم زید جیلانی ہے جب میں آپ پر فدا ہو سکتا ہوں تو عارفین بھی ایک مرد ہی نا۔زید جیلانی کے اندازِ بیان ہر وہ سرخ ہوئیں تھیں۔

اور شفا بیٹی کو تو آپ دیکھ کر آئی ہی ہیں کس قدر پیاری اور معصوم سی بچی ہے کیا پتا وہ ہمارے عارفین کو پسند آگئی ہو اور آپ کو یاد نہیں عارفین نے بھی تو

یہ ہی کہہ کر رہاں کی تھی کہ اسے شفا پسند ہے۔اثبات میں گردن ہلاتی ہوئیں وہ تھوڑی مطمئن ہوئیں تھیں۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ کبرڈ سے جیولری بکس نکالتی ہوئیں وہ دل میں اٹھے وسوسوں کو اگنور کر گئیں تھیں۔

oooooooooooo

تم محض اک شخص ہو گے زمانے کے لئے

میرے لیے کل جہان کی طرح ہو.....!

عارفین کے کیبن میں بیٹھی ہوئی وہ اپنے سر پر ٹکائے ڈوپٹے کو درست کرتی ہوئی ہلکان ہوئی تھی جب اس کی نظر سامنے وال پر لگی عارفین کی تصویر دیکھتی ہوئی وہ حسرت بھری مسکراہٹ لبوں پر سجائے نگاہیں جھکا گئی تھی۔

ایم سو سوری شفاااا،، بلیک کلر کے ڈریس میں ملبوس وہ اسے ہر بار کی طرح اتنی ہی خوبصورت و معصوم لگی تھی جتنی ہر بار دیکھنے پر لگتی آئی تھی۔

کیا لینا پسند کروں گی چائے منگواؤ۔اپنی چیئر سنبھالتا ہوا اس کے چہرے پر نظریں جمائے گویا ہوا۔

کانٹریٹ پیپرز۔بے ساختہ عارفین کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی جس پر شفا نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

بے فکر رہو حکومت کی جانب سے چائے پلا رہا تھا تمہیں نہیں پینی تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ دراز سے پیپرز نکالتا ہوا وہ اپنی خجلت مٹاتا مسکرایا۔

منگوالیں۔ آہستگی سے کہتی ہوئی وہ عارفین کے ہاتھ میں پکڑے پیپرز کو دیکھنے لگی تھی۔

گڈ مجھے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ دوستانہ لہجے میں کہتا ہوا انٹر کمب کے ذریعے وہ اپنے مخصوص حوالدار کو اندر بلاتا ہوا دو چائے منگوا گیا تھا۔

جب تک چائے آتی ہے تم اچھے سے یہ پیپرز پڑھ لو اگر تمہیں اپنی کوئی شرط لکھنی ہے وہ تم لکھ سکتی ہو پھر آفیشل پیپرز بنوالیں گے ہم۔ شفا کی سمت پیپرز بڑھاتا ہوا وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوا تھا جس پر وہ خالی نگاہیں لیے اسے دیکھنے لگی تھی۔

ooooooooooooo

یہ جوڑا کیسا رہے گا عافی کی دلہن کے لیے۔ جیلانی ہاؤس کی تینوں خواتین شاپنگ مال میں موجود شفا کا شادی کا جوڑا پسند کرنے میں ناکام ہوئیں تھیں ۔

مما آپ کو شفا کو ساتھ لانا چاہیے تھا۔ انوشے کو وہ جوڑا کہیں سے بھی شفا کے لیے پسند نہیں آیا تھا عارفین کی شادی کے لیے وہ ہر چیز خاص سے خاص تر خرید رہے تھے وہیں پوری شاپنگ کے دوران امرحہ کا دو کلو خون جل چکا تھا اب بھی وہ جوڑا دیکھ کر منہ کے زاویے بگاڑے ہوئے تھی جو دیکھنے میں کافی خوبصورت و اسٹائلش تھا مگر مجال تھی کہ اس کی نند اور ساس کو کوئی جوڑا بھی شفا کے پسند آیا ہو۔

کیا خیال ہے مما شفا کو بلوا لیتے ہیں۔انوشے نے مشورہ دیا تھا۔

میں نے کال کی تھی اس کے گھر مگر وہ اپنی کسی دوست کے ہاں گئی ہوئی ہے اور واپسی کا کوئی پتا نہیں ہے۔افسردگی سے کہتی ہوئی وہ مزید جوڑے دیکھنے لگیں۔

پھر عافی کو ویڈیو کال پر لے لیتے ہیں اس سے پوچھتے ہیں۔انوشے کی بات پر اتفاق کرتی مسسز زید نے عارفین کو کال ملائی تھی جو مسلسل اس کی جانب سے کٹ کی جارہی تھی۔

اٹھاہی نہیں رہا، آپ کرتی رہیں تنگ آکر اٹھاہی لے گا۔انوشے کی بات پر مسکراتی ہوئیں وہ دوبارہ سے کال کرنے لگی۔

آپ کال لے لیں۔ پیپرز ریڈ کرتی ہوئی شفا عارفین کے بجتے ہوئے فون سے ڈسٹرب ہوئی تھی۔

ماں کی ویڈیو کال ہے۔ عارفین کے بتانے پر وہ اپنے دونوں لب آپس میں پیوست کیے آرام سے اٹھتی ہوئی اپنی کرسی پیچھے کر گئی تھی۔

اٹھا لیں اور میرا امت بتائیے گا۔ اسے باور کرواتی ہوئی وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھتی ہوئی پیپرز کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

جب بندہ کال کٹ کر رہا ہو تو سمجھ جایا کریں کہ بزی ہے وہ۔ کال پک کرتے ہی عارفین نے شکوہ کن لہجہ اختیار کیا۔

رہنے دو عافی مجھے پتا ہے کسی کام میں مصروف نہیں ہو تم۔ حولدار کے اندر آنے پر وہ انہوں خاموش رہنے کا اشارہ کرتا ہوا فون سامنے سے ہٹاتا ہوا ساتھ ہی کال میوٹ کر گیا تھا۔

یہ میم کو دو۔ چائے کا کپ اٹھا کر حوالدار کو دیتا ہوا وہ شفا کو دیکھنے لگا جو اپنا سارا فوکس پیپرز پر مرکوز کیے ہوئے تھی۔

میم جی۔ حوالدار کے پکارنے پر اچانک سے اسے دیکھتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

بہت شکریہ آپ کا۔ جس پر حوالدار مسکراتا ہوا وہاں سے نکلا تھا۔

تسلی سے پڑھنا۔ایک بار پھر اسے ہدایت دیتا ہوا وہ واپس سے کال کی جانب آیا۔

عافی اگر بزی ہو تو میں کال کٹ کر دیتی ہوں۔ مسسز زید نے ڈریسز کو سائیڈ کرتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

نہیں آپ بولیں کیا ہوا ہے شاپنگ ختم نہیں ہوئی کیا ابھی تک۔کانٹریکٹ کی شرائط ورولز پڑھتی شفا نے ایک نظر عارفین کو دیکھا اور واپس سے پڑھنے لگی۔

وہ کیا ہے ناں تمہاری شفا کے لیے شادی کا جوڑا پسند کرنے میں ہمیں مشکل پیش آ رہی ہے۔"تمہاری شفا" پر جہاں عارفین کے لب آپس میں پیوست

ہوئے تھے وہیں شفا کے کان کھڑے ہوئے اور سارا دھیان پیپرز سے ہٹ کر اس کی کال پر ٹھہرا تھا۔

مشکل کیوں ہو رہی ہے۔ شفا سے نظریں چراتا ہوا وہ قدرے آہستگی سے بولا۔

ارے تمہاری شفا کسی سے کم تھوڑی ہے جو اس کے لیے کوئی بھی جوڑا اٹھا کر لے آؤں گی میرے چھتے بیٹے کی دلہن بننے کا اعزاز حاصل ہونے جا رہا ہے اسے۔ عارفین نے اپنی آبرو رب کی وہیں شفا نے ایسے ظاہر کیا جیسے وہ وہاں موجود ہی نا ہو۔

مجھے کال کیوں کی ہے۔ وہ زچ آتا آیا تھا۔

کیونکہ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آرہا تم ہی ڈیسائیڈ کرلو کہ تمہاری دلہن کا ڈریس تمہیں کیسا چاہیے۔ مسسز زید سے فون لیتی ہوئی انوشے بیچ میں بولی تھی۔

میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ عارفین نے اپنے سامنے بیٹھی شفا کو دیکھا جو ایسے ظاہر کیے ہوئے تھے جیسے وہ کچھ سن ہی نا رہی ہو جس پر وہ تھوڑا پر سکون ہوتا ہوا مسکرایا اب اپنے گھر والوں کے سامنے خوش ہونے کی اداکاری بھی تو کرنی تھی اسے جس میں اسے بچپن سے ہی کمال حاصل تھا۔

بکو مت اور دیکھو یہ ڈریس کیسا رہے گا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا انوشے۔ ریڈ اور لائیٹ پیچ کلر کے کمبینیشن کے اس برائیڈل ڈریسز کو دیکھ عارفین کی بھنویں ناپسندگی سے چڑھی تھیں ایک کے بعد ایک ڈریسز دیکھاتی ہوئی

انوشے نے اس سے پوچھا تھا جس پر وہ واقع ہی کنفیوز ہوتا ہوا بیچارگی سے بولا۔

اچھا سنو اپنی آنکھیں بند کرو اور سوچو تمہارے سامنے تمہاری شفا ہے اُس پر ان سب ڈریسز میں سے کونسا ڈریس اچھا لگے گا۔ انوشے نے شرارت سے مسکرا کر کہا۔

آنکھیں کیوں بند کرنی ہے وہ میرے سامنے ہی ہے۔ بے دھیانی میں کہتا ہوا وہ شفا کی حیرت سے دیکھتی آنکھوں سے پریشان ہوتا ہوا اپنی پیشانی مسلنے لگا۔

شفا تمہارے ساتھ ہے۔ انوشے نے چونک کر استفسار کیا وہیں مسسز زید کی آنکھیں سے کھلی تھیں۔

نہیں میری پاگل بہن میرے کہنے کا مطلب تھا اس کا چہرہ ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، آنکھیں بند کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔ مہارت سے بات سنبھالتا ہوا وہ شفا کو سکون کی سانس بھرتے دیکھ مسکرایا تھا۔

یہ والا کیسا ہے۔ایک نظر شفا کو دیکھتا ہوا وہ برائیڈل ڈریسز دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

یہ۔بال کان کے پیچھے اڑستی ہوئی شفا کو دیکھ وہ مسکرا کر نفی میں گردن ہلا گیا تھا۔

یہ والا۔ کتنے ہی ڈریسز وہ شفا کو دیکھ ریجیکٹ کر گیا کہ اس کی نظریں ڈیپ ریڈ کلر کے اُس بھاری کامدار عروسی جوڑے پر ٹھہری جس کا شفا کے ساتھ موازنہ کرتا ہوا وہ اپنے اندر اٹھتے جذباتوں کے زیر اثر منجمند ہوا تھا۔

اتنا مہنگا ڈریس۔ امرحہ نے تڑپ کر اس ڈریس کو دیکھا جو واقع قابل تعریف تھا۔

میرے پیسے لگ رہے ہیں آپ کے شوہر کے نہیں پہلے ہی رونا ڈال دیا ہے۔ اس نے تڑخ کر کہا جس پر اپنی عزت افزائی پر امرحہ نے اپنے لب بھینچے تھے۔

انہیں اگنور کرو اور اس ڈریس کو ڈن کر لو۔ شفا کو اس ڈریس میں سوچ کر ہی اس کے لب خود بخود مسکرائے تھے اس عجیب سے احساس کو فوراً سے جھٹکتا ہوا پیپر بند کرتی شفا کو دیکھ کر خود پر سنجیدگی کا خول چڑھا گیا تھا۔

شکر ہے تمہیں کچھ پسند تو آیا۔ تھک کر کہتی ہوئی انوشے کال ڈسکنیٹ کر گئی تھی اور وہیں دوسری چیئر پر بیٹھتی ہوئی شفا نے پیپر ٹیبل پر رکھے تھے

۔

اچھے سے پڑھ لیا تم نے۔ فون ٹیبل پر رکھتے ہوئے عارفین نے مسکرا کر پوچھا۔

جی میں نے پڑھ لیا ہے۔ چائے کے کپ کو لبوں سے لگاتی ہوئی وہ عارفین کے سامنے رکھی چیئر پر آن بیٹھی تھی۔

ڈریس لے لیا۔اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

ہاں۔چاہے پیتے عارفین نے اس سے نظریں چرائی تھیں۔

تمہاری کوئی شرائط وغیرہ نہیں ہیں۔حیرانگی سے پوچھتے عارفین نے چائے پیتی شفا کو دیکھا جو فی الوقت اپنا سارا دھیان چائے پینے پر لگائے ہوئے تھی۔

اس میں چند شرائط ایسی ہیں جو مجھے قبول نہیں ہیں۔خالی کپ ٹیبل پر رکھتی ہوئی وہ قدرے آہستگی سے بولی۔

مطلب۔اس کی بھنویں نا سمجھی سے سکیڑی تھیں۔

مطلب صاف ہے مجھے کچھ رولز قبول نہیں ہیں۔ سر پر ٹکائے ڈوپٹے کو سیٹ کرتی ہوئی وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

مثلاً۔ عارفین نے استفسار کیا۔

مثلاً یہ کہ اس میں لکھا ہے ہم دونوں مطلب آپ اور میں سب کے سامنے ہزبینڈ وائف پلے کریں گے اور کمرے میں دوستوں کی طرح رہیں گے یہ کونسی تک ہوئی، عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اور ویسے بھی میری کچھ شرائط ہیں جو یہ ہیں۔ شفا کو پین اٹھاتے ہوئے دیکھ وہ پیپرز کو دیکھنے لگا جس پر شفا اپنی شرائط لکھنے لگی تھی۔

ایسا نہیں ہوگا ہم کمرے میں اجنبیوں کی طرح ہی رہیں گے دوست بن کر نہیں رہیں گے ،ایک دوسرے کی پرائیویسی کا خیال کریں گے جیسے میں بیڈ پر سوؤں گی اور آپ صوفے پر۔اب کی بار عارفین کی آنکھیں حیرت سے باہر آنے کو ہوئیں۔

میں آپ کے گھر والوں کے ساتھ ہمیشہ اچھے سے پیش آؤں گی نا کہ آپ کی شرط کے حساب سے ان سے کوئی لڑائی جھگڑا کروں گی میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔کڑے تیور لیے بولی تھی جس پر اپنی اس شرط پر عارفین نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے۔

اور آپ کو میری پڑھائی کا خرچ اٹھانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے میرے پاس اتنی ان کم ہے جس سے میری اسٹڈی کمپلیٹ ہو جائے گی اور ویسے میں کونسا اپنے گھر والوں سے رشتے ناطے توڑ کر آپ سے شادی

کر رہی ہوں۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتا ہوا عارفین اپنی چیئر چھوڑ کیبن کے توسط میں چکر کاٹنے لگا تھا۔

سب سے مین اور ایمپارٹنٹ بات میرے اور آپ درمیان ہمیشہ چار انچ کا فاصلہ قائم رہنا چاہیے۔ عارفین کے چلتے قدم رکے تھے۔

تمہیں میں ایسا لگتا ہوں کہ میں تمہارے قریب آنے کی کوشش کروں گا، گہری سانس اپنے اندر اتارتا ہوا اس کی بات ہضم کرنے کی سعی کرنے لگا جب برداشت نا ہوئی تو وہ تڑپ کر گویا ہوا۔

عارفین سر آپ غلط سمجھ رہے ہیں لیکن انسان کے جذبات اور حالات بدلنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا اس لیے اس کانٹریکٹ کے دوران آپ مجھ سے اپنے حق کا کوئی تقاضہ نہیں کریں گے نا میرے قریب آئیں گے اور یہ

میرا رائٹ ہے۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے عارفین نے تعجب سے اسے دیکھا جو کچھ پہلے تک اسے معصوم لگ رہی اب کہاں سے وہ اتنی سمجھدار بن بیٹھی تھی۔

اگران میں سے تمہاری کوئی شرط جو میں پوری نا کرنا چاہوں تو۔دانت دبائے خود پر ضبط کرتا ہوا وہ شفا کے پاس آکر رکا۔

تو پھر اس کے لیے میں نے ہرجانہ سوچ رکھا جو بھی رولز کو توڑے گا اسے سزا ملے گی۔مضبوط لہجے میں کہتی ہوئی اسے لاجواب کر گئی تھی۔

سزا۔وہ ہنسا۔

جیسے کہ۔جب کوئی رولز توڑے گا تب ہی اس کی سزا ڈیسائیڈ ہو گی۔ پین پیپر پر چھوڑ وہ چیئر چھوڑ گئی تھی۔

اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو بتا سکتے ہیں۔دونوں ہاتھ سینے پر باندھتی ہوئی مضبوط لہجے میں بولی۔

نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ہاں اگر تمہیں کوئی اور شرائط لکھنی ہو تو وہ بتا دو وہ کیا ہے ناں آفیشل پیپرز میں ایڈ کروانے ہونگے مجھے۔ناچاہنے کے باوجود بھی عارفین کو اس کی شرائط سن کر غصہ آیا تھا۔

ہاں اور ہیں تو صحیح وہ میں سوچ کر آپ کو بتا دوں گی پھر آپ ایڈ کروا دیجیئے گا ۔مسکرا کر کہتی عارفین کے کڑے تاثرات پڑھنے سے انجان رہی تھی۔

ٹھیک ہے۔ جبڑے بھینچے ہوئے وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے مسکرایا تھا۔

اب میں چلتی ہوں خدا حافظ۔ وہ کہہ کر وہاں رکی نہیں تھی۔

OOOOOOOOOOOOO

کہاں رہ گئی تھی تم۔ گھر پہنچتے ہی وہ کچن میں آئی تھی اور فریزر سے پانی کی بوتل نکالتی ہوئی وہ فریال کی آواز پر ڈر کر اچھلی تھی۔

ڈرا دیا بھابھی آپ نے۔ گلاس میں پانی نکالتی ہوئی وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی
۔

اچھا سوسوری، وہ ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے وہ اسے یک ٹک دیکھتی رہیں۔

شفا کہاں گئی تھیں تم۔ پانی کا گلاس منہ سے لگائے کھڑی شفا نے گھبرا کر انہیں دیکھا تھا۔

بتایا تو تھا دوست سے ملنے گئی تھی کیوں کیا ہوا۔ اپنی گھبراہٹ چھپاتی ہوئی وہ پانی کی بوتل فریزر میں رکھتی ہوئی پوچھنے لگی۔

ایسے ہی وہ مما پوچھ رہی تھیں تمہارا اور تمہارے سسرال سے بھی فون آیا تھا تمہیں شاپنگ پر لے کر جانا چاہ رہے تھے شادی کا ڈریس خریدنا شاید۔ شفا کے شانوں پر ہاتھ رکھتی ہوئی فریال نے مسکرا کر جواب دیا۔

اچھا تو پھر یہ انہیں پہلے بتانا چاہیے تھا میں پلین ہی نا بناتی آج کا۔ صفائی سے جھوٹ بولتی ہوئی وہ فریال سے نظریں ملانے سے گھبرا رہی تھی۔

ویسے ڈریس کی پک سینڈ کی ہے انہوں بہت خوبصورت ڈریس لیا انہوں نے اور کہہ رہی تھی عارفین نے خود پسند کیا ہے۔فریال کے چہک کر کہنے پر وہ سختی سے آنکھیں میچ گئی تھی۔

آؤ تمہیں دکھاتی ہوں۔اس کا ہاتھ پکڑے وہ کچن سے نکلتی ہوئی سٹنگ روم میں رکھے اپنے فون کو اٹھاتی ہوئی اسے اپنے ساتھ بیٹھا گئیں تھیں۔

یہ دیکھو خوبصورت تو ہے ہی اور اسٹائلش بھی بہت ہے۔فریال جو کئی بار ڈریس کی فوٹوز دیکھ چکی تھی ہر بار دیکھنے پر یوں ہی تعریف کرتی نہیں تھک رہی تھی۔

پیارا ہے۔ شفا کے عام سے انداز میں کہنے پر فریال نے چونک کر اسے دیکھا ورنہ لڑکیاں تو اپنی شادی کا ڈریس دیکھ کر چہک اٹھتی ہیں مگر وہ تھی جس پر ذرا فرق نہیں پڑا تھا۔

تمہیں پسند نہیں آیا۔

نہیں تو بہت اچھا لگا ہے مجھے۔ فریال کی جانچتی نظروں سے خائف ہوتی ہوئی وہ فورا سے پہلے بولی۔

سچ میں۔ کیا یار فریال بھابھی آپ تو ایسے شک کر رہی ہیں جیسے پولیس آپ کے شوہر نہیں آپ ہیں۔ شرارت سے کہتی ہوئی وہ فریال کے گال کھینچتی ہوئی اٹھی تھی۔

میں جارہی اپنے کمرے میں آرام کرنے۔شفا کو جاتے دیکھ وہ دانیال کو کال ملا گئیں تھیں آخر کو انہیں بھی تو شادی اور بڑی عید کی بھی شاپنگ کرنی تھی آخر کو دن ہی کتنے رہ گئے تھے شفا اور عارفین کی شادی میں۔

oooooooooooooo

میں کیوں دکھ منا رہی ہوں اس کانٹریکٹ میرج کا، جبکہ مجھے تو خوش ہونا چاہیے، جیسے بھی ہو رہی شادی ہو رہی ہے میری اور ویسے بھی یہ شادی والی بربادی ایک ہی بار ہوتی ہے تو مزے لے کرنی چاہیے۔اپنے کمرے میں آتے ہی اس کی نظر بیڈ پر بکھرے اپنے کپڑوں پر پڑی تھی جو رابعہ بیگم نے اس کے خریدے تھے انہیں دیکھتی ہوئی وہ کھل اٹھی تھی۔

کیا ہوا جو میرا پہلا پیار ادھورا رہ گیا مگر یہ پیار تو پورا ہو رہا ہے اتنے سارے کپڑے مل رہے ہیں مجھے ویسے فائدہ میرا ہی اس کانٹریکٹ میرج نا شوہر کے کاموں کی جھنجھٹ آرام سے جیوؤں گی اپنی لائف اور پھر جب اسسٹینٹ کمشنر بن جاؤں گی پھر یہ کانٹریکٹ والی جھنجھٹ بھی ختم بس پھر چل پڑے گی تیری گاڑی من چاہے سفر پر بنا کسی کے ہمسفر کے۔ مسکرا کر سوچتی ہوئی وہ آخر میں افسردہ ہوتی ڈریسز دیکھنے لگی۔

فریال بھابھی آپ شاپنگ پر جا رہی ہیں ناں۔ اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی ہوئی وہ بلند آواز میں بولی تھی۔

ہاں کیوں کیا ہوا تمہیں منگوانا ہے۔ نک سک سی تیار ہوئی فریال اس کے پاس آئی تھی۔

فیس پیک منگوانا تھا اب پرسوں عید بھی اور برائیڈ بھی ہوں کچھ تو تیاری بنتی ہے میری بھی۔ ٹھیک ہے میں لے آؤں گی۔ اس کے گال پر ہاتھ رکھتی ہوئی فریال نے مسکرا کر کہا تھا۔

شفا سنو گھر پر ہی ہے میں مما اور دانیال جا رہے ہیں خیال رکھنا تم دونوں اپنا ۔شفا نے اثبات میں گردن ہلائی اور سونو کے کمرے کی جانب بڑھی۔

سونو بادشاہ۔ ویڈیو گیم کھیلتے سونو نے ترچھی نظر اس ڈالی جو دونوں ہاتھ پیچھے کیے کھڑی ہوئی تھی۔

ناراض ہو ذوہان مجھ سے، نہیں تو، نروٹھے پن سے کہتا ہوا وہ ویڈیو گیم کھیلنے میں مصروف رہا۔

پھر بات کیوں نہیں کر رہے تم مجھ سے۔ اس نے بھنویں سکیڑے اسے گھورا جو اسے یکسر اگنور کیے ہوئے تھا۔

سونو میں بہت جلد یہاں سے جانے والی ہوں، کیا تم ایسے اپنی آپو کو رخصت کرو گے تم تو میرے فرینڈ ہو اور فرینڈز اس طرح ناراض نہیں ہوا کرتے۔ معصوم سے کہتی ہوئی وہ ہونٹ لٹکاتی ہوئی بولی۔

آپ کچھ دنوں سے بدل گئی ہیں آپو۔ ریموٹ سائیڈ پر پھینکتا ہوا وہ اس کی گود میں چڑھا تھا۔

نہیں تو میں تو ویسی ہی ہوں بس تھوڑی سی سیڈ ہو گئی۔
کیوں، شفا کو چپ ہوتے دیکھ وہ فوراً سے پہلے پوچھ گیا تھا۔

کیونکہ اب میں شادی کر کے یہاں سے چلی جاؤں گی تو میری دھنو۔ وہ کہتی ہوئی رکی اور اسے گود میں بیڈ کے جانب بڑھنے لگی تھی۔

دھنو کو تو آپ اپنے ساتھ لے کر جانے والی ہیں۔ اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کی گود میں چڑھا ہوا سونو اداس ہوا تھا۔

نہیں لے کر جاؤں گی وہ تمہاری ہوئی۔ سچی۔ ی۔ ی۔ سونو کی آنکھیں حیرت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔

مچی میری جان، اس کے گال چومتی ہوئی وہ اسے خوش دیکھ مسکرائی تھی۔

آپ جو مجھے اپنی دھنو دے رہی ہیں کیا آپ کا پولیس والا آپ کو گاڑی دے گا۔ عارفین کو سوچ کر اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

گاڑی کیا بچو تم دیکھتے جاؤ وہ مجھے کیا کیا دیتا ہے۔ شرارت سے کہتی ہوئی وہ اسے لیے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

پتا ہے سونو میں سوچ رہی تھی کہ کیوں نا ہم دونوں مل ڈانس پریکٹس کریں ۔ سونو کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

ہاں میرے پاس بہت سے گانے ہیں ہم ابھی سے اسٹارٹ کریں۔ شفا کے کہنے کی دیر تھی کہ سونو چہک اٹھا تھا۔

ooooooooooooo

بڑی عید کی خوشیاں ہر سو پھیلی ہوئیں تھیں وہیں جیلانی ہاؤس میں یہ عید اس کے لیے بھی خوشی کا باعث تھی کیونکہ عید کے سات دن بعد ہی عارفین کی شادی طے پائی گئی تھی۔

چلیں جلدی عید نماز کے لیے دیر ہو رہی ہے۔ سفید رنگ کاٹن کے کلف زدہ سوٹ میں بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے عارفین سب سے پہلے تیار ہو کر نیچے آیا تھا وہیں اس کے پیچھے زید جیلانی بھی سفید ہی رنگ کے سوٹ ملبوس اسے سب سے پہلے تیار دیکھ ذرا حیران نہیں تھے جانتے تھے عارفین کی بچپن کی عادت تھی عید پر سب سے پہلے تیار ہو کر آنے کی۔

جہانگیر بھائی چلیں جلدی، ریسٹ واچ میں ٹائم دیکھتا ہوا وہ ہانک لگاتا ہوا زید جیلانی کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

امرحہ میری ریسٹ واچ کہاں رکھ دی ہے تم نے۔ پتا نہیں کہاں ہے آپ ایسے ہی چلے جائیں۔ اب بھی وہ ریسٹ واچ ڈھونڈتے ہوئے امرحہ کے جواب پر ایک سرد نظر اس پر ڈال باہر نکلا تھا۔

عارفین پرانی چپل پہن آؤ مسجد میں چوری ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔
عارفین کو نئی پشاوری چپل پہنے دیکھ انہوں نے اسے ٹوکا تھا۔

ایز آ ایس ایس پی میری یہاں کی مسجد میں پہلی عید نماز ہے بابا اب میں پرانی چپل پہن کر جاؤں اچھا تھوڑی لگے گا۔ بلیک کلر کی پشاوری چپل کو دیکھتا ہوا وہ مغروریت سے گویا ہوا تھا۔

مرضی ہے تمہاری۔ جہانگیر کو آتے دیکھ زید جیلانی نے شانے اچکائے اور آگے بڑھے۔

افف۔ جہانگیر کو کمرے سے بال بنا کر نکلتے ہوئے دیکھ عارفین نے ٹھنڈی سانس بھری تھی۔

دوسری طرف بگٹی مینشن میں بھی عید قرباں کی تیاریاں عروج پر تھی۔

سرفراز صاحب اور اجمل صاحب اور دانیال بگٹی اور سونو عید نماز کے لیے گھر سے نکلے تھے۔

اور گھر کی تمام عورتیں بھی تیار ہوتی ہوئی تیاریوں میں مصروف ہوئیں تھیں۔

عید نماز ادا کر کے نکلتے ہوئے زید جیلانی کے ہمراہ عارفین، جہانگیر مسجد سے باہر نکلے ہی تھے کہ عارفین نے اپنی پشاوری چپل کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تھیں۔

کیا ہوا عارفین چلو دیر ہو رہی ہے۔ بابا میری چپل نہیں مل رہی۔ اپنے علاقے کے ایس ایس پی سے سے ہاتھ ملا کر جاتے ہوئے لوگوں کے ہجوم سے نکلتے ہوئے عارفین آہستگی سے کہا جبکہ نظریں اب بھی اپنی چپل کی تلاش میں تھیں۔

چوروں کو پڑ گئے مور۔ استہزاء ہنسی ہنستے ہوئے زید جیلانی نے تپتی دھوپ میں ننگے پاؤں کھڑے عارفین کو دیکھا تھا۔

تم سب کو لوٹتے ہو آج کسی نے تمہیں لوٹ لیا ویسے چور پولیس کی یہ گیم تو شروع سے چلتی آئی ہے۔ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے عارفین نے اپنے بابا کو دیکھا تھا جو اس کا مذاق اڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے تھے۔

ویسے جہانگیر علاقے کے ایس ایس پی صاحب ننگے پاؤں چلتے ہوئے کیسے لگے گیے۔ عارفین نے ضبط سے اپنی پیشانی مسلی اور ان سے پہلے ہی آگے بڑھا تھا جانتا تھا اگر وہ مزید وہاں رکتا تو زید جیلانی کے طنز کے نشتر اسے گھائل کر کے ہی چھوڑیں گے۔

پانچ منٹ سے پہلے پہلے گونڈل میری چپل لے کر پہنچو۔ زید جیلانی کے مسکراتے چہرے کو دیکھ وہ ٹھہر کر مسکرایا تھا۔

آپ لوگ چلیں میں آتا ہوں۔ وہ وہیں رکا تھا۔

قربانی کے لیے نہیں چلو گے۔ بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے جہانگیر نے استفسار کیا۔

چلوں گا۔ تو پھر چلو ننگے پاؤں ہی چلنا پڑے گا تمہیں۔ جہانگیر مسکرا کر کہا۔

ایس ایس پی عارفین جیلانی پر ابھی اتنے برے دن نہیں آئے کہ وہ اپنی ایک چپل کے گم ہو جانے کا ماتم منائے تھوڑی رک جائیں آپ لوگ یہنی میرے ساتھ پھر چلتے ہیں۔ مضبوط لہجے میں کہتا ہوا ریسٹ واچ میں ٹائم دیکھتا ہوا سامنے سے بھاگ کر آتے گونڈل کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

یہ گونڈل کیوں بھاگ کر آرہا ہے۔ زید جیلانی نے حیرت سے استفسار کیا۔

میرا سرکاری ملازم ہے پولیس والا ہوں ناں تو میرے ایک حکم پر بھاگتا پھرتا ہے۔عارفین کا انداز آگ لگانے والا تھا جس پر زید جیلانی دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔

سوری سر جی تھوڑی دیر ہو گئی۔نیچے چپل رکھتا ہوا گونڈل ہانپتے ہوئے گویا ہوا۔

ریلکس گونڈل۔اس کی پیٹھ سہلاتا ہوا چپل پیر میں اڑسنے لگا تھا۔

میری لائف کے دو اصول ہیں گونڈل ایک جو گزر جائے اس پر رونا نہیں چاہیے،

دوسرا ٹینشن لے کر خود کو کمزو نہیں کرنا چاہیے جب اللہ نے آپ کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی ہے تو اس کا استعمال بھی کرنا چاہیے۔گونڈل کے

شانے پر ہاتھ رکھ کر چلتا ہوا وہ زید جیلانی کو دیکھ کر بولا تھا جیسے وہ سننا ہی انہیں چاہتا ہو۔

کیا بابا آپ اس کے ساتھ بچے بن رہے ہیں۔ جہانگیر نے عارفین کو مسکراتے دیکھ کہا۔

مزہ آتا ہے اسے چھیڑنے اور تنگ کرنے میں۔ شرارت سے لبریز لہجے میں کہتے ہوئے وہ مسکرائے تھے۔

○○○○○○○○○○○

خوش گوار ماحول میں جیسے کیسے عید گزری تھی وہیں شادی کی تیاریاں اپنا عروج پکڑے ہوئے بگٹی مینشن نے خوشیوں کی برسات کرتی اٹھلائی تھی۔

تازے گیندے اور وائیٹ گلاب سے پورپور سجا بگٹی مینشن کسی دلہن کی مانند سجایا گیا تھا آخر کو بگٹی مینشن کی اکلوتی بیٹی شفا جمل کی مہندی کا جو فنگشن تھا خاندان بھر مہمان مدعو کیے گئے تھے بس سوائے انس کے جو فلائیٹ نا ملنے پر یو کے میں بیٹھا ہوا ہر فنگشن ویڈیو کال پر انجوائے کر رہا تھا۔ وہیں اسٹیج پر مہندی کے مناسبت گہرے سبز رنگ کے خوبصورت جوڑے میں شفا کا جھینپا جھینپا سا روپ اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگائے ہوئے تھا۔

شفا کی مہندی کی رسم کر کے بگٹی مینشن کے سبھی مرد حضرات نے جیلانی ہاؤس کا رخ کیا تھا۔

یہ ہے جیلانی ہاؤس جسے عالیشان طریقے سے سجایا ہوا تھا چھوٹی چھوٹی قمقماتی لائیٹس اور تازے پھولوں سے کی گئی خوبصورت سجاوٹ کی وجہ یہ تھی یہاں زید جیلانی کے چھوٹے بیٹے عارفین جیلانی کی مہندی کا فنکشن اپنا عروج پکڑے ہوئے تھا۔

وہیں اسٹیج پر وائیٹ کاٹن کے کلف زدہ سوٹ پر گرین کلر کی بیٹس لگی واسکٹ میں ملبوس وہ لٹکے ہوئے آم کی مانند منہ لٹکائے بیٹھا ہوا تھا جیسے اس کی مہندی کا فنکشن نہیں پڑوس کے ادھیڑ عمر دس بچوں کے باپ کی مہندی کا فنکشن ہو۔

کیا یار عارفین تھوڑی تو خوشی ظاہر کرو تمہاری ہی شادی ہو رہی ہے یار کل تک تو بڑا خوش تھے۔ایکو ساونڈ سسٹم کے باعث اونچی آواز میں بولتا ہوا

دانیال اس کے پاس آیا تھا جس پر وہ مہذ تر چھی نظر ڈال کر سامنے نچاتے ہوئے اپنے بھائی بھابھی کو دیکھنے لگا۔

تیرے واسطے فلک سے میں چاند لاؤں گا
سولہ سترہ ستارے سنگ باندھ لاؤں گا

لاہی نادوں چاند ستارے توڑ کر میں تو ایک انڈا بھی لا کر نادوں ہو نہہ۔
دانیال اور امرحہ کو ڈانس کرتے دیکھ وہ کلس کر گویا ہوا۔

چاند تاروں سے کہو ابھی ٹھہرے ذرا
پہلے عشق لڑا لوں اس کے بعد لاؤں گا

یہ عشق، یہ پیار محبت ہو ہی نا جائے اس سے مجھے اللہ نے ایک دوست دیا اور دیا بھی تو یہ منحوس جو خود میری بربادی پر ایسے بھنگڑے ڈال رہا ہے جیسے نجانے میری شادی نا ہو گئی کوئی انیس سو ساٹھ کی پانی پت کی جنگ فاتح کرلی ہو۔

انگشت کی انگلی سے اپنی ناک کو ہلکا سا رب کرتا ہوا جل بھن کر خوشی سے ہاتھ اٹھا کر ڈانس کرتے دانیال کو دیکھا۔

ویسے انہیں خوشیاں مناتے دیکھ میں کیوں جل بھن رہا ہوں میری کونسا سچی والی شادی ہو رہی ہے کانٹریکٹ میرج ہے اس میں تو خوش ہوا جا سکتا ہے۔

وہ سوچ کر مسکرایا تھا یہ پہلی مسکراہٹ تھی جو پورے فنکشن میں اب عارفین کے لبوں پر پھیلی تھی۔

کیا یار عافی آ تھوڑا ڈانس وانس کر ایک ہی بار تو ہوتی ہے شادی انجوائے کر۔ ہاتھ پکڑ کر لگ بھگ کھینچ کر دانیال نے اسے اسٹیج سے اتارا تھا۔

مجھے تجھ سے بات کرنی ہے۔ کیا بات کرنی ہے۔ عارفین کے دونوں ہاتھوں کو اوپر کیے وہ اسے کے بولنے پر بھنویں سکیڑے وہ ہلکا سا اس کی سمت جھکا۔

مجھے تجھ سے اکیلے میں بات کرنی ہے ڈیش۔۔۔۔انسان۔ چبا کر کہتا ہوا وہ اپنے ہاتھ چھڑوا گیا۔

کیا ہو گیا کوئی سیریس بات ہے۔ عارفین کے سخت رد عمل پر دانیال فورا اس کے ساتھ سائیڈ پر آیا تھا۔

مجھے شفا سے بات کرنی ہے ابھی اور اسی وقت۔ عارفین نے بنا کوئی تمہید باندھے بات کا آغاز کیا۔

تو پاگل ہو گیا ہے۔ دانیال نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

ہاں ہو گیا ہوں پاگل سن لیا اب چل۔ اس نے کہا۔

عارفین بات کو سمجھ ابھی نہیں مل سکتا تو شفا سے۔ رسانیت سے کہتے دانیال نے اسے روکنا چاہا۔

کیوں نہیں مل سکتا۔ اس نے غصے سے کہا۔

دیکھ مہندی کے فنگشن اور نکاح کے لیے جائیں گے سب پھر ملاقات کا بندوست کرواسکتا ہوں اس سے پہلے کچھ نہیں ہو سکتا۔عارفین کو خاموشی سے لب بھینچے دیکھ وہ تھوڑا پر سکون ہوا۔

کچھ توقف بعد عارفین بگٹی مینشن میں نکاح کے لیے موجود تھا۔۔

کب ملوائے گا۔وہاں پہنچتے ہی عارفین نے دانیال کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا تھا

۔

صبر رکھ بھائی تو کوئی نروس نہیں ہو رہا ہے اب تو بے صبرا ہو رہا ہے۔
عارفین کی جلد بازی پر ہنستا وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چلنے لگا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○

شفا بچے۔ بیڈ کے بیچوں بیچ بیٹھی ہوئی سر فراز صاحب کی آواز پر اپنی نم آنکھیں جھکا گئی تھی۔

ابھی تھوڑی دیر تک قاری صاحب آئیں گے کچھ ہی لمحوں میں تم عارفین کی ہو جاؤ گی فقط تین ہمیں پرایا کر دیں گے، میں نے صرف تمہیں اپنی بیٹی کہا نہیں ہے بلکہ مانا بھی اب تمہارے دور جانا کا خیال بھی میری جان نکال رہا ہے، تم دنیا کے لیے اجمل بگٹی کی بیٹی ہو پر میرا رب جانتا ہے مجھے تم میرے دونوں بیٹوں سے زیادہ عزیز ہو۔ پر نم لہجے میں کہتے ہوئے وہ شفا کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔

بڑے ابو۔ آنکھوں سے بہتا گرم سیال اس کے رخسار بھگوتا ہوا اب سر فراز صاحب کے ہاتھ کو بھگونے کو تیار ہوا تھا۔

آپ میرے لیے کبھی بھی پرائے نہیں ہو سکتے آپ میرے بڑے ابو ہیں اور ہمیشہ میرے بڑے ابو ہی رہیں گے۔ان کے سینے پر سر رکھتی ہوئی وہ سسک اٹھی تھی۔

بھائی صاحب قاری صاحب آگئے ہیں۔شفااور سرفراز صاحب کو روتے دیکھ اجمل صاحب ان کے پاس آئے تھے۔

شفا میری جان۔اجمل صاحب کے پکارنے پر اس کی نم نگاہوں میں شکوہ گھلا تھا۔

اللہ پاک میری بیٹی کے نصیب اچھے کرے م اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے وہ پرنم لہجے میں گویا ہوئے تھے۔

بھابھی فریال بیٹا آجاؤ۔ خاموش کھڑی ہوئیں رابعہ بیگم اور فریال اثبات میں گردن ہلاتی ہوئی شفا پر سرخ رنگ کے ڈوپٹے کا گھونگھٹ نکال کر اس کے برابر میں آکر بیٹھ گئیں تھیں۔

کچھ لمحوں میں وہ شفا اجمل سے شفا عارفین جیلانی بن گئی، مگر کیا وہ ساری عمر شفا عارفین جیلانی بن کر رہ سکتی نہیں یہ شادی تو کانٹریٹ ایک ڈیل تھی جو اس نے عارفین نے مل طے کی تھی۔ سرخ رنگ ڈوپٹے کا گھونگھٹ میں چھپی ہوئی وہ خاموشی سے آنسو بہاتی ہوئی اپنے ہاتھوں میں لگی مہندی کو دیکھنے لگی جواب سوکھ کر خود سے اترنے لگی۔

ارے دانیال عارفین آجاؤ قاری صاحب آگئے ہیں نکاح کے لیے دیر ہورہی ہے۔ سختی سے اپنی لب بھینچے وہ دانیال کو دیکھ کر رہ گیا۔

چل اب پہلے دو بول بول لے پھر دیکھتے ہیں۔ دانیال نے آنکھ دبائے شرارت سے کہا۔

میں اچھے سے جانتا ہے یہ دو بول میرے لیے محض ایک سمجھوتا ہے جو میں اپنے گھر والوں کی خوشیوں کے لیے کر رہا ہوں، اس شادی کی سچائی اتنی ہی ہے کہ یہ فقط چند عرصے کا کانٹریکٹ ہے پھر بھی گھبراہٹ کیوں ہو رہی ہے مجھے۔ عارفین نے جیسے خود یاددہانی کروانی چاہی نکاح سن کر اسے عجیب سی بے چینی نے آن گھیرا تھا۔

میں جانتا ہوں تو نروس ہو رہا دیکھ ایسا ہوتا ہے عام سی بات ہے شادی سے پہلے میں بھی ایسے ہی نروس ہوا تھا مگر جیسے ہی میں نے فریال کو سوچا تو

میری ساری نروئیس اڑن چھو ہو کر رہ گئی تھی۔ عارفین کے بازو کو مضبوطی سے پکڑے وہ اسٹیج کی سمت بڑھا جہاں پہلے سے ہی سب موجود تھے۔

اس طرح ہمیں کیا دیکھ رہے ہو عارفین بیٹھو۔ یہ زید جیلانی کے الفاظ تھے جو اپنے بیٹے عارفین کی شادی پر خوشی سے پھولے نا سمارہے تھے۔

عارفین کے دائیں جانب کھڑے زید جیلانی اور ان کے سامنے کھڑے کمشنر سرفراز احمد بگٹی وہیں بائیں جانب کھڑے جہانگیر جیلانی اور دانیال کو دیکھ اسے اپنا حال کسی بھاگے ہوئے ملزم سالگا وہیں اپنے برابر بیٹھے قاری صاحب اسے جلاد سے کم نہیں دیکھائی دیئے تھے۔

عارفین جیلانی ولد محمد زید جیلانی۔ قاری صاحب نے نکاح پڑھوانا شروع کیا تھا کہ عارفین کے دماغ میں گزشتہ ماہ کی واردات نے دماغ میں گردش کی

جب اس نے اپنے ہی گھر والوں کی پسند کی لڑکی کے ساتھ کانٹریٹ میرج کے بارے میں سوچا اور جسے وہ لگ بھگ پورا ابھی کر گیا تھا اب بھی نکاح پیپرز سائن کرتے ہی اس نے اپنی واسکٹ کی پاکٹ میں رکھے آفیشل کانٹریٹ پیپرز کو محسوس کیا تھا جنہیں محسوس کرتا ہوا پر سکون ہوتا بڑے ہی آرام سے نکاح پڑھ کر مسکرایا تھا۔

○○○○○○○○○○○

مجھے شفا سے ملنا ہے۔ایجاب و قبول کے بعد مبارک باد کا سلسلہ جاری ہوا تھا جس کے ختم ہوتے ہی عارفین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا وہیں سب ہی اس کی اچانک خواہش پر ساکت چہرہ لیے اسے دیکھنے لگے تھے۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہیں بابا شفااب میری بیوی ہے ویسے مجھے اس سے ملنے کے لیے آپ لوگوں سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے پھر بھی میں آپ سب پوچھ رہا ہوں۔ زید جیلانی کے شاکڈ چہرے کو دیکھ وہ اپنے گلے میں ڈالی گئی گلاب کی مالا کو نکالتا ہوا گویا ہوا تھا۔

بیوی، انہیں اب بھی یقین نہیں آیا تھا اگر ردا بیگم یہاں موجود ہوتی تو یقیناً اس کے منہ لفظ بیوی سن کر غش کھا کر نیچے گر جاتی ان کا بیٹا جو ایک طویل عرصے سے شادی نا کرنے کا راگ الاپنے ہوئے تھا آج نکاح ہوتے ہی اس کے تیور اور لہجہ دونوں ہی بدل گئے تھے۔

جی بیوی، زور دے کر کہتا ہوا وہ انہیں شاکڈ دیکھ کر مسکرایا تھا۔

سر فراز، زید جیلانی کے پکارنے پر دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے سر فراز صاحب انہیں دیکھ کر مسکرائے تھے۔

تم مل سکتے ہو شفا سے، دانیال لے جاؤ عارفین کو۔ سر فراز صاحب کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ اسٹیج چھوڑ گیا تھا۔

بابا کچھ زیادہ ہی چینجنگ آگئی ہے اس میں۔ سر گوشیانہ انداز میں کہتا ہوا جہانگیر نے دانیال کے ساتھ جاتے ہوئے عارفین کو حیرت سے دیکھا تھا۔

تم نے شاید وہ غزل نہیں پڑھی دانیال، وہ کہتے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔

کونسی غزل۔ ناسمجھی سے پوچھتا ہوا دانیال ان کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

بدلتا ہے آسماں رنگ کیسے کیسے، پر یہ آسماں تو بہت جلدی رنگ بدل رہا ہے بابا۔ دانیال کے کہنے پر وہ مسکرا کر رہ گئے تھے۔

ooooooooooo

اب رونا بند کرو اور اب کھل کر مسکراؤ تاکہ ساری زندگی ایسے ہی مسکراتی رہو اپنے عارفین سر کے ساتھ۔ شفا کے آنسو صاف کرتی ہوئی فریال شرارت سے گویا ہوئی تھی جس پر شفا کی آنکھیں مزید نم ہوئیں تھیں۔

یہ جو کر رہے ہیں نصیحتیں، اِنہیں مشوروں کی ہیں عادتیں
اے دلِ غم زدہ انہیں چھوڑ یہ، تیری داستان نہیں جانتے

خاموش نظر بڑی مما پر ڈالتی ہوئی وہ اپنے مہندی لگے ہاتھوں پر نظر گاڑتی ہوئی خود پر ضبط کرتی ہوئی لب دبا گئی تھی۔

مما عارفین ملنا چاہتا ہے شفا سے۔دانیال کے منہ سے عارفین کا نام سن کر اس کا دل جیسے ہتھیلی میں آکر دھڑکا تھا آج سے پہلے تو اس کے نام پر دل کی دھڑکنیں بے ربط نہیں ہوئیں تھیں جو آج منتشر ہوتی اسے کنفیوز کر رہی تھیں۔

ممجھ۔۔مجھے نہیں ملنا۔شفا کے انکار کرنے پر وہ دونوں ہنسی وہیں دانیال نے باہر کھڑے عارفین کو دیکھا جو شفا کے انکار کرنے اپنی آبرو رب کرتا ہوا اسے پریشان سا دکھا تھا۔

جب ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پھر ملنے میں کیسی جھجھک۔ مسکرا کر کہتی فریال نے اس کی ٹھوڑی اوپر کرتے ہوئے کہا۔

بھابھی۔ کچھ نہیں کہوں گی تم، اس کی بات کاٹتی ہوئی فریال بیڈ پر سے اترتی ہوئی دانیال کے پاس آ کر رکی تھی۔

بلالیں عارفین کو، آئیں مما ہم لوگ چلتے ہیں نیو رلی میرڈ کپل کو پرائیویسی چاہیے ہو گی۔ رابعہ بیگم کا ہاتھ پکڑے فریال شرارت سے بھرپور نظر شفا کے گھبرائے ہوئے چہرے پر ڈالتی ہوئی وہیں سے گئیں تھیں۔

مجھ سے کیوں ملنا چاہ رہے ہیں کانٹریکٹ میں تو کہیں نہیں لکھا تھا کہ نکاح کے فوراً بعد وہ مجھ سے ملنے آئیں گے۔ لب کاٹتی ہوئی وہ واپس سے گھونگھٹ کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔

ہمہم، گلا کھنکھنار کر اندر آتے عارفین کی نظریں اس گھونگھٹ نکال کر بیٹھی شفا پر ٹھہری تھیں۔

کیسی ہو۔ لفظوں کی تمہید باندھتا ہوا وہ بات کا آغاز حال احوال سے کر گیا تھا ۔

یہ یہاں میرا حال پوچھنے آئے ہیں، ٹھیک ہوں۔ کچھ توقف بعد شفا نے آہستگی سے جواب دیا تھا جبکہ دماغ میں نجانے کیسے کیسے وسوسے گردش کرنے لگے تھے۔

تم منع کیوں کر رہی تھیں۔ اس نے ٹھہر کر استفسار کیا۔

کانٹریکٹ میں کہیں نہیں لکھا تھا کہ آپ نکاح کے فوراً بعد مجھ سے ملنے آئے گے۔ تڑخ کر کہتی ہوئی وہ عارفین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی اگر وہ گھونگھٹ نا کیے ہوتی تو اسے مسکراتے ضرور دنگ رہ جاتی۔

میں کانٹریکٹ پیپرز لایا ہوں تم سائن کردو ویسے تو یہ نکاح سے پہلے ہی سائن ہو جانے چاہیے تھے مگر کیا کر سکتے ہیں جیسے ہی میں ڈیوٹی سے واپس آیا تو مہندی کی رسم کا آغاز کر دیا پھر اچانک سے نکاح وقت ہی نہیں ملا تم سے بات کرنے کا پیپرز سائن کروانے کا۔ لب تر کرتا ہوا وہ بیڈ پر سمٹ کر بیٹھی ہوئی شفا کو دیکھ کر بولا تھا۔

لائیں دیں میں سائن کر دیتی ہوں۔ مہندی لگے ہاتھوں کو دیکھ وہ کچھ لمحوں کے لیے منجمد ہوا تھا۔

عجیب ہے یہ داستان حیات ہماری
ہو رہے ہیں جذبات بیدار پر خبر نہیں
سست پڑ رہی ہیں دھڑکنیں اور
پر ہمیں یہ عشق گوارا ابھی نہیں

پڑھو گی کیسے۔ ٹھنڈی سانس خارج کرتا ہوا وہ کچھ توقف بعد گویا ہوا۔

اتنا تو اعتبار کر سکتی ہوں آپ پر۔ بھرائی آواز میں بولتی ہوئی وہ ایک بار پھر سے اپنا ہاتھ آگے بڑھا گئی تھی۔

اوکے۔ لب دباتا ہوا عارفین اس کی سمت بڑھا تھا وہیں اس کے قدموں کی چھاپ کو اپنے قریب تر محسوس کرتی ہوئی شفا کی پیشانی پر پسینے کی ننھی بوندیں ابھری تھی۔

تمہارے نام کے نیچے سائن کرنی ہے تمہیں۔ پیپر دیتا ہوا وہ پیچھے ہوا تھا۔

پین۔اووو سوری۔ واسکٹ کی پاکٹ میں موجود پین نکال کر اسے پکڑتا ہوا دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑا ہوا تھا۔

میں کوشش کروں گا میری وجہ سے تمہیں کسی قسم کی پریشانی نا ہو، جہاں تم مجھ پر اعتبار کر کے یہ پیپرز سائن کر رہی ہو ویسے ہی آگے بھی اعتبار رکھنا ۔ سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ نظریں جھکائے ہوئے تھا۔

ہو گئے ہیں۔ پیپر سائن کر کے وہ اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

شفا۔ پیپرز لینے کے کچھ توقف بعد وہ اسے پکار گیا تھا۔

تم جب چاہو اس کانٹریکٹ کو ختم کر کے جا سکتی ہو تم پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں ہو گی تم اپنی مرضی سے جینے کا حق رکھتی ہو شفا۔ وہ شخص کیا تھا وہ اسے سن کر حیران رہ گئی تھی۔

عارفین سر۔۔ عارفین کے کچھ کہنے کے لیے وا ہوتے لب رکے تھے۔

ہمم کہو۔ وہ ہمہ تن گوش ہوا اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

کچھ نہیں۔ اپنے لبوں پر آئی بات کو رد کرتی ہوئی وہ لب دبا گئی تھی وہیں عارفین اس سرخ رنگ کے کامدار ڈوپٹے کے گھونگھٹ نکال کر بیٹھی شفا کو دیکھتا ہوا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔

کانٹریکٹ میرج،، خود سے بڑبڑاتی ہوئی وہ ڈوپٹہ دور پھینک کر گہری سانس بھرتی ہوئی کمرے میں آتے دانیال کو دیکھ کر ٹھٹکی تھی۔

دانیال بھائی آپ۔ سرخ نم آنکھیں دانیال کے چہرے پر ٹھہری تھیں۔

بہت بڑی ہو گئی ہو تم شفا،، سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ شفا کے چہرے پر چھائے ڈر میں اضافہ کرتا آگے بڑھا تھا۔

اتنی بڑی کہ کل تم اپنے گھر چلی جاؤ گی ہمیں چھوڑ کر۔ سکون کی سانس خارج کرتی ہوئی وہ دل پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔ افسردگی سے کہتا ہوا دانیال اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوا مبہم سا مسکرایا تھا۔

oooooooooooo

وہ سورج بھی آج طلوع ہو گیا تھا جس صبح کا انتظار جیلانی ہاؤس کے مکینوں کو ایک طویل عرصے سے تھا وہ دن جس دن عارفین کے سوکھے سہرے کے پھول بلاآخر کھل ہی گئے تھے مگر وہ آج بھی اپنی ڈیوٹی پر جانے کے لیے تیار دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے زید جیلانی کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

میں کل بھی خاموش رہا مگر آج نہیں عارفین آج کہیں نہیں جاؤ گے تم کہہ دیا سو کہہ۔اس کی خندہ پیشانی پر ناپسندیدگی کے بل نمودار ہوئے تھے۔

آپ شاید بھول رہے ہیں بابا پولیس جاب ٹوینٹی فارسیون کی ہوتی ہے اور ویسے بھی مجھے لیو کی اجازت نہیں ہے۔اس نے لاپرواہی سے شانے اچکا کر کہا۔

لیو وکا کوئی ایشو نہیں ہے میں ابھی لے لیتا ہوں۔

اگر میں یہ کہوں کہ مجھے لیو و چاہیے ہی نہیں تو۔ وہ خاموش رہے جبکہ فون نکالتے ہوئے ان کے ہاتھ رکے تھے۔

رات کا فنکشن ہے بابا اور میں رات ہونے سے پہلے ہی گھر آجاؤں گا کل بھی آگیا تھا ناں آج بھی آجاؤں گا۔
اینڈ ون تھنگ مور ڈیوٹی از فاسٹ ،، معمول سے ہٹ کر وہ نہایت عاجزی سے کہتا ہوا کیپ سر پر پہنتا ہوا وہاں سے چلتا بنا جس پر زید جیلانی اس کی پیٹھ دیکھتے رہ گئے تھے۔۔

عافی، چائے کا مگ لیے ردا بیگم اسے پکارتی ہوئی کچن سے باہر آئیں تھیں۔

چلا گیا ہے تمہارا لاڈلہ ڈیوٹی از فاسٹ کا راگ الاپتا ہوا۔ بدمزگی سے کہتے ہوئے چائے کا مگ پکڑے ہوئی ردا بیگم سے مگ لے گئے تھے۔

یہ آپ کے لیے نہیں تھی عافی کے بابا۔ شکوہ کن نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی تھیں۔

جس کے لیے لائیں تھیں وہ جا چکا ہے۔ مسکرا کر کہتے ہوئے زید جیلانی نے ان کے افسردہ چہرے کو دیکھا جو ان پر سرسری سی نظر ڈالتی ہوئی وہاں سے گئی تھیں۔

ooooooooooooooo

عارفین کہاں رہ گئے ہو برات نکلنے کا ٹائم ہو رہا ہے اور دولہا ہی غائب ہے۔ کال لگتے ہی جہانگیر بولنا شروع ہوا تھا جس پر عارفین نے سختی سے آنکھیں میچی تھیں۔

تم ہمیں دھوکا تو نہیں دے رہے یہاں برات کی تیاری کروا کر تم خود غائب ہو تم شادی سے بھاگ تو نہیں گئے۔ جہانگیر کے لبوں پر اس کا ڈر آیا تھا۔

وہیں صدمے کی سی کیفیت میں کھڑے زید جیلانی کو ایک نئے سرے سے اپنی عزت مجروح ہونا ڈر لاحق ہوا تھا۔

سچ سچ بتاؤ عارفین کہاں ہو تم۔ عارفین نے پریشانی اپنی پیشانی مسلی تھی۔

بولو، آپ تو چپ ہو جائیں تب ہی کچھ بولوں گا نا میں، عارفین کے سخت گیر لہجے پر جہانگیر کے لب سلے تھے۔

کہیں نہیں بھاگا ہوں میں اگر بھاگنا ہی ہوتا مجھے تو کل رات نکاح نا پڑھتا میں اتنی تو عقل کا استعمال کر لیں جنہیں بھاگنا ہوتا ہے وہ نکاح نہیں پڑھتے۔ جتاتے ہوئے لہجے میں کہتا وہ شدید بدمزہ ہوا تھا۔

ہو کہاں ابھی۔ وہیں جہانگیر نے سکھ کی سانس لی وہیں زید جیلانی نے فون اسپیکر پر کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

راستے میں ہوں بس پہنچنے والا ہوں۔ وہ کہہ کر کال ڈسکنیٹ کر گیا تھا۔

حد ہے بیٹھے بیٹھے وکالتی دماغ کے گھوڑے دوڑانے لگ جاتے ہیں، یار جلدی چلاؤ گاڑی۔ ریسٹ واچ میں رات کے سات بجتے دیکھ اسے خود بھی تاخیر کا احساس ہوا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ جیلانی ہاؤس میں قدم رنجا ہوا تھا جس پر زید جیلانی نے سکون کی سانس خارج کی تھی ایسا ہی حال باقی سب کا بھی تھا۔

ریلکس ہو جائیں اب تو آ گیا ہوں میں،، اپنا سامان گونڈل کو پکڑاتا ہوا وہ چبا کر بولا تھا۔

ردا بیگم اپنے لاڈلے کو کپڑے دے دیں اس کے۔ ہاتھ سہرا لیے بیٹھے زید جیلانی کے چہرے پر سکون کی لہر دوڑی تھی وہیں دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے

کھڑے عارفین کی بھنویں تاسف سے چڑھی تھیں ان کے ہاتھ میں سہرا دیکھ کر۔

ماں کو میرے ساتھ جانے کی کیا ضرورت ہے میں خود تیار ہو کر آ جاؤں گا کہیں آپ ڈر تو نہیں رہے کہ کمرے سے بھاگ گیا تو آپ کی تو عزت کا جنازہ نکل جائے گا۔ سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ آخر میں قہقہ لگا تھا جس پر زید جیلانی نے اسے فقط گھورا تھا۔

جاؤ اور تیار ہو کر آؤ۔ ایک ہاتھ میں سہرا لیے انہوں نے بائیں ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

تمہارے کمرے میں رکھ دیئے ہیں تمہارے کپڑے،، ردا بیگم کو مسکرا کر دیکھتا ہوا وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔

بلیک کلر سوٹ پر بلیک ہی کلر کی بلیک بیٹس کے ورک آؤٹ کی گئی واسکٹ میں ملبوس اپنے بالوں کو سیٹ کرتا ہوا اپنی ہلکی ہلکی شیو پر ہاتھ پھیرتا مسکرایا تھا جبکہ اس کے تیکھے نقوش گلابی وسفید رنگت پر ہمیشہ کی طرح آج بھی بلیک کلر کھلتا ہوا وجہیہ بنائے ہوئے تھا۔

اس دن سے بھاگتا اور سب کو اپنے پیچھے بھگاتا آرہا تھا بڑی آسانی سے آج یہ دن آگیا۔ خود پر کلون کی بارش کرتا ہوا مسکرایا تھا۔

اپنی تیاری پر جائزانہ نظر ڈالتا ہوا وہ کمرے سے نکلتا ہوا سب کو اپنے انتظار میں کھڑے دیکھ زندگی میں پہلی بار شرمندہ ہوا تھا۔

اسے دیکھ دولہا بنے دیکھ ردا بیگم کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں جنہیں پلکیں جھپکا کر واپس پیچھے دھکیل گئیں تھیں وہیں زید جیلانی کے لبوں پر پھیلی گہری مسکراہٹ جہانگیر کی چہرے پر پھیلی خوشی وہیں انوشے کا اسے یک ٹک کسی خوبصورت خواب کو پورا ہوتے دیکھنے کا تجسس لیے دیکھنا اسے شرمندہ ہی تو کر رہا تھا۔

کیا ہو گیا ہے کیا دیکھ رہے ہیں۔ شرمندگی کو پیچھے ڈالتا ہوا وہ مسکرا کر ان کے پاس آیا تھا۔

دیکھ رہے ہیں کہ کہیں یہ خواب تو نہیں ہے۔ انوشے کی بھرائی آواز پر لب بھینچ گیا تھا۔

یقین کر لو حقیقت ہے یہ۔ مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ پھیکا سا مسکرایا تھا۔

چلیں جلدی کریں میری دلہن انتظار کر رہی ہو گی میرا۔اپنی خجلت مٹاتا وہ ہنسا کر گویا ہوا تھا۔

ہاں ہاں آؤ۔عارفین کا ہاتھ پکڑ کر جہانگیر آگے بڑھا تھا۔

امرحہ بیٹا بچوں کو اپنے ساتھ رکھنا۔ردا بیگم کے ہدایت کرنے پر عارفین کو خاموشی سے دیکھتی ہوئی امرحہ نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

الحمدللہ یااللہ تیرا شکر ہے۔عارفین کے سر سہرا رکھتے ہوئے زید جیلانی نے سکون کی سانس خارج کی تھی۔

آخر کو زید جیلانی اپنے قول کے پکے نکلے تھے ایک مہینے کے اندر اندر عارفین جیسے اڑیل گھوڑے کے سر پر سہرا سجانے میں وہ کامیاب ٹھہرے تھے۔

○○○○○○○○○○○○

پھولوں سے بھی زیادہ نازک ہے ہماری شفا،اس کا ہمیشہ خیال رکھنا عارفین ،دلہن بنی شفا کے ہمراہ چل کر آتے دانیال نے اس کا ہاتھ عارفین کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا۔

وہیں سرخ رنگ کے نیٹ کے دوپٹے پر لکھے اپنے نام پر عارفین کی نظریں رکی تھی جہاں بڑے اور خوبصورت طریقے سے لکھا گئے عارفین کی دلہن دیکھ اس کے سپاٹ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی تھی۔

ورنہ تم تو جانتے ہو ایس پی اور کمشنر سرفراز کی بہن اور بھتیجی ہے ذرا دھیان رکھنا۔دانیال کے لہجے میں چھپی دھمکی پر عارفین کے عنابی لب پھیلے تھے وہیں بے ربط دھڑکتی دھڑکنوں خائف ہوتی شفا اپنا ہاتھ عارفین کے مضبوط ہاتھ میں محسوس کرتی ہوئی وہ پزل ہوئی تھی۔

تم بھی شاید بھول رہے ہو تمہارے سامنے ایس ایس پی عارفین جیلانی کھڑا ہے جو اپنے وعدوں اور ارادوں دونوں کا پکا ہے۔مضبوط لہجے میں کہتا ہوا وہ شفا کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتا ہوا اسے اسٹیج پر چڑھنے میں مدد کر گیا تھا

۔

ایس ایس پی عارفین جیلانی مجھے تم سے یہ ہی امید ہے کہ تم ہماری شفا کو ہمیشہ خوش رکھو گے۔عارفین نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

اتنا برا نہیں ہوں اتنا تو یقین کر سکتے ہو تم مجھ پر۔شفا کو بیٹھا کر عارفین دانیال کے ساتھ بغلگیر ہوا تھا۔

یقین کرتا ہوں تبھی تو تمہیں چوز کیا ہے ہم نے اس کے ہمسفر کے لیے۔ آج دانیال کے بدلے ہوئے انداز اور لہجے پر عارفین نے بغور اسے دیکھا تھا
۔

بے فکر رہو تم۔ایک نظر شفا پر ڈالتا ہوا وہ دانیال کے ہاتھ پر دباؤ دیتا ہوا مسکرایا تھا۔

oooooooooooooo

ڈیپ ریڈ کلر کے بھاری برائیڈل ڈریس میں ملبوس وہ بھاری جیولری کے ساتھ برائیڈل میک اپ میں نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی کہ ہر ایک کی سرہاتی آنکھوں نے اس کے دلنشیں سراپے کو اپنی آنکھوں میں قید کیا تھا وہیں عارفین جیلانی نے شفا کو سب کی نظروں کا مرکز بنے دیکھ جلد رخصتی کا کہا تھا۔

پورا ہی فنکشن خوش اسلوبی سے گزرا تھا وہیں شفا نے سب سے زیادہ اپنے بابا کو مس کیا تھا جو صبح کی فلائیٹ سے اچانک واپس یو کے چلے گئے تھے

قرآن پاک کے سائے کے تلے رخصت ہوتی شفا عارفین کی سجی ہوئی گاڑی میں بیٹھی تھی۔

نکلو باہر،،ڈرائیور کی سست روی سے گاڑی چلانے پر وہ شفا کے موجودگی سے بے چینی محسوس کرتا ہوا گاڑی سے اترا تھا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ڈرائیور کو باہر نکالتا ہوا وہ خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا تھا۔

وہیں اس کی اچانک گاڑی رکوانے پر زید جیلانی پریشان ہوتے اپنی گاڑی سائیڈ پر رکوا گئے تھے۔

عارفین ڈرائیور ڈرائیو کر لے گا تم پیچھے شفا بیٹی کے ساتھ بیٹھ جاؤ،،بہت شکریہ میں ڈرائیونگ کرنا جانتا ہوں اور رہی بات شفا کی تو شفا تم آگے آجاؤ

۔سیٹ بیلٹ لگاتا ہوا وہ زید جیلانی کو خاموش کروا گیا تھا وہیں شفا نے اپنے بھاری کامدار لہنگے کو دیکھا اب اسے مزید سنبھالنا محال لگا تھا۔

عافی بیٹا شفا کا ڈریس بہت بھاری ہے اسے بیٹھا رہنے دو تم پیچھے آجاؤ۔اسے زید جیلانی کی نا سنتے دیکھ ردا بیگم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی جس پر پر وہ اثبات میں گردن ہلاتا ہوا گاڑی سے اترتا ہوا ایک ڈور کھول گیا۔

شفا آؤ،،نیٹ کے دوپٹے کے باعث وہ شفا کی حیرت سے پھٹی آنکھیں دیکھنے سے قاصر رہا تھا۔

وہیں اس کا لہنگا اٹھاتا ہوا وہ دائیاں ہاتھ اس کے جانب بڑھا گیا تھا۔

یقین کر سکتی ہوں مجھ پر۔ عارفین کے آہستگی سے کہنے پر اس کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں بنا کچھ سوچے سمجھے وہ اپنا ہاتھ عارفین کے ہاتھ پر رکھ گئی تھی وہیں شفا کے نرم ہاتھ کو اپنی مضبوط گرفت میں لیتا ہوا وہ اس کی مدد کرتا ہوا زید جیلانی کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

آپ لوگ آجایئے گا۔ شفا کو فرنٹ سیٹ پر بیٹھا کر وہ ڈرائیونگ سیٹ کی سمت بڑھا تھا وہیں دور سر جھکا کر کھڑے ڈرائیور کو اپنی گاڑی میں بیٹھنے کا کہتے زید جیلانی اپنی گاڑی کی سمت بڑھے تھے۔

oooooooooooo

خاموشی سے ہر رسم ادا کرتے عارفین کا تھکن سے برا حال ہوا وہیں بیٹھے بیٹھے شفا کی حالت اس سے کئی زیادہ ابتر ہوئی تھی جس سے اللہ اللہ کر کے

اس کی جان چھوٹی تھی اور انوشے اور امرحہ عارفین کے کمرے میں چھوڑ کر گئیں گئیں تھیں۔

مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا تمہاری شادی ہوگئی ہے۔ دونوں ہاتھ آپس میں الجھائے بیٹھے عارفین کی آبرو چڑھی تھی۔

یقین نہیں آرہا تو کیا کر رہے ہو یہاں پر نکلو پھر یہاں سے۔ چبا کر کہتا ہوا وہ اسد کی بولتی بند کرواگیا تھا۔

تم چڑ کیوں رہے ہو لمبے عرصے سے ہم تمہارے منہ سے شادی نا کرنے کی بات سنتے آئے ہیں اب تمہاری شادی اچانک سے ہوئی ہے تو ہمیں حیرت تو ہوگی ہی ناں،، خالہ زاد ابراہیم کو دیکھتا ہوا عارفین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ایک لمبے عرصے سے میں شفا کی محبت میں گرفتار تھا یہ وجہ تھی اب تک شادی نا کرنے کی۔ مسکرا کر کہتا ہوا عارفین ان کی حیرت میں مزیدِاضافہ کر گیا تھا۔

تمہاری لو ومیرج ہے۔اس نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی۔

مل گیا ہو گئی حیرت ختم اب جا سکتا ہوں اپنے کمرے میں۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے انہیں ہارٹ اٹیک دینے کے درپے ہوا تھا۔

اب تم سب بھی چلتے بنو بیویاں انتظار کر رہی ہو گی تمہاری۔جاتے ہوئے وہ مڑا تھا۔

ہمارے والی تو بچوں کو سلاتے ہوئے ہی سو گئیں ہو نگی تمہاری والی جاگ رہی ہو گی تمہارے انتظار میں تم جاؤ۔ شرارت سے کہتے ابراہیم کو دیکھ وہ مبہم سا مسکرایا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

شفا بچے جب تک عارفین کمرے میں نہ آجائے تب تک آپ کو سونا نہیں ہے اور چینج تو بلکل نہیں کرنا۔ گاؤ تکیہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی رابعہ بیگم کی بات یاد کرتی افسردگی سے مسکرائی تھی۔

کاش بڑی مما میں آپ کو اس رشتے کی حقیقت بتا سکتی تو شاید آپ مجھے ایسے نصیحت نا کر رہی ہو تیں، غصہ کر رہی ہوتی مجھ پر آپ۔ آنکھوں میں اترتی نمی کو صاف کرتی ہوئی گہری سانس خارج کر گئی تھی۔

بی نارمل عارفین کونسا یہ شادی اصل والی شادی ہے اور تو کوئی بے قرار دولہا اور ویسے بھی شفا تو اب تک سو گئی ہو گی وہ کہاں تیرے انتظار میں دروازے پر آنکھیں ٹکائے بیٹھی ہو گی۔ ابراہیم کی بات سوچتا ہوا وہ دل میں شفا کے جاگنے کی امید لیے ڈور ناب پر ہاتھ رکھتا ہوا دروازہ کھول گیا تھا

۔

کنگ اسٹائل بیڈ پر لہنگا پھیلائے ہوئے وہ اضطرابی کی کیفیت میں مبتلا اپنے ہاتھ مسل رہی تھی کمرے میں چار سوں پھیلی تازہ گلاب کی خوشبو سے اسے اپنے حواس معطل ہوتے محسوس ہو رہے تھے جب ڈبڈ بائی نظروں سے کمرے میں نظر دوڑاتی سامنے ونڈو پر پڑے مخملی مہرون کلر کے پردے ہٹانے کا سوچ گئی تھی۔

پریشانی سے کانٹریکٹ کے رولز سوچتی ہوئی وہ عارفین اور خود کو ایک ہی روم شئیر کرنے کا سوچ کر بھی اسے فل اے سی چلتے روم میں دم گھٹتا

محسوس ہوا تھا ابھی وہ اپنی سوچ پر عمل پیرا ہوتی کہ کمرے کے ڈور ناب ان لاک ہوئی تھی آنے والی ہستی کو دیکھ کر وہ سانس کھینچ گئی تھی۔

اچھا کام کروایا ہے بابا نے،،، آہستگی سے ڈور لاک کر کے مڑتا وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھتا کمرے میں پھیلی تازہ گلابوں کی خوشبو کو اندر اتار گیا تھا کینڈلز کی مدھم روشنی میں راہ داری میں بیچھے گلاب کے پھول دیکھ کر مسکراتا وہ سامنے گلاب سے بنے ہارٹ شیپ کو دیکھ کر دل میں سوچ گیا تھا اور وہیں نظر بیڈ کی جانب اٹھی تھی اور جیسے پلٹنا بھول گئی ہو سفید و گولڈن امتزاج رنگ کی بیڈ شیٹ پر گلاب ایسے بیچھائے گئے تھے جیسے کہ وہ گلاب کی چادر چڑھائی ہو اس پر پوری شان سے گھونگٹ کھینچ کر بیٹھی وہ گلاب ہی تو لگی تھی۔

شفا کو یوں اپنے انتظار میں جاگتے دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں تھیں اپنی کیفیت پر مسکراتا وہ قدم بہ قدم اس کی سمت بڑھا تھا جہاں اس کے قدم اس کی سمت بڑھے تھے وہی اسے اپنے قریب آتا محسوس کر شفا کی حالت غیر ہوئی تھی۔

تم اب کیوں جاگ رہی ہے،، دل میں اٹھے سارے جذبات بے معنی ہوئے وہیں شفا کے لبوں پر افسردہ مسکراہٹ نے پہرا دینا شروع کیا تھا۔

بھول گئی ہو تو یاد دلاتا چلتا ہوں۔ شفا نے اپنا گھونگھٹ اتار کر سائیڈ کیا تھا۔

ہماری شادی مہذ ایک دیکھاوا ہے ہم دونوں صرف دنیا کے سامنے میاں بیوی ہیں مگر اس کمرے کے اندر ہم صرف اجنبی بن کر رہیں گے یہ سب تمہارے بابا کے آنے کے بعد ختم ہو جائے گا یہ رشتہ یہ کانٹریکٹ سب ختم

ہو جائے گا پھر تم اپنے راستے اور میں اپنے راستے۔ بنا اس کے سجے سنورے سراپے پر نظر ڈالے وہ اپنی بات ختم کرتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھ کر اپنی ریسٹ واچ، سیل فون ٹیبل پر رکھ سامنے اپنے ابھرتے عکس کو دیکھ کر ٹھٹھکا۔

بیڈ کے بیچوں بیچ لہنگا پھیلائے بیٹھی ہوئی شفا کو دیکھ وہ اپنی نظریں جھکانا بھول گیا۔

وہ حسین تھی مگر آج وہ اس قدر حیسن لگے گی اسے اندازہ کہاں تھا وہ معصوم سی پری وش اس کی دلہن کے روپ میں اس قدر قیامت ڈھا سکتی تھی کاش وہ سوچ سمجھ کر الفاظ استعمال کرتا۔

اسے اپنے لفظوں پر حد درجہ ملال ہوا تھا۔

اس کی باتوں کو سمجھتی ہوئی وہ خود کو مضبوط ظاہر کرتی ہوئی مسکرائی تھی۔

تو پھر میں چینج کر لوں۔اس کی معصوم آواز پر اس کا ارتکاز ٹوٹا۔

شیور۔اپنے خشک لب تر کرتا ہوا وہ اس کے سراپے سے نظر چراتا دراز میں والٹ رکھنے لگا۔

عارفین سر کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں اسے اٹھانے میں۔اس کے بولنے پر بھنویں بھینچے اسے دیکھنے لگا جو خود سے دوگنا وزنی لہنگا سنبھالنے کی کوشش میں نڈھال ہوتی اسے مددی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

پہلے کس کی مدد سے سنبھالا تھا اسے۔اس کے پاس آتا ہوا وہ عام سا انداز اپنا گیا۔

پہلے فریال بھابھی نے ہیلپ کی تھی پھر آپ کی بھابھی اور بہن نے۔ لہنگا اٹھاتے عارفین نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا جو معصوم سی شکل بنائے دوسری طرف سے لہنگا پکڑے ہوئے مسکرائی۔

یہ اتار دوں پہلے تھوڑا سا ویٹ کم ہو جائے گا۔ اپنے سر پر بھاری کامدار ڈوپٹے پر ہاتھ رکھے وہ منمنائی تھی جس پر وہ لمبی سانس خارج کرتا سیدھا ہوا۔

کر لو۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے وہ اب اسے پن اپ کیے ڈوپٹے کو آزاد کروانے کی کوشش کرتے دیکھ اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

میں کرتا ہوں۔ دو تین پنوں سے ہی اسے تھکتے دیکھ وہ اس کے پاس آ کر گویا ہوا۔

آپ کریں گے۔اس نے آنکھوں میں حیرت لیے اسے دیکھا جو اثبات میں سر ہلاتا ہوا پنز نکالنے لگا۔

اف اتنی پنز کون لگاتا ہے۔ایک کے بعد ایک پن نکالتے ہوا وہ چڑ کر بولا۔

میری فرینڈز نے لگائی تھیں وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ کو مزہ چکھانا ہے اب بتائیں بھلا کونسا مزہ آرہا ہے آپ کو الٹا مجھے ہلکان کر دیا ہے ان پنوں کے بوجھ نے۔عارفین کو دیکھ کر کہتی ہوئی وہ پنز گننے لگی تھی جو عارفین اتار کر اس کے ہاتھ میں رکھ رہا تھا۔

اس کے معصوم چہرے کو دیکھتا ہوا وہ چاہنے کے باوجود بھی اس پر سے نظر ہٹا نہیں پا رہا تھا۔

ہو گیا۔عارفین کے دیکھنے پر وہ خوش ہو کر بولی۔

نہیں۔کیا اس سے دور رہ سکتا ہوں میں۔اس کے سراپے پر ترچھی نظر ڈال کر سوچتا ہوا بلا آخر اس کے ڈوپٹے کو آزاد کروانے میں وہ کامیاب ہوا تھا۔

ڈن۔مسکرا کر کہتا ہوا وہ اس کا لہنگا پکڑتا ہوا اسے بنا ڈوپٹے کے دیکھ نگاہیں جھکا کر آگے بڑھا۔

عارفین سر۔شفا کے پکارنے پر اس نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا جو قریب سے کئی بار پیاری لگ رہی تھی۔

تھینک یو میری ہیلپ کرنے کے لیے اور رہی بات کانٹریکٹ کی تو میں کچھ نہیں بھولی ہوں سب یاد ہے مجھے۔ شفا کا مسکراتا چہرہ اچانک سے سنجیدہ ہوا تھا جسے دیکھ عارفین اسے یک ٹک دیکھتا رہا۔

یہ کانٹریکٹ میرج کبھی بھی عام میرج نہیں ہو سکتی ہمارا رشتہ اس کمرے کے باہر تک کا ہے اور یہ بات کبھی بدلے گی نہیں۔ شفا کا مضبوط لہجہ اور انداز عارفین کو ناچاہتے ہوئے ناگوار گزرے تھے۔

یہاں تک میرا ساتھ دینے کے لیے بہت شکریہ۔ اپنا لہنگا اٹھاتی ہوئی وہ ڈریسنگ روم میں بند ہوئی تھی۔

میں نے بھی تو یہ ہی کہا تھا دہرانے کی کیا ضرورت تھی۔اپنے بالوں کو سیٹ کرتا ہوا وہ ایک بار پھر اپنے کمرے کو گلاب سے سجے دیکھ ٹھنڈی آہ بھر کر رہے گیا تھا۔

اگر وہ یہ کانٹریکٹ میرج کی ٹانگ بیچ میں نا اڑتا تو آج کا منظر کچھ یوں ہوتا وہ اس وقت بیڈ پر شفا کے ساتھ بیٹھا ہوا اس کی تعریف میں دیوان کہتا میٹھی میٹھی محبت بھری باتوں اور اپنی محبت بھری شرارتوں کے ساتھ اسے شرمانے پر مجبور کرتا ہوا محفوظ ہوتا اور پھر وہ اپنی نئی زندگی کا استقبال کرتے خیر جو ہوا ہی نا ہوا اس کے بارے سوچ کر بھی کیوں خود ہلکان کیا، لاپرواہی سے شانے اچکاتا ہوا وہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر بیڈ پر دراز ہوا تھا جبکہ ٹانگیں بیڈ سے لٹکتی ہوئی عارفین کے چلتے دماغ کے ساتھ ساتھ ہل رہی تھیں۔

ابھی عارفین نے آنکھیں بند کی تھیں کہ باتھروم سے شاور لے کر نکلتی ہوئی شفا نے اسے اپنی سمت متوجہ کیا جو گیلے بالوں کو تولیے میں لپیٹے ہوئے یلو کلر کی شرٹ وائیٹ کلر کی ایمبڈری شرٹ کے ساتھ وائیٹ ہی پجامہ اور وائیٹ ہی ڈوپٹہ کندھے پر ڈالے باہر نکلی تھی وہیں عارفین اس کے شفاف چہرے کو بغور دیکھتا ہوا اس کے دیکھنے پر نظر چرا گیا تھا۔

مجھے نیند آرہی ہے۔اپنے گیلے بالوں کو خشک کرتی ہوئی وہ عارفین کے پاس آکر رکی تھی۔

تو سو جاؤ۔اس نے نارمل انداز میں کہا۔

آپ اٹھے گے تو ہی میں سوؤں گی ناں۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکاتے ہوئے وہ عارفین کو آنکھیں موندے دیکھ بولی تھی۔

اووو سوری سو جاؤ تم ،، بیڈ پر اٹھتا ہوا وہ ڈریسنگ روم کی سمت بڑھا تھا وہیں شفا نے بیڈ پر پڑی گلاب کی پتیوں کو فرش بوس کر کے بیڈ پر تکیے پھیلاتی ہوئی خود بیچ میں لیٹی تھی۔

کچھ توقف بعد شاور لے کر نکلتے نائٹ ڈریس میں ملبوس عارفین کی آنکھیں صدمے سے پھٹی تھیں۔

شفا ساری جگہ پر تم سو جاؤ گی تو میں کہاں پر سوؤں گا۔ شفا نے آیک آنکھ کھول کر اسے دیکھا جس کے چہرے پر صدمہ ، غم اور حیرت کے سارے رنگ موجود تھے۔

صوفے پر۔ کیوں میں تو بیڈ پر ہی سوؤں گا۔ چبا کر کہتا ہوا وہ تکیے دور کرتا اپنے لیے جگہ بنانے لگا تھا کہ شفا واپس سے تکیے لگاتی ہوئی ضبط سے گویا ہوئی تھی۔

کیا دیکھ رہے ہیں عارفین سر جائیں اور سو جائیں۔ ہاتھ سے صوفے کی جانب اشارہ کرتی ہوئی وہ مسکرائی تھی کہ وہیں عارفین کے پاس اپنی لاچارگی پر سوائے خاموش رہنے کے کچھ حاصل نا تھا۔

وہیں وہ بے خوفی سے باہیں بیڈ پر پھیلائے آنکھیں موند گئی تھی۔

تکیہ تو دے دو مجھے۔ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے شفا کو دیکھتا ہوا وہ چبا کر بولا تھا ۔

لے لیں جو لینا ہے۔ آنکھیں بند کیے کہتی ہوئی کروٹ بدل گئی تھی۔

یہ میں نے کیا کر لیا اپنے ساتھ، تکیہ اٹھاتا ہوا وہ ٹو سیٹر صوفے کی سمت بڑھا تھا اب چار و ناچار رات تو اسے اس پر ہی سو کر گزارنی تھی۔

صرف چہرہ ہی معصوم ہے ورنہ ہے پوری کی پوری آفت کی پڑیا۔ صوفے پر لیٹنے کی ناکام کوشش کرتا وہ بڑبڑایا تھا گھٹنے پیٹ میں دیتا ہوا وہ ناکام ہوتا ہوا اٹھ کر بیٹھا تھا جبکہ شفا خواب خرگوش کے مزے لوٹتی ہوئی وہ اسے خود کے زخموں پر نمک چھڑکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی ضبط کی انتہا پر بھی گہری سانس اپنے اندر اتارتا ہوا صوفے کی بازو پر سر ٹکا گیا تھا۔

اب نیند تو جب مہربانی ہونی سو ہونی تھی مگر نظریں سوتی ہوئی شفا کے چہرے کی گرد بھٹکتی ہوئی عارفین کو پریشان کیے ہوئے تھیں۔

OOOOOOOOOOO

نجانے رات کے کس پہر اس کی آنکھ لگی تھی سورج کی اندر آتی ہوئی کرنوں سے بیدار ہوتا ہوا وہ اپنی آنکھیں مسلتا وہ گلاس ونڈ پر واپس سے پردے ڈالتا ہوا بیڈ کے پاس آکر رکا تھا۔

افففف،،ابھی وہ ہلکا سا جھکا ہی تھا کہ کمر میں اٹھتی ٹھیس پر وہ کرلا اٹھا تھا۔ اکڑی ہوئی گردن اور تختہ بنی گردن پر وہ تکلیف سے عش عش کرتا نیند میں مسکراتی ہوئی شفا کو دیکھ کر کچھ وقت کے لیے اپنی تکلیف جیسے بھول گیا تھا۔

جتنا سوچا تھا تم اس سے کئی زیادہ معصوم ہو،، لبوں پر میٹھی سی مسکراہٹ رینگی تھی اسے نیند میں کسمساتے دیکھ وہ اپنی دکھتی ہوئی کمر پر ہاتھ رکھتا ہوا واپس سے کاؤچ پر جا کر بیٹھا تھا۔

اپنے سر کو پکڑے ہوئے وہ آنکھیں موندے ہوئے تھا کہ شفا کے اٹھنے پر اس کی سمت متوجہ ہوا جو دوپٹے سے عاری انگڑائی لیتی ہوئی مسکرائی تھی۔

گڈ مارننگ شفا بگٹی،، مسکرا کر خود کو مارننگ وش کرتی وہ اپنے سلکی سنہری بالوں کو میسی جوڑے میں مقید کرتی ہوئی خود پر نظروں کی تپش محسوس کرتی ہوئی سامنے بیٹھے عارفین کو دیکھ گئی جو ہاتھ کی مدد سے اپنی گردن دباتا ہوا اپنی حرکت پر کنفیوز ہوا تھا۔

آپ مجھے دیکھ رہے تھے۔آبرو چڑھائے وہ کندھوں پر دوپٹہ پھیلاتی ہوئی بیڈ سے اتری تھی۔

ہنہہ آہہہ،، گردن جھٹکتا ہوا درد سے کرلا اٹھا تھا۔

تمہیں کیوں دیکھنے لگا میں،،درد سے دکھتی اپنی گردن پر ہاتھ رکھے ہوئے وہ کھڑا ہوا تھا۔

نہیں مجھے ایسا لگا تو پوچھ لیا،، ویسے آپ کو کیا ہوا ہے،،عارفین کے گردن پر ہاتھ رکھنے اور ایک ہی سمت دیکھنے پر وہ فکر سے گویا ہوئی۔

گردن اکڑ گئی ہے اور کمر تختہ بن گئی ہے اس چھوٹے سے صوفے پر سونے سے،،اب تمہاری طرح تھوڑی ہوں ہائیٹ اور عمر میں کم جو ایسے ٹیڑھا

میڑھا ہو کر سوؤں گا تو مجھے کچھ نہیں ہو گا وجود اکڑ کر رہ گیا ہے میرا۔ ایک بار پھر اس کی سمت دیکھنے کی کوشش میں وہ اپنی گردن کے درد میں اضافہ کر گیا تھا۔

ہاہاہاہاہا مطلب آپ بوڑھے ہیں،، پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنسی سے لوٹ پھوٹ ہوتی ہوئی عارفین کو پیشانی مسلتے دیکھ مزید ہنسی تھی وہیں وہ خود کی بیوقوفی پر ماتم کر گیا تھا۔

یہ کیا کر دیا عارفین خود کا ہی مذاق بنوالیا۔ اپنی پیشانی مسلتا ہوا وہ بیڈ کی سمت بڑھا تھا جس پر وہ اس کے پیچھے آئی تھی۔

میرا مطلب یہ نہیں تھا،، مطلب جو بھی تھا میں سمجھ گئی ہوں آپ بوڑھے ہیں ویسے سفید بال تو ہونگے ہی آپ کے عارفین سر،، عارفین کو چھیڑتی ہوئی وہ بیڈ پر چڑھی تھی۔

میں اپنی ہائیٹ کی بات کر رہا تھا۔ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ بات سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

اوکے اوکے،، مسکراہٹ دباتی ہوئی عارفین کو سکون کی سانس خارج کرتے دیکھ بیڈ کے کنارے پر پنجوں کے بل کھڑی ہوتی ہوئی وہ تجسس کے مارے اس کے بالوں کو دیکھنے کی خاطر جھکی تھی۔

یہ کیا کر رہی ہو،، شفا کے ہاتھ اپنے بالوں میں محسوس کرتا ہوا وہ پورے کا پورا گھما تھا جس پر وہ اپنا توازن کھوتی ہوئی عارفین کے اوپر آکر گری تھی وہیں اس کے ویسٹ پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ اسے سنبھال گیا تھا۔

سفید بال دیکھ رہی تھی آپ کے،، معصومیت سے کہتی ہوئی وہ عارفین کے شانے پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے بولی تھی۔

ملے،، ہونٹ لٹکائے ہوئے وہ گردن نفی میں ہلا گئی تھی۔

شفااا،، گلاب کی پتیوں سے سلیپ ہوتے کارپٹ کے باعث وہ اسے لیے بیڈ پر گرا تھا اب منظر کچھ یوں تھا عارفین بیڈ پر گرا تھا جبکہ شفا اس کے اوپر گری ہوئی تھی۔

بوڑھے ہی ہیں آپ،،عارفین کے مضبوط حصار میں خود کو دیکھ خود کو کمپوز کرنے کی خاطر وہ لب تر کرتی گویا ہوئی تھی۔

میں بوڑھا نہیں ہوں،،شفا کے میسی جوڑے میں مقید بال عارفین کے چہرے پر بکھرے تھے جنہیں سائیڈ کرتا ہوا وہ چبا کر بولا تھا۔

اووو اچھا جی یہ بڑھاپا ہی تو ہے جو آپ میرے وزن سے بھی ڈگمگا گئے اور مجھے لے کر گر گئے۔عارفین کے حصار کو کھولنے کی کوشش کرتی ہوئی وہ اس کی سانسوں کی تپش سے کنفیوژ ہوتی بات بنا گئی تھی۔

میں بوڑھا نہیں ہوں،،اپنی گرفت سخت کرتا ہوا وہ اسے اپنے مزید قریب کر گیا تھا وہیں شفا کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

ہ۔ہ۔ہاں تو ممیں۔۔میں نے تھوڑی نا آپ کو بوڑھا کہا تھا آپ نے خود کہا ۔دونوں ہاتھ بیڈ پر رکھتی ہوئی وہ اس کی مضبوط ہوتی گرفت پر ڈگمگائی تھی وہیں اس کی نزدیکی پر اس کی پیشانی پر پسینے کی ننھی بوندیں نمودار ہوئیں تھیں۔

میں نے کب کہا کہ میں بوڑھا ہوں،،تم سے بڑا ہوں عمر میں بھی اور ہائیٹ میں بھی یہ کہا تھا میں نے،،اسے خود کے قریب تر ہوا وہ سخت گیر لہجے میں بول رہا تھا مگر آنکھوں میں ایک الگ ہی داستان رقم ہونے شروع ہوئی تھی شفا کی نزدیکی اس سرور بخشتی محسوس ہوئی تھی۔

یہ دوبارہ نا سنو میں تمہارے منہ سے،،عارفین کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی وہ اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں سے جذبذ کا شکار ہوئی تھی وہیں دوسری طرف

بھی دل الگ ہی ساز پر دھڑکنا شروع تھا جس پر وہ وہ محفوظ کن مسکراہٹ لیے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔

ان آنکھوں سے زیادہ گہرا ان آفاق میں کچھ بھی نہیں
میں نے ہر اک آئینے کے پار اتر کے دیکھا ہے

بولو گی دوبارہ۔ سنہری آنکھوں میں دیکھتا ہوا وہ شریر ہوا تھا۔

نہیں،، اس کے چہرے پر شرم کی سرخی تھی یا غصے سے اس کی پروا کیے بغیر وہ مسکرایا تھا۔

اب تو چھوڑیں،، ایک بار پھر خود کو آزاد کرنے کی سعی کرتی ہوئی روہانسی ہوئی تھی۔

وہیں اس کی نم آنکھوں میں دیکھ وہ فوراً سے اسے آزاد کر گیا تھا۔

آپ بوڑھے ہیں بوڑھے ہیں اور،، اسے اٹھتے دیکھ وہ رکی تھی۔

اور بوڑھے ہی ہیں،، رو کو ذرا بتاتا ہوں تمہیں،، عارفین کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی اسے زچ کرنے کی خاطر کہتی ہوئی وہ باتھروم میں بند ہوئی تھی۔
اپنے بے ربط دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھتی ہوئی خود کو پر سکون کرتی ہوئی آنکھیں بند کر گئی تھی جس پر وہی منظر اس کے سامنے لہرایا تھا۔

وہیں شفا کو خود سے ڈر کر باتھروم بند ہوتے دیکھ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

بیو قوف لڑکی،،اپنی بات بے بات گردن جھٹکنے کی عادت پر وہ خود کو کوستا ہوا بیڈ پر دراز ہوا تھا۔

OOOOOOOOOOO

جب تک وہ شاور لے کر آئی تھی تب تک عارفین لمبی تان کر سو گیا تھا جس کو گھورتی ہوئی وہ اپنے بیگ سے کانٹریکٹ پیپرز نکالنے کا سوچتی ڈریسنگ کے سامنے آئی تھی۔

ہیئر ڈرائر کی آواز پر اس کی نیند میں خلل پڑا تھا جس پر آدھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہوا تکیوں میں منہ دے گیا تھا۔

عارفین سر،،عارفین سر،،اپنے بالوں کو بنا کر فارغ ہوتی ہوئی وہ میک اپ کے نام پر آنکھوں میں کاجل اور اپنے لبوں کو پنک کلر کی لپ اسٹک سے سجا کر عارفین کے سر پر آن دوڑی تھی۔

کیا ہے،، نیند میں بڑبڑاتا ہوا وہ شفا کے تکیہ کھینچنے پر اسے غصے سے گھور کر رہ گیا تھا۔

جو ڈارک پنک کلر کے خوبصورت جوڑے میں ملبوس دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے اسے ہی گھور رہی تھی۔

اب کون سی آفت آن پڑی ہے تم پر شفا بگٹی۔چبا کر کہتا ہوا وہ بیٹھ گیا تھا۔

ہوا یہ ہے کہ پہلے ہی دن آپ نے رولز کے خلاف ورزی کی ہے آپ کو سزا ملے گی،،اس کی پیشانی میں بل ابھرے تھے۔

کون سے رولز کی خلاف ورزی کی ہے میں نے مجھے بھی تو پتا چلے،،اپنی آنکھیں مسلتا ہوا وہ شفا کو دیکھنے لگا۔

رکیں دکھاتی ہوں،،کانٹریکٹ پیپرز اٹھا کر لاتی ہوئی عارفین کو مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

ابھی تو کوئی رولز بریک ہوئے بھی نہیں ہیں ابھی سے سزا کی تیاریاں شروع۔دونوں لب آپس میں پیوست کیے وہ شفا کو پیپرز لیے آتے دیکھ آبرو چڑھا گیا تھا۔

یہ دیکھیں میری پہلی شرط غور سے پڑھیں جہاں صاف صاف لکھا ہے میرے اور آپ کے درمیان چار فٹ کا فاصلہ قائم رہنا ہے،، عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی۔

میں نے پڑھا ہوا ہے تم کہنا کیا چاہ رہی ہو۔اس نے شفا کو دیکھا جو بھنویں سکیڑے اسے ہی گھور رہی تھی۔

تھوڑی دیر پہلے جو آپ نے کیا وہ کیا تھا،، عارفین سے نظریں چراتی ہوئی گویا ہوئی تھی۔

کیا تھا،، حیرت سے اسے دیکھتا ہوا وہ بیڈ سے اتر کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

ہاں کیا تھا۔اس نے سوال دہرایا تھا۔

اسے مدد کرنا کہتے ہیں شفا بی،، وہ دو بدو ترخ کر جواب دیتا ہوا آگے بڑھا تھا۔

پیچھے پیچھے،، عارفین کو قریب آتے دیکھ وہ دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

اب کیا ہر وقت انچ پٹی لے کر گھوموں شفا بی،، تم سے بات کرنے سے پہلے چار انچ کا فاصلہ پیمائش کروں پھر تم سے کوئی بات کروں حد ہے۔غصے سے بولتا ہوا وہ شفا کو خاموش کروا گیا تھا۔

ہاں تو یہ تو کانٹریکٹ کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا آپ کو،، وہ بھی دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہوئی تھی۔

اب رولز ہے تو پورے بھی کرنے پڑیں گے،، عارفین نے اپنی پیشانی مسلی اور اسے دیکھتا رہا۔

میری توبہ مدد بھی نا کروں میں تو تمہاری،، غصے سے کہتا ہوا وہ باتھروم کی سمت بڑھ گیا تھا۔

ہاں تو مجھے بھی کوئی مدد نہیں چاہیے آپکی۔ پیچھے سے بلند آواز میں بولتی ہوئی وہ ہاتھ میں پکڑے کانٹریکٹ پیپرز کو دیکھ کر پیر پٹختی ہوئی واپس سے ڈریسنگ کی سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

ooooooooooooo

رات میں ولیمہ ہے اور دیکھو دولہے کی ہی گردن اکڑی ہوئی ہے۔ گرم پانی سے ٹکور کر کے باہر آتا ہوا وہ سامنے بیٹھی شفا کو دیکھ کر آبرو بھینچے تولیہ صوفے پر پھینکتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

ایش گرے کلر کے کاٹن کے کلف زدہ سوٹ میں ملبوس وہ اپنے بالوں کو سیٹ کرتا ہوا ریسٹ واچ ہاتھ میں ڈالتا ہوا اس کی سمت بڑھا تھا۔

چلو شفا،، خاموشی سے عارفین کو تیار ہوتے دیکھ وہ اس کے پکارنے پر اس کے ساتھ ہوئی تھی۔

زہے نصیب آج عارفین صاحب اپنے کمرے سے تو نکلے،، صبح کے گیارہ بجے شفا اور عارفین کو آتے دیکھ امرحہ نے طنز کا نشتر چلایا تھا۔

کیوں آپ کو جلن ہو رہی ہے ہم آپ سے آگے نکل گئے،، سب کی موجودگی میں شفا کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ امرحہ کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

مممجھے کیوں ہو گی جلن،، شفا کے ناسمجھی سے دیکھنے پر امرحہ نے اسے گھورا تھا۔

بھابھی جان میں جانتا ہوں آپ کو تکلیف ہو رہی ہے آپ اور بھائی شادی کے پہلے دن دس بجے اٹھ کر آئے تھے اور ہم دونوں گیارہ بجے اٹھ کر آئے ہیں،، آپ سے ایک گھنٹہ آگے جو نکل گئے ہیں،، شرارت سے آبرو اچکاتا ہوا وہ امرحہ کے ساتھ حساب برابر کر گیا تھا۔

عارفین،،، جہانگیر کے پکارنے پر وہ مسکرا کر آگے بڑھا تھا۔

اسلام و علیکم،،سب کو سلام کہتی ہوئی وہ عارفین سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی سعی کرتی اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

آؤ شفا بیٹا یہاں بیٹھ جاؤ،،کیوں شفا میرے ساتھ ہی بیٹھے گی،،زید جیلانی کے کہنے پر وہ بے شرمی سے کہتا ہوا مسکرایا تھا۔وہیں ردا بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ رینگی تھی۔

شادی ہوتے ہی عافی بدل گیا ہے مما۔انوشے کی سرگوشی ہر وہ اثبات میں گردن ہلاتی ہوئیں ناشتہ لگانے لگی تھیں۔

آج تم لیو پر ہو،،ہمم،،ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھتے ہی زید جیلانی نے استفسار کیا تھا جس پر شفا کو اپنے برابر میں بیٹھاتا ہوا انہیں مختصر سا جواب دے گیا تھا۔

پوچھ سکتا ہوں شادی کے دن تو ڈیوٹی پر پہنچ گئے تھے اور آج جبکہ ولیمہ ہے تو تم لیو و لے کر بیٹھ گئے ہو،، عارفین کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی تھی۔

کل جب ڈیوٹی پر گیا تھا تب پروبلم تھی اور جب میں آج لیو پر ہوں تب بھی آپ کو ایشو ہو رہا ہے حد ہے،، کھانا کھاتا ہوا وہ ساتھ ہی شفا کو سرو کرنے لگا تھا۔

تم دونوں بھائی ناشتے سے فارغ ہوتے ہی ریسیپشن کی تیاریاں دیکھ لینا،، ٹھیک ہے،، جہانگیر نے عارفین کی سمت دیکھا تھا جو مزے سے ناشتہ کرتا ہوا وہ مسکرا رہا تھا۔

سارے انتظامات میں خود دیکھ لوں گا عارفین آرام کر لے گا ویسے ہی اسے کہاں لیو و ملتی ہے۔ جہانگیر کے کہتے ہی سکون کا سانس بھرتا ہوا وہ پر سکون ہوا تھا۔

○○○○○○○○○○○○

جس بھی فن کار کا شہکار ہو تم
اس نے صدیوں تمہیں سوچا ہو گا

ڈل گولڈن کلر کے خوبصورت امتزاج کی بھاری عروسی میکسی میں وہ ریسیپشن کے مناسبت کیے گئے ہلکے میک اپ میں قیامت ڈھا رہی تھی، جس پر شفا نے سکون کا سانس خارج کیا تھا کہ کی ہیوی برائیڈل میک اپ اور بھاری بھر کم لہنگے اور جیولری نے اسے کافی تھکا دیا تھا جبکہ کل کے

مقابلے آج لائیٹ میک اپ اور ہلکی پھلکی جیولری میں خود ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

تیار ہو گئیں ہیں میری مسسز،، بیوٹی سیلون کے باہر کھڑے عارفین نے اندر سے آتی لڑکی کو مخاطب کیا تھا جو اس دیکھ کر اثبات میں گردن ہلاتی ہوئی واپس اندر گئی تھی۔

آپ کے ہز بینڈ تو بہت ہینڈ سم ہیں،، اس لڑکی کے چہک کر کہنے پر شفا نے سرسری سی نظر اس پر ڈالی تھی۔

ویٹ کر رہے ہیں وہ آپ کا باہر،، میرا ہز بینڈ ہنہہ پیپر ہز بینڈ ہے،، منہ ہی منہ بڑبڑاتی ہوئی وہ ان لڑکیوں کے ہمراہ چلتی ہوئی وہ باہر آئی تھی وہیں شفا کو آتے دیکھ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

بہت پیاری جوڑی ہے آپ دونوں کی،،عارفین کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر شفا کا ہاتھ رکھتی ہوئی وہ بیوٹیشن مسکرا کر بولی تھی جس پر قیامت ڈھاتی ہوئی شفا عارفین کو چند پل کے لیے منجمد کر گئی تھی۔

شکریہ،،پیمنٹ کرتا ہوا وہ اس کی میکسی اٹھائے اس کے ساتھ بڑھا تھا۔

جب آپ کانٹریکٹ میرج کر رہے تھے تو اتنا خرچا کرنے کی کیا ضرورت تھی،،جیل کے ساتھ سیٹ کردہ بال بلیک کلر خوبصورت سوٹ کوٹ میں ملبوس عارفین کسی ریاست کا شہزادہ معلوم ہوا تھا جسے دیکھ کر وہ اپنی بھاری بھرکم میکسی اٹھاتی ہوئی چبا کر بولی تھی۔

پہلی شادی تھی اس لیے دل کھول کر خرچا کیا ہے،، وہ بھی آگے سے عارفین تھاڈھٹائی سے مسکرایا تھا۔

مطلب آپ میرے ساتھ کانٹریکٹ ختم کر کے دوسری شادی کریں گے،، عارفین کے منہ سے پہلی شادی سن کر ہی وہ افسردہ ہوئی تھی۔

تمہیں سنبھال لوں پہلے دوسری کو بعد میں دیکھ لیں گے،، فرنٹ ڈور کھول کر اس کی میکسی اٹھاتا ہوا وہ اس کے دل کے جہاں کو درہم برہم کر گیا تھا۔

یہ شادی ہمیشہ کانٹریکٹ میرج ہی رہے گی،، اپنے حنائی ہاتھوں کو دیکھتی ہوئی وہ لب دبا گئی تھی۔

ویسے تمہاری بھی تو پہلی شادی ہے،، خواب تو بہت دیکھیں ہونگے تم نے،، عارفین کے پوچھنے پر وہ اسے خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔

پوچھ سکتا ہوں تمہیں اپنا لائف پارٹنر کیسا چاہیے تھا،، کار ڈرائیو کرتے عارفین نے سرسری سی نظر اس پر ڈالی جو اسے ہی دیکھنے میں محو تھی۔

کیسا ہزبینڈ چاہیے تھا تمہیں،، ایک بار پھر سوال دہراتا ہوا نجانے کیوں وہ شفا کے لبوں سے اپنا نام سننے کا خواہ ہوا تھا۔

آپ جیسا،، عارفین کے لب حیرت سے وا ہوئے تھے یعنی اس کے دل کی مراد بر آئی تھی اس کی آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی چھائی تھی۔

وہیں شفا نے اپنے دل کی بات کی تھی وہیں عارفین کے ہونٹوں کے کناروں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگی تھی جسے چھپانے کی غرض سے اس نے لب آپس میں پیوست کیے تھے۔

آپ جیسا لائف پارٹنر میں نے اپنے برے خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا ،،عارفین کی پیشانی میں بل ابھرے تھے وہیں شفا اپنا بدلہ لیتی ہوئی پرسکون ہوئی تھی۔

یہ بھی اچھا ہے کہ ہماری کانٹریکٹ میرج ہے ورنہ مجھے تو ساری زندگی پچھتانا پڑتا کہ کیسے شخص سے میری شادی ہوگئی۔عارفین نے ضبط سے اسے دیکھا جو بولتی ہوئی آخر میں مسکرا اٹھی تھی۔

ہمم،، ہمممم،،وہ جواباً گردن ہلا گئی تھی۔

مجھے بھی تمہارے جیسی بیوی نہیں چاہیے تھی،،بے فکر رہیں بند عرصے کی تو بات ہے پھر آپ بھی آزاد اور میں بھی،،عارفین کے جتا کر کہنے پر وہ مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔

ہمم،، ہمممم،،عارفین کے ایک بار ہمم کہنے پر وہ اس سے زیادہ ہمم کو کھینچ کر مسکرائی تھی۔

شفا ہم نے ایک بات تو سوچی ہی نہیں،،کونسی بات،،اس نے فوراً سے پہلے پوچھا تھا۔

اگر ہم دونوں میں سے کسی ایک کو ایک دوسرے سے محبت ہو گئی تو پھر کیا ہو گا،، سنجیدگی سے عارفین کو دیکھتی ہوئی وہ اس کے سوال پر ششدر رہ گئی تھی۔

ایسا ہو ہی نہیں سکتا،، اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے جب کہ دل نے عجیب ہی ساز سے دھڑکنا شروع کیا تھا وہ کیا محسوس کرتی تھی عارفین کے لیے یہ وہ اچھے سے جانتی تھی کتنی ہی مشکل سے ان جاگے ہوئے جذباتوں کو سلایا تھا آج اس کے سوال نے انہیں پھر سر اٹھانے پر اکسا دیا تھا۔

کیوں نہیں ہو سکتا،، شفا کے پراعتمادی سے کہنے پر وہ چونکا تھا۔

آپ کو ہو سکتی ہے مجھ سے محبت،، اس نے آبرو چڑھائے اسے دیکھا جس پر عارفین نے اپنی نظریں چرائی تھی۔

تم نے ہی تو کہا تھا جذبات اور حالات بدلنے میں وقت نہیں لگتا،، نارمل انداز میں کہتا ہوا وہ ہال کے سامنے گاڑی روک گیا تھا۔

آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں،، گاڑی رکتے ہی شفا نے اسے حیرت سے اسے دیکھا۔

کیا پتا آپ کو تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے،، شفا نے مھذ مسکرانے پر اتفاق کیا۔

آپ کو یہ خیال کیوں اور کیسے آیا،، ایسے ہی،، فرنٹ ڈور کھول کر اس کی سمت ہاتھ بڑھاتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

ایسے ہی کچھ نہیں ہوتا عارفین سر،،اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتی ہوئی وہ اس کی مسکراتی آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی۔

آج ایک مووی دیکھی تھی کانٹریٹ میرج پر تھی لڑکی کو ہیرو سے محبت سے ہو گئی اور پھر،،،اس نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

پھر،،،شفا کے پوچھنے پر وہ مسکرا اٹھا تھا۔

پھر جب ان دونوں کو ریئلائز ہوا وہ ایک دوسرے سے محبت ہو گئی ہے تو انہوں نے کانٹریٹ پھاڑ کر پھینک دیئے،،وہ کہتا ہوا ہنسا جس پر شفا نے لب دبائے،وہ نجانے اسے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا جو وہ خود نہیں جانتا تھا۔

ہمارے ساتھ ایسا نہیں ہو گا،، عارفین کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ سمٹی۔

یس آئی نو وہ جسٹ فلم تھی، اس نے کہا اور لاپرواہی سے شانے اچکائے تھے۔

اب ہم تھوڑی ناکانٹریٹ پیپرز پھاڑیں گے،، اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتا ہوا وہ ہال کی سمت بڑھا تھا۔

ہر ایک کی سہراتی نظروں کو خود پر محسوس کرتے ہوئے وہ دونوں ایک دوسرے کی ہمراہی میں چلتے ہوئے ایک مکمل جوڑے کی مانند مسکرا رہے تھے حقیقت تو صرف دل ہی جانتا تھا۔

نجانے کب یہ دو دل دھڑکنے تھے، اور یہ مسکرایا نجانے کب حقیقت میں بدلنی تھی۔

OOOOOOOOOOO

آج پھر سے اس کے کمرے کو سفید گلاب اور گلابی رنگ کے گلابوں کے ساتھ سجایا گیا تھا جسے دیکھ خفت کا شکار ہوتی شفا نے ردا بیگم کو دیکھا جو آج اس کے ساتھ کمرے میں آئیں تھیں۔

جانتی ہو شفا میر اعافی کبھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا جہانگیر اور امرحہ کو روز کی نوک جھونک کی وجہ سے،،اس بیڈ پر بیٹھاتی ہوئیں وہ اس کے پاس آکر بیٹھی تھیں جبکہ شفا فقط انہیں سنتی رہی۔

مگر جب اس نے اپنے منہ سے تمہارا نام لیا اس دن تو مانو ہم سب پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا،،شفا نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

انہوں نے خود میرا نام لیا تھا، اسے حیرت نے جیسے آن گھیرا۔

ہاں،، وہ مہذ مسکرائی اور گردن جھکا گئی۔

پتا ہے تم سے لے کر ہر چیز عارفین کی پسند سے ہوئی ہے تمہاری جیولری سے لے کر ڈریسز تک میرے عافی نے خود پسند کی ہیں،، بس تم میرے عارفین کا دل مت توڑنا وہ اوپر سے جو نظر آتا ہے ویسا بلکل نہیں جو دکھاتا ہے ویسا وہ ہے نہیں،، بہت پیار اور خیال رکھنے والا ہے،، شفا کی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔

اور یہ کبھی مت سمجھنا کہ میں صرف عافی کی مما ہوں میں تمہاری بھی ماں ہوں میں نے کبھی امرحہ اور انوشے میں فرق نہیں کیا اور نا ہی تم میں

کروں گی بلکہ تم تو میری سب سے چہتی بیٹی ہو،، شفا کی نم آنکھوں کو دیکھتی ہوئی وہ مسکرائیں تھیں۔

کیسے،، بمشکل خود پر ضبط کرتی ہوئی وہ انہیں دیکھنے لگی۔

کیونکہ تم میرے عافی کی پسند ہو،، اگر میں عارفین سر کی پسند نا ہوتی تو،، اس نے بھرائی آواز میں پوچھا۔

اگر تم عافی پسند نا ہوتی تب بھی مجھے پورا یقین ہے کہ تم ہی سے میرے عارفین کو محبت ہوتی کیونکہ تم بنی ہی محبت کرنے کے لیے،، لب کاٹتی ہوئی وہ خود کو رونے سے باز رکھنے کی کوشش کرنے کی سعی کرنے لگی۔

ہمیشہ خوش رہنا میرے عافی کے ساتھ اور کبھی یہ مت سمجھنا کہ تم یہاں اکیلی ہو میں ہوں ہمیشہ تمہارے ساتھ تمہاری مما اور بیٹیاں اپنی ماؤں سے ہر بات شئیر کرتی ہیں اگر عافی کبھی تمہیں پریشان کرے تو سیدھا میرے پاس آنا دیکھنا پھر کیسے ہم دونوں ماں بیٹی اسے سیدھا کریں گے ایسا سبق سکھائیں گے سیدھا ہو جائے گا،، نم آنکھیں لیے وہ انہیں دیکھتی ہوئی ان کے گلے لگی تھی۔

آپ میری مما بنیں گی،،اپنے آنسوؤں کے بند کو راستہ دیتی ہوئی وہ سسک اٹھی تھی۔

میں تمہاری مما بنوں گی نہیں میں تمہاری مما ہوں شفا کبھی خود اکیلا مت سمجھنا،،دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرے لیے وہ اس کی پیشانی پر بوسہ دیتی ہوئیں مسکرائیں تھیں۔

چلواب یہ رونا بند کرو میں تمہیں شوہر کو مٹھی میں رکھنے کے گن بتاتی ہوں ،،آنسو صاف کرتی ہوئی وہ مسکرا اٹھی تھی۔

آپ سکھائیں گی،، کوئی شک ہے ایسی سیکھ دوں گی عارفین تمہارے پلوں سے باندھا ہوا نظر آئے گا،، ہر روز کی ایک ایک سیکھ پھر دیکھنا،، مسکرا کر کہتی ہوئیں وہ شفا کو ہنستے دیکھ اس کے سر پر ہاتھ رکھ گئیں تھیں۔

OOOOOOOOOOOO

بہت دنوں سے مرے ساتھ تھی مگر کل شام

مجھے پتا چلا وہ کتنی خوب صورت ہے

بناناک کیے کمرے میں آتا ہوا وہ اسے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے دیکھ وہیں رکا تھا۔

جو خود کو جیولری سے آزاد کرتی ہوئی اب میٹل کی چوڑیاں اتار کر دراز میں ڈالتی ہوئی مسکرائی تھی۔

مما،، زیر لب دہراتی ہوئی وہ اپنی قسمت پر ناز کرتی ہوئی مڑی تھی کہ سامنے کوٹ ہاتھ پر ڈالے کھڑے عارفین کو دیکھ کر ٹھٹکی تھی جو اپنی جانچتی نظریں اس پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔

کس لیے مسکرایا جارہا تھا،، اس نے سوال کیا اور اس کی سمت بڑھنے لگا۔

کنٹریکٹ میں ایسا لکھا تھا کہ میں آپ کے سوالات کی جوابدہ ہونگی۔ آبرو چڑھا وہ عارفین کے موڈ کا بیڑہ غرق کر گئی تھی۔

نہیں،، تو بس پھر میں ہنسوں یا روؤں آپ دوبارہ سوال مت پوچھیے گا مجھ سے،، اپنی میکسی سنبھالتی ہوئی وہ اس کی سائیڈ سے نکلنے لگی تھی کہ عارفین نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے روکا تھا۔

یہ کیا حرکت ہے،، عارفین کے کھینچنے پر وہ اپنا توازن کھوتی ہوئی اس کے سینے سے جا ٹکرائی تھی۔

زبان کچھ زیادہ ہی لمبی نہیں ہے تمہاری،، اس نے چبا کر کہا جس پر وہ اپنے اور عارفین کے درمیان فاصلہ قائم کرتی پیچھے ہوئی تھی۔

ہاں ہے اور رہے گی بھی کیونکہ کانٹریٹ میں کہیں نہیں لکھا کہ میں اپنی زبان کا استعمال نہیں کر سکتی،، اس نے اپنی پیشانی مسلی تھی جبکہ شفا کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط تر کر گیا تھا۔

تم جانتی ہو میں نے تمہارے ساتھ کانٹریٹ کیوں کیا تھا،، کیوں کیا تھا،، اپنا ہاتھ چھڑوانے کی سعی کرتی ہوئی وہ اسے دیکھنے لگی۔

کیونکہ مجھے لگا تھا کہ تم ایک خاموش طبع اور معصوم لڑکی ہو،، اچھا،، اس کے چہرے پر نظریں مرکوز کیے وہ خاموش ہوا تھا۔

ہاں جی،، بھنویں سکیڑے وہ اسے گھورتی رہی دانت کچکچا کر رہ گئی۔

بھاڑ میں جائیں آپ،،اپنا ہاتھ چھڑواتی ہوئی وہ اسے دھکا دیتی ہوئی غصے سے پھنکارتی جانے کے لیے بڑھی تھی۔

اچھا سنو شفا،، نہیں سننا مجھے کچھ بھی آپ سے اچھا ہوا میری نارمل والی شادی نہیں ہوئی ورنہ ساری زندگی خراب ہو جاتی میری،،شفا کے غصے سے بولنے پر مسکراتا ہوا اس کے پاس آ کر رکا اسے کہاں فلحال کسی بات کا برا لگنا تھا وہ تو اپنے مقصد پر نظرثانی کیے ہوئے تھا۔

اچھا سوری،،عارفین کو کان پکڑتے دیکھ شفا کے چہرے کے تاثرات نارمل ہوئے تھے۔

جائیں معاف کیا آپ کو تا کہ آپ کو یاد کس سخی دل والی لڑکی سے پالا پڑا ہے آپ کا،،شان بے نیازی سے کہتی ہوئی اسے حیران کر گئی تھی۔

سچ میں سخی دل ہو یا صرف کہنے کہنے کی ہو،، اپنے تیز دماغ کا استعمال کرتا ہوا اس کے نا سمجھی سے دیکھنے پر مسکرایا تھا۔

الحمدللہ کوئی شک ہے آپ کو،، وہ اکڑ کر بولی تھی۔

نہیں نہیں شک تو نہیں ہے،، پھرررررر یہ سوال کیوں،، لب ترچھے کرتا ہوا وہ اسے اچھا طریقے سے اکسا گیا تھا۔

اس لیے اگر میں تم سے کچھ مانگو تو مجھے دوں گی،، آنکھیں گھماتی ہوئی وہ عارفین کی ذہانت کے آگے بیوقوف معلوم ہوئی تھی۔

مانگوں مانگوں جو مانگنا ہے آپ بھی کیا یاد رکھیں گے کس سخی دل شفا بگٹی سے پالا پڑا ہے آپ کا،، ایک ہاتھ ہلا کر بولتی ہوئی جبکہ دوسرا ہاتھ کمر پر ٹکائے ایک ادا سے بولی تھی۔

پکی بات ہے،، ہاں بھئی ہاں مانگیں جو بھی مانگنا ہے مانگ لیں،، خود کو کامیاب ہوتے دیکھ عارفین کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

ٹھیک ہے میں صوفے پر نہیں سوؤں گا،، کیاااا،، اب تم انکار نہیں کر سکتی تم نے زبان دے دی ہے مجھے،، شفا کے صدمے سے چلانے پر وہ فوراً سے پہلے گھبرا کر بولا تھا۔

نہیں نہیں،، شفا تم اپنی زبان سے مکر رہی ہو،، اس کا بھاری دوپٹہ پکڑتا ہوا وہ اس کے خود کے درمیان فاصلہ قائم کر گیا تھا۔

زبان سے نہیں مکر رہی میں اپنی بے وقوفی پر ماتم کر رہی ہوں،، اپنی بیوقوفی پر ماتم کرتی ہوئی وہ نم آنکھوں سے بیڈ اور صوفے کو دیکھ کر بولی تھی ۔

تو پھر ڈیک ڈن ہوئی میں بیڈ پر اور تم صوفے پر،، شفا نے آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورا جس پر وہ جلد بازی پر لب دبا گیا تھا۔

میں صوفے پر نہیں سونے والی،، ٹھیک ہے تم نیچے گدے پہ سو سکتی ہو،، اب کی بار شفا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس چالاک پولیس والے کا گلا گھونٹ دے مگر خود پر کڑا ضبط کرتی ہوئی وہ سنبھل کر گویا ہوئی۔

نیچے تو آپ بھی سو سکتے تھے سوئے نہیں ناں،، عارفین خاموش رہا جبکہ شفا کی نظریں اب بھی بیڈ پر ٹکی ہوئیں تھیں۔

مجھے پھیل کر سونے کی عادت ہے،، ہاں تو کیا ہوا،، اس نے شانے اچکائے۔

مجھے نیند میں ہاتھ پیر چلانے کی بھی عادت ہے،، یہ عادت تو لگ بھگ سب کو ہی ہوتی ہے،، عارفین کے نارمل کے انداز پر وہ بھن کر رہ گئی تھی یعنی یہاں کوئی بہانہ نہیں چلنے والا تھا۔

مارے بری قسمت کے وہ اب اپنے منہ سے اس کے ساتھ بیڈ شیئر کرنے کا بھی کہہ نہیں پا رہی تھی وہیں عارفین بے صبری سے اس کے منہ سے بیڈ پر سونے کی اجازت ملنے کے لیے بے قرار ہوا تھا۔

ٹھیک ہے،، کیا ٹھیک ہے،، شفا نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

آپ بیڈ پر سو سکتے ہیں میرے ساتھ۔ منہ کے زاویے بگاڑے وہ عارفین کے ہاتھ سے اپنا دوپٹہ کھینچنے لگی۔

تم تو واقع بہت سخت دل ہو لڑکی،، مارے خوشی کے وہ اس کے گرد بانہیں پھیلاتا ہوا آگے بڑھا تھا مگر شفا کے گھورنے پر رکا تھا۔

چار فٹ کا فاصلہ رکھنا ہے بار بار بھول جاتے ہیں آپ،، اس گھورتی ہوئی وہ ڈریسنگ روم کی سمت بڑھی تھی وہیں عارفین دونوں ہاتھ پھیلائے بیڈ پر دراز ہوا تھا۔

ooooooooooooo

لفٹ سائیڈ میری ہو گی،، عارفین کو فریش ہو کر آتے دیکھ وہ بیڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھی تھی۔

اوکے مجھے بس بیڈ پر سکون سے سونا ہے پھر چاہے لفٹ سائیڈ ہو یا رائیٹ سائیڈ مجھے فرق نہیں پڑتا،، بالوں کو کومب کرتا ہوا وہ رائیٹ سائیڈ پر آکر بیٹھا تھا۔

ڈونٹ سے کہ تم اب ہمارے درمیان یہ پِلو وال کھڑی کرنے والی ہو،، شفا کو تکیے اٹھاتے دیکھ وہ چونک کر بولا تھا۔

اعتبار کیا ہے تو اب پورا کرنا پڑے گا اور ویسے بھی لوگوں کی نیتوں کو یہ پلو کہاں روک پائیں گے،، ناراضگی سے اسے دیکھتی ہوئی وہ ڈریسنگ کی سمت

بڑھی تھی وہیں عارفین کے چہرے پر محفوظ کن مسکراہٹ کا راج ہوا تھا کہ اتنے میں ہاتھ میں اپنے دو چار رنگ برنگے دوپٹے اٹھائے آتی شفا کو دیکھ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

اب یہ کیا ہے،،دوپٹے،،اس کے سامنے دوپٹے لہراتی ہوئی وہ بیڈ پر چڑھی تھی۔

عارفین سر آئیں انہیں باندھنے میں میری مدد کریں،، پیر اوپر کرتی ہوئی وہ دیوار پر لگے فوٹو فریم کو اتار کر نیچے رکھ گئی تھی۔

وہیں سامنے سے ایک ڈوری باندھ کر اس کیل کے ساتھ باندھنے کی کوشش کرتی ہوئی وہ عارفین کو مدد کے لیے بلا گئی تھی۔

یہ سب کیا کر رہی ہو،، دوپٹے اس ڈوری پر ڈال وہ انہیں اب پردے کی شکل دیتی ہوئی مسکرائی تھی۔

یہ سائیڈ آپ کی اور یہ سائیڈ میری اس سے تھوڑی بہت تو پرائیویسی رہے گی ہمارے درمیان،، مسکرا کر کہتی ہوئی وہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھی تھی وہیں عارفین نے غصے سے ان نیٹ کے دوپٹوں کو دیکھا اور اپنی جگہ پر دراز ہوا تھا ۔

گڈ نائٹ عارفین سر،، بہک کر کہتی ہوئی وہ خود پر کنفرٹ کھینچ گئی تھی۔

گڈ نائٹ،، چبا کر کہتا ہوا وہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھتا ہوا آنکھیں موند گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○

عارفین کی موجودگی سے خائف ہوتی ہوئی شفا کروٹ در کروٹ بدلتی ہوئی صبح فجر کی اذان سنتی ہوئی سوئی تھی وہیں عارفین جیلانی باہیں کھولے بڑے سکون سے خواب خرگوش کے مزے لوٹتا ہوا نیند میں بھی مسکرا رہا تھا جسے دیکھ شفا کے تن بدن میں آگ تو بہت لگ رہی تھی مگر وہ بیچاری اب کر بھی کیا سکتی تھی سوائے خاموش رہنے کے۔

بے وقوف لڑکی،، سوتی ہوئی شفا کو دیکھ وہ مسکراکر انگڑائی لیتا ہوا ڈریسنگ روم کی سمت بڑھا تھا۔

جی سر میں تھوڑی دیر تک اسٹیشن پہنچ جاؤں گا آپ بے فکر رہیں میں خود آپ کی ایف آئی آر درج کروں گا۔اپنے گیلے بالوں کو تولیے سے خشک

کرتا ہوا وہ باتھروم سے باہر نکلا ہی تھا کہ اپنے رنگ کرتے فون کو دیکھ وہ فوراً سے اٹینڈ کر گیا تھا۔

او یار بات سنیں میں پولیس اسٹیشن پہنچتے ہی آپ کو کال کروا دونگا۔ کال ڈسکنیکٹ کرتا ہوا وہ شفا کو اٹھتے دیکھ وہ فوراً سے شرٹ پہنے لگا تھا۔

اٹھ گئی ہو تو جلدی سے فریش ہو جاؤ نیچے ساتھ چلیں گے ہم،، اسے سرسری سے کہتا ہوا وہ بیلٹ لگانے لگا تھا جبکہ نظریں ہنوز دونوں ہاتھوں میں چہرے گرائے بیٹھی شفا کو دیکھ کر مسکرایا جو دونوں آنکھیں بند کیے ابھی بھی نیند میں تھی۔

شفا سن رہی ہو تم مجھے،، ہیئر برش کی مدد سے اسے ہلانے لگا تھا۔

ہمم۔ کیا اٹھو جلدی،، سرخ متورم آنکھوں میں شکوہ گھلا دیکھ عارفین نے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے۔

اچھا اٹھ رہی ہوں،، نیند میں بڑبڑاتی ہوئی وہ عارفین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

شفاا،، اسے نیند میں گردن ہلاتے دیکھ وہ ہنس کر وہاں سے جانے کے لیے بڑھا تھا کہ شفا کی نیند سے بوجھل آواز میں کہے گئے الفاظ پر وہیں ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔

یہ کانٹریکٹ میں مینشن تھا کیا آپ مجھے میری نیند بھی پوری نہیں کرنے دیں گے،، ہلکی آواز میں بولتی ہوئی آنکھوں کو زبردستی کھولنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

شکر کرو تمہاری نیند حرام کرنے کی کوئی شرط نہیں لکھی ورنہ حق تو پورا ہے میرے پاس تمہاری نیند حرام کرنے کا،، ذو معنی لہجے میں کہتا ہوا دراز سے گن نکالتا ہوا مڑا تھا۔

کرنے دے ہی نادوں اپنی نیندیں حرام،، نیند کے باعث اس کی بات پر گردن جھٹکتی ہوئی وہ عارفین کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کو دیکھنے سے قاصر رہی تھی۔

کروں گا تو تم سے پوچھوں گا تھوڑی،، اس نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

میں بھی پھر آپ کا جینا حرام کردوں گی،، جوابی حملے پر عارفین کی بھنویں داد دینے کے انداز سے چڑھی۔

کر ہی نادو،، شفا کے ساتھ نوک جھوک میں اسے مزہ آیا تھا۔

ایسا جینا حرام کروں گی خود کو بھی بھول جائیں گے،،اپنے بالوں کو بائیں جانب سے دائیں سائیڈ پر کرتی ہوئی وہ انہیں جوڑے کی شکل دینے لگی تھی ۔

اووو مجھے تو ابھی سے خوف محسوس ہو رہا ہے شفا بگٹی،، سرخ آنکھوں نے اسے گھورا تھا۔

یہ جو کل آپ نے کیا ہے ناں وہ بھولی نہیں ہوں میں،، گھور کر کہتی ہوئی وہ دبی دبی آواز میں غرلائی تھی۔

میں نے کیا کیا،،اس نے انجان بنتے شانے اچکائے۔

میری معصومیت کا فائدہ اٹھایا ہے آپ نے،، پیر پٹختی ہوئی وہ اس کے مقابل آکر کھڑی ہوئی تھی۔

معصومیت،،اس کے چہرے کو بغور دیکھتا ہوا وہ زیر لب دہراتا ہوا اسے دیکھنے میں محو ہوا تھا۔

ہاں معصومیت،،آپ نے کبھی دیکھی بھی نہیں ہو گی اتنی معصومیت جتنی میرے پاس ہے،،دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے کھڑی ہوئی شفا کی نیند پیر دبا کر بھاگ گئی تھی۔

استغفر ُللہ،،دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ وہ ڈرامائی انداز میں گویا ہوا تھا۔

غلط بات نہیں کی میں نے۔ عارفین کو گھورتی ہوئی گویا ہوئی۔

غلط بات نہیں کی،، عارفین کے پوچھنے پر اس نے نفی گردن ہلائی۔

ٹھیک ہے مس شفا بگٹی عرف معصومیت کی دکان جا کر فریش ہو جائیں مجھے دیر ہو رہی ہے،، دونوں ہاتھ جوڑے وہ ریسٹ واچ میں بجتے صبح کے نو دیکھ کر اس سے ہار مان گیا تھا ورنہ اس کو چھیڑنے میں اسے عجیب ہی سکون محسوس ہو رہا تھا۔

یہ کانٹریکٹ میں نہیں لکھا تھا،، وہ منمنائی تھی۔

ٹھیک ہے پھر تم سو جاؤ میں کہہ دونگا میری بیوی آرام کر رہی ہے،، اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

مطلب،، دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ اسے دیکھنے لگی۔

مطلب یہ کہ میں انہیں کہہ دونگا کل رات دیر تک ہم جاگتے رہے،، بسسسسس اس سے آگے کچھ بھی مت بولیے گا اپ،، اس کی بات سمجھتی ہوئی وہ عارفین کی بات بیچ میں ہی کاٹ گئی تھی۔

جس پر عارفین اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا ہوا دونوں لب آپس میں پیوست کیے اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

تم سمجھ گئی ہو تو پھر میں کیوں کہنے لگا، اس نے شرارت سے شا نے اچکائے

۔

کانٹریکٹ میں آپ کے اور میرے درمیان ایسے بے ہودہ مذاق کرنے کا نہیں لکھا تھا، ، ہاں تو منع بھی نہیں کیا گیا تھا، ، شفا نے فقط اسے دیکھا اور پیر پٹختی ہوئی وہاں سے گئی تھی۔

جلدی آنا میں انتظار کر رہا ہوں، ، پیچھے سے ہانک لگاتا ہوا وہ دراز میں رکھے اپنے والٹ کو نکال کر پاکٹ میں رکھتا ہوا کاؤچ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔

OOOOOOOOOOO

سب کے ساتھ اچھے سے پیش آسکتی ہو بس ان سے تھوڑا دور ہی رہنا،،

ناشتے سے فارغ ہوتے ہی عارفین نے سرگوشیانہ انداز میں شفا سے کہا تھا جو کھانا کھاتی ہوئی امرحہ کی نظریں خود پر محسوس کرتی ہوئی کنفیوژن کا شکار ہو رہی تھی۔

کیوں،،ایک نمبر فتنہ پرست عورت ہیں تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں،،عارفین کے مسکرا کر کہنے پر شفا نے آبرو چڑھائے بیٹھی امرحہ کو دیکھا جو ان دونوں کو دیکھ کر جل بھن رہی تھی۔

اوکے خدا حافظ،،چیئر پیچھے کر کے اٹھاتے ہوئے عارفین نے کہا اور جانے کے لیے بڑھا تھا۔

شفا بیٹا کو اس کے گھر چھوڑتے جاؤ،، ماتھے پر نا سمجھی کے بل لیے اس نے شفا کو دیکھا جو دونوں ہاتھوں کی انگلیاں چٹکتی ہوئی نظریں جھکائے ہوئے تھی۔

خیریت،، کل بھی سرفراز شفا کو لے کر جانے کی بات کر رہا تھا پر میں نے منع کر دیا تھا مگر آج تم لے جاؤ،، چائے کا کپ منہ سے لگاتے ہوئے زید جیلانی نے سنجیدگی سے کہا۔

کل مل تو لی ہے شفا سب سے تو پھر گھر چھوڑ کر آنے کا مقصد،، عارفین کے صاف انکار پر شفا کی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔

رسم ہے بیٹا شادی کے بعد لڑکی اپنے گھر جاتی ہے رہ کر آئے یا پھر شام میں گھر واپس آجائے یہ اس کی مرضی،، ردا بیگم نے اسے سمجھانا چاہا۔

اگر تم نہیں لے جا سکتے تو کوئی بات نہیں ہم دانیال کو کہہ دیتے ہیں وہ آجائے گا شفا کو لینے پھر تم ڈیوٹی سے واپسی پر شفا کو اپنے ساتھ لیتے آنا،، پیشانی کو مسلتے ہوئے عارفین نے شفا کو دیکھا تھا جس کی پرنم آنکھیں اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھ گئی تھی۔

اوکے،، شفا ابھی میرے ساتھ چلنا ہے یا پھر دانیال کے ساتھ جانا چاہو گی،، عارفین کے نرم انداز میں پوچھنے پر امرحہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ رینگی تھی۔

بڑی نرماہٹ ہے لہجے میں عافی صاحب کے ہنہہ چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات،، گردن جھٹکتی ہوئی وہ دل میں سوچ کر مسکرائی تھی۔

آپ ابھی چھوڑ دیں گے،، شفا کے آہستگی سے پوچھنے پر عارفین نے آنکھوں سے ہامی بھری تھی جس پر وہ مسکرا اٹھی تھی۔

میں اپنا ہینڈ بیگ لے آتی ہوں،، چہک کر کہتی ہوئی وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

آرام سے،، شفا کی جلدی بازی پر وہ چیئر پیچھے کرتا ہوا سب کو حیران کر گیا تھا۔

زن مریدی کے سارے ریکارڈ ٹوٹے گے یہاں،، تنفر سے مناہل کو کھانا کھلاتی ہوئی وہ خود بڑبڑائی تھی۔

بھابھی کچھ کہا آپ نے،، انوشے کے اچانک پوچھنے پر وہ ڈگمگا اٹھی تھی۔

نہیں تو،، جبراً مسکراہٹ لیے وہ اپنے کھانے کی سمت متوجہ ہوئی تھی وہیں انوشے نے مسکرا کر شفا کے پیچھے جاتے عارفین کو دیکھا تھا۔

00000/00000

انکار نہیں کر سکتی تھیں کیا تم،، روم میں آتے ہی عارفین نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

اور کیوں انکار کر دیتی،، دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ چبا کر بولی۔

کل تم ملی تو تھی سب سے،، اس نے اپنی وہی بات دہرائی۔

ہاں ملنا الگ ہوتا ہے بیٹھ کر بات کرنا الگ بات ہے،، اپنا سیل فون ہینڈ بیگ میں رکھتی ہوئی وہ سر سری سے انداز میں بولی تھی۔

اب تم کیا کر رہی ہو،، اسے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھتے دیکھ وہ حیرانگی سے پوچھتے ہوئے اسے روک گیا۔

اپنا کپڑے لے رہی ہوں،، کیوں،، اس کی حیران کن نظروں نے شفا کے مسکراتے چہرے کو بغور دیکھا۔

ایک دو دن وہیں رکوں گی،، اس نے کہا اور ڈریسنگ روم کی سمت بڑھ گئی۔

وہاااٹ مطلب تم وہاں رہنے کے ارادے سے وہاں جا رہی ہو،، وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔

ہاں ابھی آپ کی ممانے کہاتو تھا اگر میں رہنا چاہوں تو رک سکتی ہوں،،اس نے مسکرا کر شانے اچکائے۔

یہ بھی کہا تھا کہ تم شام میں بھی آسکتی ہو،،اس نے اس کی سعی کی۔

افففف عارفین سر آپ کا مسئلہ کیا ہے ہماری کوئی لو و یا ارینج میرج نہیں ہوئی جس پر آپ مجھے روکنے کے بہانے بنا سکیں یہ کہہ کر آپ کا میرے بنا دل نہیں لگے گا،،
ہماری کانٹریکٹ میرج ہے میں اپنی مرضی سے اپنی زندگی جی سکتی ہوں اور آپ اپنی مرضی سے اپنی زندگی،،

کنٹریکٹ میرج کے بینیفٹ ہیں یہ،، آخر میں چہک کر کہتی ہوئی وہ اپنے تین سے چار جوڑے سوٹ کیس میں رکھتی ہوئی عارفین کے ساکت چہرے کو دیکھ کر اپنی بتیسی کی نمائش کرتی وہاں سے نکلی تھی۔

اور ہاں عارفین سر،، اس نے گہرا سانس اپنے اندر اتارا۔

اس سائیڈ پر بھول کر بھی مت سویئے گا،، اپنی سائیڈ کی جانب اشارہ کرتی ہوئی وہ عارفین اثبات میں گردن ہلانے پر پر سکون ہوئی تھی۔

چلیں پھر،، وائے ناٹ چلو،، دانت دبا کر کہتا ہوا وہ روم سے نکلا تھا وہیں شفا اس کے پیچھے چل دی تھی۔

جب بندے میں برداشت ہی نا ہو تو اسے چاہیے کہ ایسے ویسے بنا سوچے سمجھے کوئی بھی فیصلہ لینے سے خود گریز کرے،، اپنی دھن میں چلتی شفا نے چبا کر کہا۔

کیا مطلب،، مطلب کانٹریکٹ کے سارے رولز بھول رہے ہیں آپ ایک بار پھر سے دھیان لگا کر پڑھ لیجئے گا اب ہر وقت میں تو آپ کو رولز یاد کروانے سے رہی،، شفا کی باتوں پر عش عش کرتا ہوا وہ خود کو کچھ بھی بولنے سے باز رکھ گیا تھا۔

تمہارے بغیر ہمارے عارفین کا دل کیسے لگے گا،، شفا کے گلے لگتی ہوئی انوشے نے خاموش کھڑے عارفین کو دیکھ کر کہا۔

جیسے پہلے لگتا تھا،، ابھی شفا کچھ کہتی کہ عارفین بول اٹھا۔

پہلے کی بات اور تھی عارفین اب اور ہے،، ردا بیگم کے مسکرا کر کہنے پر اس نے گردن جھکائی۔

جلدی آنا بیٹا عارفین کو پتا نہیں پر میرا دل نہیں لگے گا تمہارے بغیر،، شفا کی پیشانی پر بوسہ دیتی ہوئی وہ مسکرا کر بولیں۔

آپ بے فکر رہیں مما،، شفا کے منہ سے اپنی ماں کو مما کہتے سن عارفین حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوا تھا۔

جیتی رہو،، اچھا بھابھی،، ان سے سر پر ہاتھ رکھوا کر وہ امرحہ کی جانب بڑھی تھی۔

اس سے ملنے کی کیا ضرورت ہے،،اپنی آبرو کرتا ہوا وہ شفا کو امرحہ سے ملتے دیکھ جل بھن کر رہ گیا تھا۔

جلدی آنا شفا پھر تمہارا ہاتھ میٹھے میں بھی توڑ لوانا ہے،،بظاہر مسکرا کر کہتی ہوئی امرحہ نے بڑی مشکل سے ردا بیگم کے شفا پر محبت نچھاور کرنے والے انداز پر اس نے کڑوا گھونٹ اپنی حلق میں اترا تھا۔

چلو شفا دیر ہو رہی ہے،،شفا کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ اس کا سامان گونڈل کے ہاتھ گاڑی میں رکھوا گیا تھا۔

ابھی کیا جلدی ہے بھابھی،،انوشے نے مسکرا کر شفا کو دیکھا جو عارفین کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

خدا حافظ شام میں ملتے ہیں،، دور سے شایان ریان کو بھاگ کر آتے دیکھ وہ وہاں سے فورا سے پہلے نکلنے کا خواہ ہوا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○

میں شام تک آجاؤں گا تمہیں لینے،، کیوں کیوں،، گاڑی ڈرائیو کرتے عارفین نے عام سے انداز میں کہا تھا مگر شفا کو تو جیسے زور کا جھٹکا کچھ زیادہ ہی زور سے لگا تھا۔

کیونکہ کل سے تم کالج جاؤ گی اس لیے،، روڈ پر نظریں جمائے وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں،، لب کاٹتی ہوئی وہ اپنے سامان سے بھرے بیگ کو دیکھ کر افسردہ ہوئی تھی۔

یہ سامان،، اس نے عارفین کو دیکھا جو چہرے پر حد درجہ سنجیدگی سجائے ہوئے تھا۔

گاڑی میں ہی رہنے دو،، عارفین کے جواب پر وہ گردن ہلا گئی تھی۔

مگر عارفین سر،، رکو،، ڈش بورڈ پر رکھے اپنے رنگ فون پر آتی ڈی ایس پی کی کال دیکھ وہ اٹینڈ کر گیا تھا۔

جی ڈی ایس پی صاحب کیا حال ہیں آپ،، کال اٹینڈ کرتے ہی وہ اپنے مخصوص انداز میں گویا تھا وہیں وہ خاموشی سے اسے دیکھتی ہی رہی۔

الحمدللہ شادی کی بہت بہت مبارک ہو ینگ مین،،ان کی خوشگوار آواز پر وہ مبہم سا مسکرایا۔

خیر مبارک بس دعا چاہیے آپ کی آپ کے ہی نقش قدم پر چل رہا ہوں،، شفا پر ترچھی نظر ڈالتا ہوا وہ شرارت سے گویا ہوا تھا۔

پھر تو تمہارے چار پانچ بچے تو ضرور ہونگے عارفین،، مذاق کرتے ہوئے وہ عارفین کے لبوں پر گہری مسکراہٹ بکھیر گئے تھے۔

آپ کے چار ہیں تو آپ کے شاگرد پر کم از کم آٹھ کرنے تو فرض ہیں،، شرارت سے بھرپور قہقہ لگاتا ہوا وہ شفا کو حیران کر گیا تھا جو ان کی باتیں سمجھنے سے قاصر ایک ایک لفظ پر غور کرنے میں ہلکان ہوئی تھی۔

یہ تو بہت خوب بات کہی ہے تم پھر آجاؤ اس ہفتے کی شام ڈنر پر ہماری طرف ،، چہک کر کہتے ہوئے ڈی ایس پی صاحب اس کی شرارت پر مسکرا اٹھے تھے۔

ان شاء اللہ، اس نے مسکرا کر کہا اور کال ڈسکنیٹ کر گیا۔

کیا کہہ رہے تھے ڈی ایس پی انکل،، شفا کے پوچھنے پر وہ مسکراتی نظر اس پر ڈال کر گہرا مسکرایا تھا۔

ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے انہوں نے،،، شفا نے اثبات میں گردن ہلائی۔

ہم ساتھ میں ڈنر بھی اٹینڈ کریں گے یہ تو کانٹریکٹ میں نہیں لکھا تھا،، شفا کے سوال پر وہ اسے دیکھ کر اثبات میں گردن ہلانے لگا۔

یہ تو لکھا ہوا تھا نا کہ ہم دنیا کے سامنے ہیپیلی میرڈ کپل پلے کریں گے،، شفا نے لب دبائے تھے۔

لکھا ہوا تھا،، ہاں،، دونوں ہاتھ کی انگلیاں آپس میں الجھائے ہوئے وہ افسردہ ہوئی تھی۔

ہم سب کو دھوکا دے رہے ہیں عارفین سر،، دل میں چلتے خیال زبان پر آئے تھے۔

جانتا ہوں مگر وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا،، وہ مہذا اتنا ہی کہہ سکا تھا۔

شفا میں نے تو تم سے کانٹریکٹ میرج کرنے کی وجہ بتا دی تھی مگر تم نے آج تک نہیں بتائی،، لب کاٹتی ہوئی وہ اپنی آنکھوں میں آتی نمی سے گھبرائی تھی ۔

اتنا حق تو میں رکھتا ہوں،، اپنے بالوں کو انگلیوں سے سیٹ کرتا ہوا وہ ایک نظر اس پر ڈال واپس ڈرائیو کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

بہت جلد بتا دوں گی،، ٹیک یور ٹائم،، لب دبائے عارفین کو دیکھ وہ ونڈو سے باہر دیکھنے لگی۔

کیا کچھ نہیں سوچا تھا اس نے اپنے مستقبل کے لیے اور وہ کیا کر بیٹھی تھی اپنے ساتھ،، کیا بے بسی تھی کہ اپنی بے بسی پر وہ رو بھی نہیں سکتی تھی۔

OOOOOOOOOOO

شفو،، بگٹی مینشن میں قدم رکھتے ہی سر فراز احمد نے اس کا استقبال کیا تھا جنہیں دیکھ وہ رو دی تھی۔

بڑے ابو،، تم خوش ہو ناں عارفین کے ساتھ،، اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے وہ فکر سے گویا ہوئے وہیں رابعہ بیگم کو بھی فکر لاحق ہوئی تھی اسے اس طرح روتے دیکھ۔

ٹھیک ہوں میں بس آپ لوگوں کی یاد آ رہی تھی،، آنسو صاف کرتی ہوئی وہ ان کے ساتھ اندر کی جانب بڑھی تھی جبکہ عارفین اسے مین گیٹ پر ہی ڈراپ کر کے وہاں سے چلا گیا تھا۔

سچ کہہ رہی ہو،،، میں نے کبھی بھی آپ سے جھوٹ کہا ہے،، رابعہ بیگم کے پوچھنے پر وہ مسکرائی تھی۔

سونو اور بھابھی کہاں ہیں،، اندر ہیں تمہارا انتظار کر رہے ہیں،، اسے مسکراتے دیکھ وہ تھوڑا پر سکون ہوئے تھے۔

دانیال بھائی،، وہ تو ڈیوٹی پر چلا گیا ہے،، سرفراز کے بتانے پر منہ لٹکائے وہ لیونگ روم میں داخل ہوئی تھی۔

بابا چلے گئے،،اس کے سوال میں ان کے جانے کا یقین محسوس کرتے ہوئے سرفراز احمد نے اثبات میں گردن ہلائی تھی جس پر وہ افسردگی سے مسکرا کر رہ گئی۔

میں آپ کی بیٹی کیوں نہیں ہوں بڑے ابو،،آپ کو میرے بڑے ابو نہیں میرا ابابا ہونا چاہیے تھا،،پل بھر میں آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے وہ روہانسی ہوئی تھی۔

بڑے ابو تم کہتی ہو مجھے ورنہ میرے لیے تو تم بیٹی ہو جسے میں دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں،،دانیال بھائی اور انس بھائی سے زیادہ،،بھرائی آواز میں پوچھتی ہوئی وہ ان کے سینے پر سر رکھ گئی تھی۔

سب سے زیادہ،، بڑی امی سے بھی زیادہ،، شرارت سے پوچھتی ہوئی رابعہ بیگم کی نم آنکھوں کو دیکھ کر گویا ہوئی۔

اب یہ تو ناانصافی ہے تمہاری بڑی امی سے الگ قسم کی محبت ہے اور تم سے الگ،، رابعہ بیگم کے چہرے پر شرم کے رنگ بکھرے دیکھ شفا کے لبوں پر شریر مسکراہٹ رینگی تھی۔

ooooooooooooo

سب ٹھیک ہے،، ہر کوئی ایک ہی سوال بار بار پوچھ رہا ہے،، سب کے سوالوں سے عاجز آتی ہوئی وہ چڑ کر بولی تھی۔

اتنی خوش ہوں کہ رات میں عارفین سر مجھے واپس لے جانے کے لیے آرہے ہیں،،ان سب کو حیران کرتی ہوئی وہ خود کو اندر ہی اندر کوس گئی تھی وہ اتنی صفائی سے جھوٹ تو نہیں بولتی تھی۔

کیا سچ میں عارفین تمہیں رات میں لے جائے گا،،اس نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

چلو پھر فریال ڈنر کی تیاریاں شروع کرواؤ ہمارا داماد پہلی بار ہمارے گھر دعوت پر آرہا ہے۔رابعہ بیگم کے کہتے ہی فریال نے اثبات میں گردن ہلائی اور کچن کی سمت چل دی تھی۔

یہ کیا بات ہوئی مطلب اب میری ویلیو کم ہوگئی ہے اور عارفین سر کی خاطر مدارات کے لیے سب بھاگے دوڑے جا رہے ہیں،، منہ بسورتی ہوئی وہ سونو کو اپنے ساتھ لگائے بیٹھی تھی۔

عارفین کی خاطر مدارات کریں تو وہ تمہیں زیادہ خوش رکھے گا،، شفا کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

شفا تم میرے ساتھ آؤ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔فریال کے اچانک سے کچن سے واپس آنے پر وہ نا سمجھی سے مسکراتی ہوئی گھبرائی تھی۔

کیا ہوا بھابھی،، آؤ تو سہی بیٹھ کر بات کرتے ہیں،، سونو تم اپنے روم میں جاؤ تمہارا ٹیوٹر آنے والے ہیں،، اس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی فریال نے مسکرا کر

رابعہ بیگم کو سب ٹھیک ہونے کا اشارہ کیا تھا جس پر اثبات میں گردن ہلاتی ہوئیں کچن کی جانب بڑھ گئیں تھیں۔

عارفین کا بی ہیویر کیسا ہے تمہارے ساتھ،،اچھا ہے،،فریال کے سوال پر کنفیوز ہوتی ہوئی وہ لب تر کرنے لگی تھی۔

اچھا ہے،،سچ سچ بتاؤ شفا،،مجھے سمجھ نہیں آرہا آپ پوچھنا کیا چاہ رہی ہیں آخر،،شفا نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

مت بتاؤ مگر میں صرف اتنا کہوں گی نکاح مذاق نہیں ہوتا،،شفا کی حیرت سے پھٹی آنکھوں نے اسے سب سمجھا دیا تھا۔

آپ کو سب کیسے پتا چلا،،اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

جس دن تمہاری رخصتی ہوئی تھی اس ہی دن سب پتا چل گیا تھا مجھے،، جانتی تھی دانیال بھائی آپ سے کوئی بات چھپا ہی نہیں سکتے،، نم آنکھیں لیے وہ شکوہ کر گئی تھی۔

جو شکوہ تم اپنے بھائی سے کر رہی ہو وہی شکوہ میں تم سے کرتی ہوں شفا،، میں نے تمہیں ہمیشہ اپنی چھوٹی بہن مانا ہے پر تم نے مجھے کبھی اپنی بہن مانا ہی نہیں،، میں ہی بیوقوف تھی جو تم سے اپنی ہر بات شئیر کرتی آئی ہوں،، یک دم فریال کے لہجے میں نمی گھلی تھی جس پر وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی تھی۔

ایسی کیا نوبت آن پڑی تھی تم پر جو تم نے عارفین کی اس گھٹیا ڈیمانڈ پر ہامی بھری،، وہ خاموش رہی۔

میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں شفا جواب دو اور بہتر ہو گا سچ ہی کہنا مجھ سے کیونکہ میں دانیال نہیں ہوں جو تمہارے آنسو دیکھ کر بات ٹال دے اور تمہیں کچھ بھی نا کہے،، سختی سے کہتی ہوئی فریال نے اسے گھورا تھا جو لب کاٹتی ہوئی اپنی چوری پکڑے جانے سے زیادہ اپنی بے بسی پر رو دی تھی۔

شفا میں انتظار کر رہی ہوں تمہارے جواب کا،، مممجھے باا ابا کے بارے۔۔ مممیں۔۔سب۔۔پتا چل گیا ہے بھابھی،، بمشکل خود پر ضبط کرتی ہوئی وہ نم آنکھوں سے فریال کو دیکھنے لگی تھی جو ساکت رہ گئی تھی۔

بابا نے ہر بار ہر روز جھوٹ کہا مجھ سے وہ آئیں گے اور مجھے اپنے ساتھ لے کر جائیں گے،، مگر سب جھوٹ تھا اور میں نا سمجھ تھی مجھے کبھی سمجھ ہی نہیں آیا بابا مجھ سے بھاگ رہے تھے اور میں انہیں پکڑنے کی کوشش

کر رہی تھی اور دیکھیں میں خالی ہاتھ رہ گئی،،اپنے خالی ہاتھ آگے کرتی ہوئی وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔

شفا،،پتا ہے مجھے تکلیف اس بات سے نہیں ہوئی کہ بابا نے وہاں دوسری شادی کی ہوئی ہے تکلیف اس بات سے ہوئی انہوں نے مجھ سے یہ بات چھپائے رکھی،،یہ ہی نہیں جس دن عارفین سر ہمارے گھر آئے تھے اس دن میں نے بڑے ابو اور دانیال بھائی کی ساری باتیں سن لی تھیں،جہاں میرے بابا مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کہہ رہے تھے کہیں بھی کسی کے بھی ساتھ میری شادی کرنے کا کہہ رہے تھے آپ بتائیں ایسے میں اگر میں نے عارفین سر کو کانٹریکٹ میرج کرنے کے لیے ہامی بھر دی تو کیا غلط کیا،، مجھے کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آیا،،جانے انجانے میں اپنے بابا کی تکلیف کا باعث بنی ہوں،،شفا کو روتے دیکھ فریال کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہوئے تھے۔

تمہیں شاید سننے میں غلطی ہوئی ہو،، ناچار کو شش کرتی ہوئی فریال بھی آج تک اس حقیقت سے انجان رہی تھی۔

میں نے خود سنا تھا جب بابا بڑے ابو سے کہہ رہے تھے

میں نے صرف اس لیے کال کی ہے آپ کو بھائی صاحب بس آپ شفا کی شادی جلد از جلد کروادیں جو بھی لڑکا اچھا لگتا ہے کروادیں،، فون اسپیکر پر ہونے کی وجہ سے شفا نے اجمل صاحب کی آواز بخوبی سنی تھی۔

میں نے تم سے کہا بھی ہے اجمل میں شفا کی شادی کسی بھی راہ چلتے انسان سے نہیں کرواؤں گا، تم بھول گئے ہو کہ وہ تمہاری بیٹی ہے ہم نہیں بھولے

"

ایسی ہی بات ہے اجمل بگٹی ورنہ تم کبھی بھی اپنی بیٹی کو دھوکے میں نارکھتے، بارہ سال پہلے کی گئی شادی کا اسے بتاتے ناکہ اسے بوجھ سمجھتے تم،، اجمل بگٹی کے لب سلے تھے۔

ایسی بات نہیں ہے بھائی صاحب،، پھر کیسی بات ہے اجمل بگٹی صاف صاف کہو،، انہوں نے سخت گیر لہجے میں پوچھا۔

مجھے آئمہ اور اپنے دوسرے بچوں کو بھی وقت دینا ہوتا ہے بھائی صاحب ایسے میں میرا ہر مہینے پاکستان آنا مشکل ہوتا جارہا ہے اور ویسے بھی کسی نا کسی دن تو ہمیں شفا کی شادی کرنی ہی ہے اس میں برائی ہی کیا ہے،،
اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ شفا مجھ پر بوجھ ہے،، سرفراز صاحب گہری سانس خارج کرتے ہوئے خود کو کام ڈاؤن کرنے کی سعی کرنے لگے تھے۔

شفا میری بیٹی ہے،، کچھ توقف بعد سرفراز صاحب اطمینان سے کہا۔

کہنے سے کوئی کسی کی اولاد نہیں ہو جاتی بھائی صاحب،، اگر آپ شفا کے لیے کوئی لڑکا نہیں ڈھونڈ پا رہے تو میں خود کوئی لڑکا ڈھونڈ کر اس کی شادی کروا دیتا ہوں،، غصے کی شدت پر وہ دیوار میں مکا جڑ گئے تھے۔

oooooooooooo

دیکھو شفا جو تم دونوں نے مل کر کرنا تھا وہ کر لیا مگر میری جان نکاح کوئی معمولی نہیں ہوتا اس کی حیثیت ہمارے دین میں بہت اہمیت رکھتی ہے،، تم نہیں جانتی تم جانے انجانے میں اپنے لیے گناہ کما لیا ہے،، سنجیدگی سے کہتی ہوئی فریال نے اسے سر جھکائے دیکھ کر کہا۔

وہ شادی جیسی بڑی زمینداری نہیں سنبھالنا چاہتے،، اس نے ہارے ہوئے انداز میں کہا۔

جب سر پر پڑتی ہے تو نبھانی بھی آجاتی ہے،، انہوں نے صاف صاف کہہ رکھا ہے مجھے کہ میں ان کی لائف میں دخل اندازی نا کروں پھر یہ شادی کیسے چل سکتی ہے،، فریال نے خاموش نظر اس پر ڈالی تھی کہ دانیال کی آواز پر وہ چونک اٹھی تھیں۔

ٹھیک ہے پھر جیسا جیسا میں کہتا ہوں ویسا ویسا کرتی جاؤ پھر دیکھنا کیسے وہ عارفین جیلانی تمہارے ارد گرد گھومتا نظر آتا ہے،، دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے دانیال نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

پر بھائی،، پر ور کچھ نہیں شفا عارفین کو میں اتنا جانتا ہوں جتنا شاید وہ بھی خود کو نا جانتا ہو،، کہتا ہوا وہ شفا کے پاس آ کر ٹکا تھا۔

مطلب،، مطلب یہ کہ جہاں تک میں عارفین کو جانتا ہوں اس حساب سے آج تک عارفین اپنی زبان پر پورا نہیں اترا، اسکول میں تھا تب بھی دس بار اپنی کہی بات سے مکر جاتا تھا اور بعد میں یہ کہہ کر ٹال دیتا تھا کہ اس کا موڈ بدل گیا ہے۔ دانیال نے مسکرا کر اسے دیکھا جو ہونک بنی ہوئی فریال کو دیکھ رہی تھی۔

مگر دانیال آپ بھول رہے ہیں عارفین شادی کرنے کا خواہ نہیں تھا،، پر کر لی نا،، تمسخر ہنسی ہنستا ہوا وہ ان دونوں کو حیران کر گیا تھا۔

وہ وہ شخص ہے کب اپنی بات سے مکر جائے گا تمہیں ہوا تک نہیں لگنے دے گا،، پر یقین لہجے میں کہتا ہوا وہ شفا کو ساکت کر گیا تھا۔

تم نے کانٹریکٹ پیپرز پڑھے تھے،، ہاں نکاح سے پہلے پڑھے تھے،، منہ لٹکائے ہوئے وہ دانیال کو دیکھنے لگی۔

تم مجھے ذرا کانٹریکٹ پیپرز تو دکھاؤ، میں دیکھوں ذرا اس پولیس والے نے کون کون سی شرطیں لاگو کی ہیں تم پر،، دانیال نے مسکرا کر کہا جس پر شفا نے اپنا موبائل اس کی سمت بڑھایا تھا۔

اووو مطلب کس قدر ہوشیار ہے،، دانیال نے حیرت سے دیکھتی شفا کو مسکرا کر دیکھا تھا۔

مطلب تم نے نکاح کے بعد جو پیپر سائن کیے تھے انہیں پڑھا نہیں تھا،،

اس نے نفی میں گردن ہلائی اور وہیں دانیال نے اثبات میں گردن ہلانی شروع کی۔

بیوقوف ہو تم شفا،، وہ بھی یہ ہی کہتے ہیں،، معصومیت سے کہتی ہوئی وہ ان دونوں کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

آپ دونوں ہنس رہے ہیں مجھ پر،، اور ویسے بھی میں نے پیپرز پہلے پڑھ لیے تھے تو اس سوال کا مطلب،، ان دونوں کو ہنستے دیکھ وہ چڑ کر بولی۔

مطلب صاف ہے شفا بگٹی اب آپ کو عارفین جیلانی کی ہوشیاری کو مات دینی ہو گی اور جیسا میں کہوں گا ویسا کرنا ہو گا پھر دیکھنا عارفین جیلانی کے

بدلتے رنگ۔ بغور سنتی ہوئی وہ دانیال کے کہے ایک ایک حرف کو دماغ میں محفوظ کرنے لگی تھی۔

ooooooooooooo

میرے رشکِ بے نہایت کو نہ پُوچھ میرے دِل سے
تُجھے ____ تُجھ سے بھی_ چھپاتا آگر اختیار ہوتا

کانٹریٹ پیپرز اپنے سامنے کھولے ہوئے وہ زو معنی انداز میں مسکراتا ہوا انہیں پڑھنے کے لیے کھولنے لگا تھا جہاں پہلی ہی فہرست پر اس کا اور شفا کا نام لکھا ہوا تھا جسے دیکھ کر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔

حیرت ہے شفا اجمل بگٹی مانتا ہوں میں شریف اور نیک انسان لگتا ہوں مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم مجھ پر بلائینڈلی ٹرسٹ کرو اور کانٹریکٹ پیپرز بنا پڑھے سائن کر دو خیر میرے ارادے بدلنے میں تمہارا ہی ہاتھ ہے ،، کس نے کہا بھئی میری ہر بات پر جی جی کرنے کے لیے ،، خود سے مخاطب ہوتا ہوا وہ اپنی کی گئی حرکت پر کھل اٹھا تھا۔

ایم سوری شفا بگٹی کیا کروں مجھے تمہاری شرطیں قابلِ قبول ہی نہیں تھی ،، اس لیے مجھے تمہاری شرطوں کو کٹ کرنا پڑا اور وہاں اپنی شرطیں لکھ دی ،، شفا کے لکھوائے گئے ایک ایک رولز پر کراس لگاتا ہوا وہ گہرا مسکرایا تھا۔

سچ کہتی ہو تم حالات اور جذبات بدلنے میں وقت نہیں لگتا ،، تو چلو پڑھتے ہیں رولز ،، اپنے چہرے پر مخصوص مسکراہٹ لیے وہ ایک ایک رولز بغور پڑھنے لگا تھا۔

میں بیڈ پر سوؤں گی اور آپ صوفے پر۔ کراس لگا تا ہوا وہ شفا کی پہلی شرط کو جڑ سے مٹا گیا تھا۔

آپ میرے قریب نہیں آئیں گے اور نا ہی مجھ سے اپنے حق کا تکازہ کریں گے۔

میں جب بھی تیار ہو نگی آپ کمرے میں نہیں ہو نگے مطلب پورے کا پورا شیشہ میرا ہو گا۔

مجھ پر کبھی روب نہیں جھاڑیں گے کسی قسم کی روک ٹوک نہیں کریں گے۔

مجھے کبھی اس والی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ وہ مبہم سا مسکرایا تھا۔

میں اپنی پڑھائی کا سارا خرچ خود اٹھاؤں گی۔

شاور کے بعد باتھروم آپ خود صاف کریں گے۔

تولیہ بیڈ پر نہیں ڈالیں گے اور اپنے استعمال کیے ہوئے کپڑے بھی۔

رات میں لائیٹس آف ہونگی کیونکہ مجھے روشنی میں نیند نہیں آتی۔

آپ کے گھر والوں کے ساتھ میں تمیز سے ہی پیش آؤں گی۔

اور بھی شرطیں جو میں سوچ کر لکھوں گی،، آخری میں شفا کی ہینڈ رائٹنگ میں لکھے گئی لائن پر وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

شفا،، شفا،، شفا،، اگر تم مجھے اتنی سی پسند نا آئی ہوتی تو شاید میں یہ کانٹریٹ میرج کرنے کا نا سوچتا تمہاری معصومیت نے ہی تو مجھے اس کارنامے کو انجام دینے پر اکسایا تھا خیر شرطیں تو صرف میری پوری ہونگی اور یہ جو تمہاری ساری شرطیں ہیں قابلِ احترام ہیں میرے لیے مگر جو چند ایک ہیں وہ نا قابل قبول ہے انہیں تو عارفین جیلانی پورا کرنے سے رہا،، آخری شرط پر ہارٹ بناتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

دیکھتی جاؤ تمہاری شرطیں کیسے تم سے منواتا ہوں مجھ پر آج تک چلی کس کی ہے۔اپنی مرضی کی شرطوں پر انڈر لائن کرتا ہوا وہ آفیشل پیپرز میں ایڈ کرتا ہوا فرست سے لمحات کے مزے لوٹنے میں مصروف ہوا تھا۔

oooooooooooo

اور دوں آپ کو،، حال احوال کے بعد بگٹی مینشن میں عارفین کی کافی خاطر مدارات کی گئی تھی وہیں شفا کا اس کو اہمیت دینا اس کے اندر ایک الگ سا احساس پیدا کر گیا تھا۔

تھینک یو،، مسکرا کر اسے دیکھتا ہوا وہ شفا کے ہاؤ بھاؤ کو بدلا ہوا محسوس کر رہا تھا یا محض اس کا وہم تھا۔

شفا،، جی بڑے ابو بیٹا تم تو لو کچھ،، کھانا کھاتے ہوئے عارفین کے ہاتھ رکے تھے اور نظریں دونوں ہاتھوں پر چہرہ ٹکائے بیٹھی شفا پر رکی۔

نہیں بڑے ابو میرا موڈ نہیں ہو رہا کچھ کھانے کا بس میٹھا لوں گی،، اس نے مسکرا کر کہا جس پر عارفین نے بغور اسے دیکھا جو اپنی خوبصورت مسکراہٹ لیے اسے دیکھ گئی تھی۔

کیسی رہی ملاقات پھر گھر والوں سے،، خوشگوار ماحول میں ڈنر کر کے آتے ہوئے عارفین نے مسکراتی ہوئی شفا کو دیکھا تھا جس کے لبوں پر سے مسکراہٹ ایک پل کے لیے بھی جدا نہیں ہوئی تھی۔

بہت اچھی،، اسے اس طرح مسکراتے دیکھ وہ کچھ لمحوں کے لیے مبہوت ہوا تھا۔

گڈیہ سارا سامان کیسا ہے،، چار چار سوٹ کیس دیکھ عارفین حیران تو رہ گیا تھا مگر ان سب کے سامنے وہ خاموشی سے وہاں سے نکلا تھا۔

استعمال کا سامان تھا اور کچھ کتابیں تھیں میری،، اس نے سرسری سا جواب دیا جس پر عارفین سر ہلاتا ہوا ڈرائیونگ کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

OOOOOOOOOOO

جہاں جاتے ہو وہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں آپ،، گھر میں ابھی وہ ٹھیک سے داخل بھی نہیں ہوئے تھے امرحہ کی غصے سے بھری پھنکار ان کی سماعتوں سے جا ٹکرائی تھی۔

یار کیس کے سلسلے میں پھنس گیا تھا،، جہانگیر کی ہلکی سی آواز جیسے امرحہ کی بلند آواز میں دب کر رہ گئی تھی۔

کونسا کیس آن پڑا ہے آپ کے پاس جس کو لے کر آپ کے اندر سے بیوی بچوں کی فکر ہی مر گئی ہے،، دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ لڑنے کے لیے تیار ہوئی تھیں۔

کیسی باتیں کر رہی ہو تم امرحہ میں نے آج تک کبھی کسی بھی قسم کی کوئی بھی کوتاہی برتی ہے تمہیں اور بچوں کو لے کر جو تم اس قدر ہارش ورڈیوز کر رہی ہو،، تحمل سے بولتے ہوئے جہانگیر کا لہجہ تلخ ہوا تھا۔

اچھا میں ہارش ورڈیوز کر رہی ہوں اور تم جو اس قدر لاپرواہ بنے پھر رہے ہو اس کا کیا،، وہ تڑخ کر بولی۔

کیالاپرواہی برت دی ہے میں نے،،دانت دبائے وہ خود پر سے ضبط کھونے لگا تھا۔

اللہ اللہ کر کے تمہارے لاڈلے بھائی کی شادی کو چار دن ہوئے ہیں،، عارفین کہاں سے بیچ میں آگیا،، فائلز صوفے پر پھینکنے کے انداز سے رکھتا ہوا وہ امرحہ کے دوبدو ہوا تھا۔

عارفین ہی تو ہمیشہ سے بیچ میں ہے ہمارے،، شفا نے چونک کر عارفین کو دیکھا جس کے لبوں پر تبسم پھیلا ہوا تھا شفا کے دیکھنے پر لاپرواہی سے شانے اچکاتا ہوا وہ بغور انہیں سننے لگا تھا۔

تمہاری گندی سوچ کی وجہ سے میرا بھائی چار سال ہم سب سے دور رہا ہے کیونکہ تمہیں کوئی نا کوئی مسئلہ ہوتا ہی ہوتا ہے اس سے، اب اس کی شادی

ہوگئی ہے تب بھی تمہیں مسئلہ درپیش آگیا ہے،، آج جہانگیر بھی دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہوا تھا۔

کیوں نا ہو مجھے اس سے مسئلہ کیا کمی تھی میری بہن میں،، آنکھوں میں نمی لیے وہ اپنے پوائنٹ پر آئی تھی جس پر جہانگیر نے تاسف سے اپنی پیشانی مسلی تھی۔

وہیں کاؤچ پر خاموشی سے ان دونوں کو سنتی ہوئیں ردا بیگم اور انوشے نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا تھا۔

جو عارفین نے میری امبر پر شفا جیسی لڑکی کو فوقیت دی،، شفا کی حیرت سے پھٹی آنکھیں عارفین پر ٹکی تھیں جس کے لبوں پر شریر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی جیسے وہ امرحہ کی جیلسی سے محفوظ ہو رہا تھا۔

کیالائی ہے شفا جہیز میں میری امبر آتی تو گھر بھر کے جہیز لاتی مگر نہیں تمہارے لاڈلے ادھیڑ عمر عارفین کو وہ کل کی بچی وہ چھوٹی سی شفا پسند آئی،،

اب کی بار عارفین کی برداشت نے جواب دیا تھا شفا کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ لیونگ روم میں داخل ہوا تھا۔

زبان سنبھال کر بات کرو امرحہ،، تمہارا بھائی اپنی نیت نہیں سنبھال سکا اور تم مجھے زبان سنبھالنے کی بات کر رہے ہو،، جہانگیر کی سخت گیر لہجے کو یکسر اگنور کرتی ہوئی وہ بات ختم کر کے چپ ہوئی تھی۔

کیا ہو گیا ہے بھابھی جان ایسا کیا کھا لیا ہے آپ نے جو ہضم ہو کر نہیں دے رہا معدے کی جلن لیے جلے پاؤں کی بلی بنی ہوئی میاؤں میاؤں کرتی پھر

رہی ہیں آپ،، غصے سے عارفین کو دیکھتی ہوئی امرحہ نے عارفین کے ہاتھ میں شفا کا ہاتھ دیکھ کلس اٹھی تھی۔

کیا یار بھائی کورٹ میں کسی کی ایک نہیں سنتے ہیں آپ اور آپ کی بیوی کب سے بک بک کرے جا رہی ہیں اور آپ چپ کھڑے ہیں حد ہے،، عارفین کے نارمل لہجے پر شفا نے ردا بیگم اور انوشے کی سمت دیکھا تھا جن کے چہرے پر مدھم سی تبسم بکھری ہوئی تھی۔

وہ کیا کہہ رہی تھیں آپ ادھیڑ عمر عارفین،، وقت سے پہلے ہی دماغی توازن کھو گئیں ہیں آپ تیس سال کی عمر مردوں کی ینگ ایج کہلاتی ہے،، کیوں پیچھے پڑ گئیں ہیں میرے خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دیں بھابھی جان شادی شدہ ہوں میں اور اپنی "چھوٹی سی بیوی" کے ساتھ بہت خوش اور مطمئن ہوں میں تو پلیز اپنا امبر نامہ اپنے میکے میں کھولا کریں یہاں کھولنے سے

گریز کریں کسی کو سننے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے،، چبا کر کہتا ہوا اپنی چھوٹی سی بیوی پر زور دیتا ہوا مسکرا اٹھا۔

ایک اور بات آئندہ کے بعد مجھ سے اور میری بیوی سے ریلٹیڈ کوئی بات نہیں سننا چاہوں گا آپ کے منہ سے احتیاط کیجئے گا کیونکہ پھر میں رعایت نہیں کروں گا آپ کے ساتھ،، امرحہ نے جہانگیر کو دیکھا جو اس سے نظریں پھیر گیا تھا۔

ماں آپ ساس بنیں تھوڑا کنٹرول کریں اپنی بہو پر،، شفا کے ہاتھ اپنی گرفت مضبوط کرتا ہوا وہ وہاں رکا نہیں تھا۔

بھابھی ایسے ہی لڑتی ہیں سب سے،، خدا کے لیے تم ایسی مت بننا،، عارفین نے منت بھرے انداز میں کہا جس پر شفا کا بے ساختہ قہقہے نے اسے ساکت کیا تھا۔

استغفر ُاللہ ایسی تو میں کبھی میں مر کر بھی نا بنوں ویسے ہمت کی داد دینی بنتی ہے انہیں سب خاموش تھے جب وہ بول رہی تھیں کیسے بول لیتی ہیں وہ اتنا ،، عارفین کے یک ٹک دیکھنے پر وہ زبان دانتوں تلے دبا گئی تھی۔

غلط بول گئی ہوں کیا کچھ،، عارفین کے نفی میں گردن ہلائی جس پر وہ اس کے لبوں پر واپس سے مسکراہٹ بکھری تھی۔

یہ بتائیں امبر کیسی دکھتی ہے،، کمرے میں داخل ہوتے ہی شفا نے زرداری سے پوچھا۔

ان کی کاربن کاپی ہے،،امبر کو سوچ کر ہی اس کے چہرے زاویے بگاڑ تھے جبکہ وہ اب بھی شفا کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

اچھاااا ویسے امرحہ بھابھی دکھنے میں بری تو نہیں ہیں،،عارفین نے پیشانی میں بل لیے اسے دیکھا۔

انسان کی خوبصورتی شکل وصورت سے نہیں دکھتی اخلاق سے ہوتی ہے اور امرحہ بھابھی کی زبان سے تو شیطان بھی پناہ مانگے خیر کلوز کرو ان کے ٹاپک کو۔لائیٹس آن کرتا ہوا وہ ڈریسنگ کی سمت بڑھا تھا جس پر شفا بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

ہاتھ کب چھوڑیں گے میرا،،اس نے پوچھا تھا۔

کبھی بھی نہیں،،والٹ نکال کر ٹیبل پر رکھتا ہوا وہ فوراً سے پہلے بولا تھا۔

کیا،، کیا کیا،،،شفا کے چونکنے پر وہ پوچھنے لگا۔

میرا ہاتھ کب چھوڑیں گے آپ،،میں نے کب پکڑا ہوا ہے،،اپنی بے دھیانی پر وہ فوراً سے اس کا ہاتھ چھوڑ گیا تھا۔

بہت مضبوط گرفت ہے آپ کی،،اپنی کلائی پر اس کی انگلیوں کے نشان دیکھ وہ افسردگی سے بولی تھی۔

سوری،،شفا کی کلائی دیکھ کر وہ شرمندہ ہوا تھا۔

اٹس اوکے،، وہ جواباً مسکرائی۔

آپ دوست بنیں گے میرے،، عارفین کو ڈریسنگ روم کی سمت بڑھتے دیکھ وہ پیچھے سے پکار گئی تھی۔

دوست،، ہاں کیا یاد کریں گے آپ شفا بگٹی خود آپ کے سامنے دوستی کا ہاتھ بڑھا رہی ہے،، اس کے سامنے آکر رکتی ہوئی وہ اترا کر بولی تھی۔

تم جانتی ہو نا دوستی کے بعد کیا ہوتا ہے،، ذو معنی انداز میں کہتا ہوا وہ شفا کے چہرے پر بکھری نا سمجھی کو دیکھ مسکرایا تھا۔

کیا ہوتا ہے،، اس نے پوچھا۔

کچھ کچھ ہوتا ہے،، کچھ نہیں ہوتا،، وہ چڑ کر بولی تھی۔

اب ہم دونوں ایک روم شئیر کریں گے تو فرینڈ شپ تو کرنی پڑے گی ناں،، شفا نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

یس باس،، شفا کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو تھامتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

فرینڈ شپ کا پہلا رول،، فرینڈز شپ میں بھی رولز،، عارفین نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

اس کے رولز نارمل ہوتے ہیں،، اوکے،، وہ چہک کر بولی تھی۔

فرسٹ نو سوری اینڈ نو تھینک یو،، او کے مادام،، سر کو ہلکا سا خم کرتا ہوا وہ مسکرا کر بولا تھا وہیں شفا کے گالوں پر پڑتے خم گہرے ہوئے تھے جنہیں دیکھ عارفین پل بھر کے ساکت رہ گیا تھا۔

کیا ہوا،، شفا کے پوچھنے پر وہ نفی میں گردن ہلاتا ہوا وہاں سے گیا تھا۔

یہ کیا تھا،، کچھ لمحے پہلے ہوئی اپنی کیفیت کو محسوس کرتا ہوا عارفین زندگی میں پہلی بار اپنے دل کی برق رفتاری پر گھبرایا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○

میں کوئی ہیلپ کروں آپ لوگوں کی،، اگلی صبح عارفین کے جانے کے بعد وہ کچن میں آئی تھی جہاں ردا بیگم اور امرحہ ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں

۔

ارے نہیں بیٹا ابھی تم نئی نویلی دلہن ہو فلحال بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔امرحہ نے سرسری سی نظر اس پر ڈالی تھی جو مسکراتی ہوئی بے حد معصوم لگ رہی تھی

۔

ہاں تم بیٹھ جاؤ تم تو اس گھر کے لاڈلے اور چہیتے بیٹے کی بیوی ہو دو مہینے بعد ہی کوئی میٹھا پکانے کی رسم کروائی جائے گی اس کے بعد بھی تمہیں تو آرام ہی آرام ملے گا آخر کو ایس ایس پی صاحب کے سرکاری ملازم ہیں ناسب کام سرانجام دینے کے لیے،، شیریں لہجے میں طنز کے نشتر چلاتی ہوئی

امرحہ نے مصنوعی مسکراہٹ سجائے اسے دیکھا جس کے لبوں پر اب بھی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

شفا بچے آپ جاؤ ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھو انوشے بھی اٹھ گئی ہو گی،،ردا بیگم کے کہتے ہی وہ سر جھکائے وہاں سے گئی تھی۔

عارفین اور تمہارے جو بھی اختلافات رہے ہیں ماضی میں مگر کم از کم شفا کے ساتھ تو تم اچھے سے پیش آسکتی ہو امرحہ،،ردا بیگم کے کہنے پر وہ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی جسے دیکھ وہ افسردگی سے گردن ہلاتی ہوئیں وہاں سے گئیں تھیں۔

میرے اختلافات کی جنگ کا ابھی تو آغاز ہوا ہے مما عارفین اور شفا ان دونوں کی زندگی جہنم نا بنا دی تو میرا نام بھی امرحہ جہانگیر جیلانی نہیں

دیکھتی ہوں کتنے دن چلتی ہے شادی۔ہاتھ میں پکڑی نائف کو پھینکنے کے انداز سے رکھتی ہوئی وہ مسکراتی ہوئی شفا کو دیکھ تنفر سے گردن جھٹک کر رہ گئی تھی۔

○○○○/○○○○○

دل ہے کہ مانتا نہیں مشکل بہت ہے رسم محبت
یہ جانتا ہی نہیں ہوووو دل ہے کہ مانتا نہیں

اووو خدا کا خوف کرو شمن یہ کیا میراثی پن اختیار کیا ہوا ہے تم لوگوں نے،، تھانے کو بھی ڈسکو بنایا ہوا ہے۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے ہوئے وہ کانسٹبل شمن کے فون پر چلتے فل میوزک میں گانے سنتا ہوا تھانے میں داخل ہوا تھا

جسے دیکھ سب ہی سیدھے ہوئے تھے وہیں شمن جو گانے کے حصار میں ٹھر کتا ہوا اس میں گم تھا کہ اچانک عارفین کی کرخت آواز پر اچھل پڑا۔

صااااحب آپ آگئے،، نہیں میں جن ہوں تمہارے صاحب کا وہ تو پیچھے ہیں بس آرہے ہیں،، جبڑے بھینچے وہ کڑے تیور لیے شمن کو خوفزدہ کر گیا تھا۔

کیا مذاق کر رہے ہیں سر جی آپ ہی تو ہیں،، بند کرو یہ موسیقی،، سختی سے کہتا ہوا وہ اپنے کیبن کی جانب بڑھا تھا جس پر ایس ایچ او سمیت سب نے اسے کھڑے ہو کر سلام کیا تھا جس پر ہلکا سا سر خم کرتا ہوا بڑھا تھا۔

یہ تو ایک نمبر کے سڑیل ایس ایس پی ہیں یاد ہے عالمگیر سر جی کیسے کیسے گانے گاتے تھے اور ایک یہ ہیں ہر وقت سخت گیر لہجے میں گھومتے اور

بولتے نظر آتے ہیں انہیں دیکھ کر کون کہے گا نئی نئی شادی ہوئی ہے ان کی ،، کانسٹبل صابر نے اپنی رائے دی تھی جس پر شمن کو بولنے کا موقع ملا تھا۔

قسم خدا کی جب میری نئی نئی شادی ہوئی تھی میرا تو کمرے سے نکلنے کا دل نہیں کرتا تھا،، شمن کے چہرے پر اب بھی شرم کی سرخی بکھری تھی۔

اور ایک یہ ہیں جو دوسرے ہی دن ڈیوٹی پر آن پہنچے ہیں نا خود نئی شادی کے حسین پل جی رہے ہیں اور نا ہی ہمیں سکون دے رہے ہیں،، ناپسندگی سے کہتا ہوا اپنی ٹیبل پر جا کر بیٹھا تھا۔

کیسے ہو عارفین،، دانیال کی مسکراتی آواز پر کل رات فائل ہوئی ایف آئی آر کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ دانیال کی آمد پر وہ رجسٹر بند کرتا ہوا اس کے استقبال میں احتراماً کھڑا ہوا تھا۔

میں ٹھیک ہوں تم سناؤں کیسے آنا ہوا میرے پاس،، دانیال کے ساتھ بغلگیر ہوتا ہوا وہ اسے بیٹھنے کا کہہ گیا تھا۔

ایسے ہی دل نے کہا تم سے ملاقات کرنے کا تو بس آگیا تم سے ملنے کیا نہیں آسکتا تم سے ملنے اگر تمہیں برا لگا ہے میرا آنا تو ٹھیک ہے پھر میں چلا جاتا ہوں،، دانیال نے بھنویں سکیڑے اسے گھورا اور کھڑا ہوا تھا۔

یہ میں نے کب کہا یار،، دانیال کو اٹھتے دیکھ وہ اسے روکنے کے لیے اس کے پاس آیا تھا اس کا کیا بعید وہ ناراض ہو کر چلا بھی جاتا۔

نہیں نہیں میں چلا جاتا ہوں،، یار بیٹھ بتا کیا منگواؤں تیرے لیے،، دوستانہ لہجے میں کہتا ہوا عارفین اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھا تھا۔

چائے منگوا لے مگر اپنے پیسوں سے گورنمنٹ کے پیسوں کی چائے نہیں پیوں گا میں،، بیٹھے ہی دانیال نے اس کے پیسوں سے چائے پینے کا حکم کیا تھا۔

میری ہی جیب خالی کروانا ہر بار تم،، ہر بار کی دانیال کے اصولوں کے سامنے سر جھکاتا ہوا وہ شمن کو بلوا گیا تھا۔

اور کیسی چل رہی ہے نیورلی میرڈ لائف،، دانیال کے سوال پر عارفین کے لبوں پر ہلکی سی تبسم بکھری۔

اچھی چل رہی ہے،، اس نے شانے اچکائے۔

بس اچھی،، وہ جو سننا چاہتا تھا وہ عارفین نے کہاں سنایا تھا جس پر دانت دبائے بیٹھا ہوا دانیال جبراً مسکرایا۔

ہاں ماشاءاللہ سے،، یہ مت سمجھو کہ تمہارے سامنے شفا کا بڑا بھائی بیٹھا ہے یہاں میں صرف تمہارا دوست بیٹھا ہے جس سے تم اپنی ہر بات شئیر کر سکتے ہو،، عارفین کو بے تکلف نا ہوتے دیکھ دانیال نے آہستگی سے کہا۔

ہمم مگر تھوڑی سی جھجھک آگئی ہے شاید ہمارے درمیان یا،، شمن کو آتے دیکھ عارفین خاموش ہوا تھا۔

ایک چائے اور کچھ لینا چاہو گے میرے بل پر،، عارفین نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔

ہاں منگوالو کچھ ریفریشمنٹ کے لیے،، مطلب فرست سے آئے ہو میرا بل کھنچوانے،، شرارت سے کہتا ہوا عارفین چائے کے ساتھ کھانے کے لیے لوازمات لکھوانے لگا تھا۔

یہ سب ایک میرے بل پر اور دوسرا گورنمنٹ کے بل پر،، جو میرے بل پر ہو اس میں ٹک بسکٹ ایڈ کرلو چینج ہو جائے گا تھوڑا۔ عارفین کی عادت پر نفی میں گردن ہلاتا ہوا دانیال منہ پر ہاتھ رکھے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی سعی کرنے لگا تھا۔

تم کبھی باز نہیں آؤ گے،، نہیں آسکتا میں یہ سب گورنمنٹ نے ہی مجھے سیکھایا ہے،، عارفین مہذ مسکرا کر اس کی سمت متوجہ ہوا۔

ویسے بھی یہ حق ہے ہمارا یہ الگ بات ہے تم اپنا حق نہیں لیتے،، سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ دانیال کو خاموش کروا گیا تھا۔

چلو چھوڑو ان سب کو تم یہ بتاؤ تمہیں شادی کے بعد کیسا لگ رہا ہے،، شادی ،، وہ ہنسا اور ہنستا چلا گیا۔

ہاں شادی،،، عارفین کے بے ساختگی سے ہنسنے پر دانیال کی ڈھارس بندھی تھی کہ شاید اب وہ پھوٹ پڑے اور وہی ہوا۔

کانٹریکٹ میرج میں کیسا بدلاؤ یار اپنی مرضی سے زندگی جیوں،، ہنسنے کے درمیان کہتا ہوا وہ دانیال کے چہرے پر سکون بکھیر گیا تھا۔

کانٹریکٹ میرج،، دانیال کے دہرانے پر وہ ہنستے ہوئے سنجیدہ ہوا تھا۔

نہیں،، مجھ سے مزید جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرنا عارفین،،پل میں دانیال کا لہجہ سخت گیر ہوا تھا۔

جس پر لب بھینچتا ہوا وہ خود کو مزید جھوٹ بولنے سے روک گیا تھا۔

ہاں کانٹریکٹ میرج کی میں نے اور شفا نے،، کچھ توقف بعد کہتا ہوا وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ گیا تھا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی،،اپنے اندر پنپتے غصے کے لاوے سے جھلستے ہوئے دانیال کے لہجے بھی شعلہ بار ہوا تھا۔

شفا کے بھائی نہیں ہو تم یہاں میرے دوست ہو اور ویسے تم نے ہی صلح دی تھی مجھے کانٹریٹ میرج کی،، اب کی دانیا کو حیرت کا جھٹکا کچھ زیادہ ہی زور سے لگا تھا۔

میں نے،، غصے کی جگہ دانیال کے چہرے پر حیرت کے تاثرات چھائے تھے۔

ہاں تم نے،، میں نے کب تمہیں یہ صلح دی اور دی بھی تو اپنی ہی بہن کی میرے ہی بہن سے تم کانٹریٹ میرج کرو،، اب کی بار عارفین نے کان کھجاتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

نہیں میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا،، پھر کیا مطلب تھا۔ عارفین ڈگمگایا تھا۔

تم نے صاف صاف تھوڑی مجھے صلح دی تھی تم نے تو ڈی ایس پی صاحب کی مثال دی تھی بس وہیں سے مجھے کانٹریٹ میرج کا خیال آیا اور میرے سامنے شفا بیٹھی تھی جو بابا کی پسند تھی۔اب کی بار عارفین نے اسے سمجھانے کے لیے تحمل سے کام لیا تھا۔

عارفین شفا میں ہم سب کی جان بستی ہے،، میں جانتا ہوں تبھی میں نے اس سے پوچھ کر کیا تھا کانٹریٹ اس نے ہاں کی تو میں نے بات آگے بڑھائی تھی،، حد سے زیادہ شرمندہ ہوتا ہوا وہ دانیال کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے پانی اس کی سمت بڑھا تھا۔

مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی،، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا دانیال جس سے میں شرمندگی محسوس کروں اگر میں یہ نا کرتا تو اور کیا کرتا میرے پاس

دوسرا کوئی آپشن نہیں تھا۔دانیال نے اسے غصے سے دیکھااور گلاس اٹھانے لگا۔

میرے بابا جب دو دن کے اندر اندر میرا ٹرانسفر کروا سکتے ہیں تو سوچو وہ میری شادی کروانے کے لیے کیا کچھ نہیں کر سکتے تھے اس لیے میں نے کانٹریکٹ میرج کا سہارا لیا جس سے نا میری انا پر کوئی آنچ آئی اور نا ہی بابا کی ضد پر،، نظریں جھکائے ہوئے تھا جس پر دانیال نے فقط اسے دیکھا چاہتا تو وہ اسے بہت کچھ سنا سکتا تھا مگر اس وقت وہ خاموش ہی رہا تھا۔

میری شفا کا کیا،، وہ بہت ذہین ہے بہت سوچ سمجھ کر ہامی بھری ہو گی اس نے،، شفا کے نام پر وہ پھیکا سا مسکرایا تھا جسے دانیال کی جانچتی نظروں نے بخوبی دیکھا تھا جو مسکراہٹ اس کے لبوں پر شفا کے ذکر پر در آئی تھی۔

کتنے مہینوں کا ہے یہ کانٹریکٹ،،دانیال نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔

پتا نہیں،،اس نے شانے اچکائے۔

کیا مطلب،،مطلب یہ کہ شفا نے کہا تھا جب اس کے بابا اسے لینے آئیں گے اس دن اس کانٹریکٹ کا آخری دن ہو گا،،افسردگی سے کہتا ہوا وہ ابھی سے شفا کے جانے کا دکھ محسوس کر رہا تھا جسے محسوس کرنے سے وہ ابھی قاصر تھا۔

بابا،،دانیال نے چونک کر اسے دیکھا۔

ہمم،،شمن کو اندر آنے کی اجازت دیتا ہوا وہ اثبات میں گردن ہلا گیا تھا۔

چاچو آئیں گے،، کب آئیں گے،، دانیال کے بڑبڑاہٹ پر کان دھرتا ہوا وہ فوراً سے پوچھ گیا تھا۔

تین چار مہینے لگ جائیں گے،، تین چار مہینے،، زہر لب دہراتا ہوا وہ سوچ میں پڑا تھا۔

ابھی بھی وقت ہے عارفین کوئی بھی کانٹریکٹ پیپرز نکاح سے اوپر نہیں ہوتے،، وقت کسی کا نہیں ہوتا،، عارفین نے افسردگی سے کہا۔

نکاح سب رشتوں میں سب سے افضل ہے اور تم دونوں نے اس کا مذاق بنا کر رکھ دیا ہے۔اب کی بار عارفین کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ خود ہی لاجواب ہو کر رہ گیا تھا۔

خیر ہم کہہ ہی کیا سکتے ہیں،، آج عارفین کو شرمندگی کے سمندر میں ڈبونے کا ارادہ کرتے دانیال نے ایک اور جملہ کسا تھا۔

پہلے کچھ نہیں بتایا مگر آگے سے مجھے ہر بات پہلے سے پتا ہونی چاہیے،، عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی اس کے علاوہ کوئی چارہ تھا کیا اس کے پاس وہ خود سوچ میں پڑا ہوا تھا۔

oooooooooooooo

یہ کیا بکھیر کر رکھا ہوا ہے،، گھر آتے ہی اس کی متلاشی نظریں دوڑی تھی شفا کی تلاش میں جو نجانے کہاں سر پیر دیئے گم ہو گئی تھی بنا کسی سے اس کا

پوچھے وہ اپنے کمرے کی سمت بڑھا تھا اور کمرے میں داخل ہوتے ہی پورے بیڈ پر بکھری شفا کی کتابیں دیکھ وہ ماتھے میں بل لیے گویا ہوا۔

کچھ نہیں بس اپنی کتابیں ایک جگہ لگانے کا سوچ رہی تھی،، اس نے مسکرا کر کہا۔

کوئی جگہ سوچی ہے پھر ان سب کے لیے،، آتے ہی خود کو بیلٹ اور ریسٹ واچ سے آزاد کرتا ہوا وہ شفا کی سمت آیا۔

یہ ہی تو سمجھ نہیں آرہا،، منہ لٹکا کر کہتی ہوئی ہاتھ میں پکڑی کتابوں کو دیکھنے لگی۔

میرے پاس ہے ایک جگہ،، سچی،، وہ چہک کر کھڑی ہوئی۔

اس میں حیرت والی کیا بات ہے اتنا بڑا ہے میرا کمرہ ان کے لیے تھوڑی سی جگہ تو بن ہی سکتی ہے۔ ٹھہر کر اسے دیکھتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

جس بھی فن کار کا شہکار ہو تم
اس نے صدیوں تمہیں سوچا ہو گا

کہاں رکھنی ہے،، آؤ دکھاتا ہوں ان کی مخصوص جگہ،، اسے اپنے پیچھے آنے کا کہتا ہوا وہ ڈریسنگ روم کی سمت بڑھا۔

ہم کتابیں ڈریسنگ روم میں رکھیں گے،، اس کے سوال پر عارفین مبہم سا مسکرایا۔

بڑی بے صبری ہو تم،، شفا کے تجسس سے پوچھنے پر وہ اسے دیکھ اپنی ساری تھکن بھول چکا تھا۔

نہیں بس مجھے حیرت ہو رہی ہے ہم اب کیا یہ ساری کتابیں ڈریسنگ روم میں رکھیں گے۔اس نے شانے اچکائے۔

یہاں رکھیں گے تمہاری ساری کتابیں،،ڈریسنگ روم میں موجود سنگل ڈور کو کھول کر وہ اسے اندر آنے کا کہہ گیا تھا جس پر حیرت سے آنکھیں وا کیے اسے دیکھتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی جہاں اس وقت سوائے اندھیرے کے اسے کچھ نہیں ملا تھا دیکھنے کو۔

یہ سیکریٹ روم ہے،،رازداری سے پوچھتی ہوئی وہ عارفین کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ دیکھنے سے قاصر رہی تھی۔

نہیں ہم پولیس والے اکثر اپنے کمروں میں ایسا ایک خفیہ کمرہ بناتے ہیں،، لائٹس ان کرتا ہوا وہ شرارت سے گویا ہوا تھا جس پر شفا کی آنکھیں حیرت سے باہر نکلنے کو ہوئی تھیں۔

مجھے بھی ایسا روم بنوانا پڑے گا،، عارفین نے لب دبائے اثبات میں گردن ہلائی۔

ارے نہیں پاگل لڑکی میں نے بابا سے انسپائر ہو کر یہ روم بنوایا تھا، شفا نے مہذ گردن ہلائی پھر
بک شیلف میں لگی بے شمار کتابوں کو دیکھتی ہوئی وہ ہونک بنی عارفین کو دیکھنے لگی تھی۔

اتنی کتابیں تو ڈاکٹرز بھی نہیں پڑھتے ہونگے جتنی آپ کے اس روم میں رکھی ہوئیں ہیں،، عارفین نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

ہمیں بھی پڑھنی پڑتی ہیں پاکستان کے صوبوں، شہروں کی مقامی زبانوں سے لے کر لاء سے جڑی ہر بک پڑھنی پڑتی ہے،، مختلف زبانوں کی کتابوں کو دیکھتا ہوا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

مگر اب میں اپنی بکس کہاں رکھوں گی یہاں تو پہلے سے ہی اتنی ساری کتابیں ہیں،، دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ فکر سے بولی تھی۔

یہاں پر،، سائیڈ پر لگے شیلف سے بکس اٹھا کر دوسرے شیلف میں رکھتا ہوا وہ پورا شیلف خالی کر گیا تھا۔

آجائیں گی یہاں یا پھر میں نیا شیلف آرڈر کروں،، بکس دوسرے شیلف میں شفٹ کرتے عارفین کو وہ دیکھتی ہی رہ گئی تھی وہ واقع میں تعریف کے قابل تھا جو فقط اس کی کتابوں کے لیے بنا چینج کیے شیلف خالی کر رہا تھا۔

شفا آجائیں گی،، آجائیں گی،، عارفین کے دوبارہ سے پوچھنے پر وہ کہتی ہوئی باہر نکلی تھی۔

میں مدد کر دیتا ہوں،، اس سے کتابیں لیتا ہوا وہ خود آگے بڑھا تھا۔

مجھے نہیں پتا تھا کہ پولیس والے اتنے بڑے دل والے بھی ہوتے ہیں،،

اچھا مجھے بھی آج پتا چل رہا ہے کہ پولیس والوں کا دل بڑا ہوتا ہے،، شفا کی بات پر مسکرا کر بولا تھا۔

مذاق نہیں کر رہی میں،، جانتا ہوں،، کتابیں لگاتا ہوا مصروف انداز میں کہتا ہوا ایک نظر اس پر ڈال گیا تھا۔

آپ رہنے دیں میں کر لوں گی،، کیوں،، اس نے بنا شفا کو دیکھے استفسار کیا۔

آپ تھکے ہوئے ہونگے،، عارفین کے چہرے کو بغور دیکھتی ہوئی وہ بکس اسے پکڑاتی ہوئی رکی تھی۔

میں نے تمہیں کہا کہ میں تھکا ہوا ہوں،، اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

تو بس پھر یہ ختم کر کے ایک ساتھ ہی آرام کروں گا،، جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ لڑکی،، شفا کے سست روی پر شرارت سے کہتا ہوا بکس سیٹ کرنے لگا تھا۔

آپ کو پتا ہے مجھے بچپن سے دو چیزیں جمع کرنے کا بہت شوق ہے،، عارفین کی پیشانی پر ناسمجھی کے بل ابھرے تھے۔

دو چیزیں،، اس نے استفسار کیا۔

ہاں دو چیزیں ایک کتابیں اور دوسری چوڑیاں پتا ہے آپ کو میرے پاس اتنی ساری چوڑیاں ہیں،، ہاتھ سے اتنی ساری کا اشارہ کرتی ہوئی چہک کر بولی تھی۔

ان سے بھی زیادہ،، عارفین اس کی معصومیت میں کہیں گم سا ہوا تھا۔

نہیں یہ تو بکس ہیں اس لیے زیادہ لگ رہی ہیں،، اس نے منہ لٹکائے کہا جس پر عارفین نے متلاشی نظریں دوڑائیں جیسے اس کی جمع کردہ چوڑیاں ڈھونڈ رہا ہو۔

ہیں کہاں تمہاری چوڑیاں یہاں تو نہیں دکھ رہی،، بلآخر وہ پوچھ ہی گیا۔

وہ بریف کیس میں رکھی ہوئی ہیں،، اچھا تم نے مجھے تو نہیں دکھائی،، دوستانہ لہجہ اپناتا ہوا وہ آخری کتاب بھی شیلف میں لگا گیا تھا۔

آئیں دکھاتی ہوں پھر ان کی بھی تو جگہ بنانی پڑے گی ہمیں،، عارفین کو ہاتھ پکڑتی ہوئی وہ پر جوش ہوئی تھی وہیں وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل دیا تھا۔

یہ دیکھیں،، شفا کے چہرے پر بکھرے خوشی کے رنگ دیکھ وہ مبہوت ہوا تھا اس کی آنکھوں کی چمک نے اسے اپنے حصار میں لیا تھا جہاں سے اسے صرف وہ دکھائی دے رہی تھی۔

عارفین سر اسے اٹھوانے میں مدد کریں،، بیڈ کے نیچے سے بریف کیس کھینچ کر باہر نکالتی ہوئی اسے بلا گئی تھی۔

کیسی ہیں،، بہت پیاری،، کھوئے ہوئے انداز میں بولتا ہوا وہ شفا کے گالوں پر پڑتے خموں کو گہرا ہوتے دیکھ خود بھی ان میں ہی کہیں گم ہوا تھا۔

ہیں ناں پیاری،، عارفین کی تعریف پر وہ چہک ہی تو اٹھی تھی۔

عارفین سر،، سبز رنگ کی چوڑیاں اس کے سامنے لہراتی ہوئی اسے ہوش کی دنیا میں لائی تھی۔

تھک گئے ہیں آپ،، عارفین کو گم سم بیٹھے دیکھ اس نے خود سے اخذ کیا تھا۔

نہیں سب بہت پیاری ہیں مگر تمہارے پاس ریڈ کلر کی چوڑیاں نہیں ہیں،، ہر رنگ کی چوڑیاں اس کے پاس موجود تھی سوائے سرخ رنگ کے جس کی کمی عارفین نے اچھے سے محسوس کی تھی۔

بڑی مما نے کہا تھا وہ مجھے آپ لا کر دیں گے،، سوری مطلب میرے سچی کے شوہر آپ کا اور میرا رشتہ تو کانٹریکٹ پر مبنی ہے،، بریف کیس بند کرتی ہوئی وہ افسردگی سے بولی تھی۔

بند کیوں کر رہی ہو انہیں بھی کہیں ایڈجسٹ کر لو،، وہ پھیکا سا مسکرائی تھی جس پر عارفین نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

یہ ایڈجسٹ نہیں ہونگی یہ بینگل اسٹینڈ پر سیٹ ہوتی ہیں،، عارفین نے فقط اثبات میں گردن ہلائی اور ڈریسنگ روم سے اپنے کپڑے لیے باتھروم میں بند ہوا تھا۔

بہت بہت پیاری ہو تم سب،، بریف کیس کو ہگ کرتی ہوئی محبت سے بولی تھی۔

oooooooooooo

چلو شفا ہمیں مارکیٹ جانا ہے،، شاور لینے کے بعد بھی اسے وہیں چوڑیوں کے ساتھ کھیلتے دیکھ وہ عجلت میں بولا تھا۔

ابھی ٹائم دیکھا ہے آپ نے رات کے نو بج رہے ہیں ڈنر کے وقت ہم باہر جائیں گے اور یہاں سب ڈنر پر ہمارا انتظار کر رہے ہونگے،، شفا نے اسے بغور دیکھا اور انکار کرنا چاہا تھا۔

تو کرتے رہیں چلو شاباش اٹھو جلدی سے،، ویسے تم تو ریڈی ہی ہو چلو اٹھو،، خود پر کلون کی بارش کرتا ہوا وہ بلیک کلر کے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس اس

کے نک سک سے تیار ہوئے سراپے کو دیکھ بولا تھا جو اس وقت شوکنگ پنک کلر کے کامدار جوڑے میں نئی نویلی دلہن لگ رہی تھی۔

پر ہم اچانک سے کیوں جا رہے ہیں،، دوپٹے کو اچھی طرح سے کندھے پر پھیلاتی ہوئی وہ چار و ناچار اٹھی تھی۔

کچھ ضروری کام یاد آگیا ہے،، اپنا والٹ اور سیل فون اٹھاتا ہوا وہ اس کے لیے دروازہ کھول گیا تھا۔

آپ کا ضروری کام ہے تو مجھے کیوں لے کر جا رہے ہیں،، اس نے رک کر اسے دیکھا تھا۔

دوست ہو تم میری اور میں دوستی نبھانے کا قائل ہوں،، شفا نے بھنویں سکیڑے اسے دیکھا۔

دوستی نبھانے کے لیے آپ مجھے اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں،، عارفین نے لاپرواہی سے شانے اچکائے اور سیڑھیاں اترنے لگا تھا۔

کہاں جا رہے ہو بھئی،، ان دونوں کو ساتھ اترتے دیکھ جہانگیر نے مسکرا کر پوچھا تھا کہ پیچھے سے آتی ہوئی امرحہ کو دیکھ عارفین کی آنکھوں میں شرارت ابھری تھی۔

ڈنر پر جا رہے ہیں،، امرحہ کے چہرے کو بغور دیکھتا وہ شفا کا ہاتھ پکڑ گیا تھا جس پر وہ ششدر رہ گئی تھی۔

پر ہم،، آپ تو جانتے ہیں بھائی نیو رلی میرڈ کپل ایسے ہو ٹلنگ کرتے ہیں آپ بھی تو بھابھی کو لے کر جاتے تھے،، امرحہ کے چہرے پر بجے بارہ دیکھ کر وہ شریر ہوا تھا۔

اوکے بھائی سی یو لیٹر اور ہاں میں آپ کی گاڑی لے کر جا رہا ہوں،، خدا حافظ بھابھی جان،، جاتے جاتے امرحہ کو چڑھانا نہیں بھولا تھا۔

اب کوئی منع کرنے والا نہیں ہے اور نا ہی کوئی ساتھ جانے والا،، جل بھن کر کہتی ہوئی امرحہ کو دیکھ جہانگیر نے تاسف سے گردن ہلائی تھی۔

بس کر دو امرحہ،، امرحہ کو وہیں چھوڑ وہ ڈائینگ روم کی سمت بڑھ گیا تھا۔

آپ نے جھوٹ کیوں کہا کہ ہم لوگ ڈنر پر جا رہے ہیں،، فرنٹ گیٹ کھولتا ہوا وہ شفا کے سوال پر مبہم سا مسکرایا تھا۔

میری جو ایک عدد بھابھی ہیں ناں انہیں چھیڑنے اور جلانے میں مجھے مزہ آتا ہے بس اس لیے،، اب کی بار شفا کے لبوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ رینگی تھی جسے دیکھ ایک بار پھر عارفین کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں تھیں۔

سیٹ بیلٹ لگالو،، خود کو کمپوز کرتا ہوا وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا تھا۔

ooooooooooooooo

ہم یہاں کیوں آئیں ہیں،، مال کے سامنے رکتے ہوئے وہ عارفین کو حیرت سے دیکھتی ہوئی پوچھ گئی تھی۔

گھومنے،، وہ مسکرایا جس پر شفا نے اسے گھور کر دیکھا۔

مال آئیں ہیں تو شاپنگ کرنے کے لیے آئیں ہیں ناں تم بھی ناں بیوقوف لڑکی،، گاڑی پارک کرتے ہوئے ہوئے وہ اسے اترنے کا اشارہ کر گیا تھا جس پر وہ منہ بسورے اتری تھی۔

مگر شاپنگ کرنے کیوں آئیں ہیں ہم،، مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے عارفین نے گردن ہلائی تھی۔

کیونکہ میرا دل کر رہا تھا اپنی دوست کو کچھ شاپنگ کرواؤں اسے بھی تو پتا چلے کہ عارفین جیلانی کا دوست ہونا کتنا بڑا اعزاز ہے،، فرضی کالر درست کرتا ہوا وہ شفا کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ کا سبب بنا تھا۔

اچھااا،، وہ ذرا کھینچ کر بولی تھی جس پر عارفین نے مسکرا گردن ہلائی تھی۔

آپ پر تھوڑا تھوڑا میرا اثر ہوتا جا رہا ہے،، اور وہ کیسے،، شفا کے بولتے ہی وہ سوال کر گیا تھا۔

وہ ایسے آپ بات بے بات مسکرانے لگ گئے ہیں،، عارفین نے رک کر اسے دیکھا جو قدم باقدم چلتی ہوئی اس سے آگے نکل گئی تھی۔

کیا ہوا،، اسے پیچھے رکے دیکھ وہ گردن موڑ کر پوچھ گئی تھی۔

بہت دنوں سے مرے ساتھ تھی مگر ایک شام
مجھے پتا چلا وہ کتنی خوب صورت ہے

مسکراتی آنکھوں میں اسے سمائے وہ زیر لب بڑبڑایا تھا جس پر وہ بھنویں اچکاتی ہوئی اس سے رکنے کی بابت پوچھ رہی تھی۔

دیکھ رہا تھا اپنے مسکرانے کی وجہ کو،، آہستگی سے کہتا ہوا وہ مبہم سا مسکرایا۔

مطلب،، کچھ نہیں،، وہ کہتا ہوا آگے بڑھا تھا۔

ہم لینے کیا آئیں ہیں،، ایک بار پھر سوال کرتی ہوئی عارفین کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک گئی تھی۔

تمہاری چوڑیوں کے لیے بینگل اسٹینڈ،، اس نے سنجیدگی سے کہا جس پر شفا کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔

میری چوڑیوں کے لیے،، نہیں میری،، عارفین کے چہرے پر سنجید گی کے تاثرات دیکھتی ہوئی وہ قہقہ لگا گئی تھی۔

آپ بھی چوڑیاں پہنتے ہیں دکھائی کیوں نہیں کبھی،، شرارت سے پوچھتی ہوئی وہ عارفین کو چھیڑتی ہوئی وہ مزید گویا ہوئی۔

ہتھکڑیاں ہی ہمارے لیے چوڑیاں ہیں جو ہم پولیس والے اپنے جان عزیز دوستوں کو پہناتے ہیں،، وہ بھی کہاں چڑنے والوں میں سے تھا۔

اووووو،، تم احتیاط کرنا کہیں عمر بھر کی ہتھکڑیوں سے تمہیں جکڑ نالوں میں ،، کہتے ہوئے عارفین کا لہجہ شریر ہوا تھا وہیں شفا کی ذہانت ہمیشہ کی طرح اس سے کوسوں دور رہی تھی۔

پولیس والی بن کر میں بھی پھر آپ کو ہتھکڑیاں لگادوں گی اس میں کیا بڑی بات ہے،، وہ اس کی بات پر ہنس دیا تھا۔

جب بن جاؤ ناتب بات کرنا بیوقوف لڑکی،،اس کے سر پر ہلکی سی چیت لگاتا ہوا وہ آگے بڑھا تھا۔

میں بے وقوف نہیں ہوں،،اس کے ساتھ چلتی ہوئی منمنائی تھی۔

ہاں میری سمجھدار بیوی،، وہ کہتا ہوا لب دبا گیا تھا جس پر شفا نے اس کے ہاتھ پر سے اپنی گرفت چھوڑی تھی جسے محسوس کرتا ہوا وہ شرمندہ ہوا تھا کیسے وہ اسے بیوی کہہ گیا تھا کیا وہ اسے دل سے قبول کر گیا تھا۔

سوری سمجھدار دوست،، شفانے اس کی سعی کرنے پر لب بھینچے تھے۔

یہ والا کتنا پیارا ہے ناں،، بینگل اسٹینڈ دیکھتی ہوئی چہکی تھی۔

اچھا یہ پیارا ہے،، عارفین نے حیرت سے اس بینگل اسٹینڈ کو دیکھا تھا جس پر شفا نہال ہوتی نہیں تھک رہی تھی۔

یہ والا زیادہ اچھا رہے گا،، پر بڑا ہو جائے گا یہ،، عارفین نے لب دبائے اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر سائیڈ ہوا تھا۔

جو تمہیں اچھا لگے وہ دیکھ لو،، عارفین کے دور ہو کر کھڑے ہونے پر وہ اداس ہوتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔

اچھاناں یہ والا بھی لے لو نگی اور یہ دونوں بھی لے لوں،، عارفین نے آبرو چڑھائے اسے دیکھا۔

تین ہی تو لے رہی ہوں چوڑیاں بھی تو بہت ساری ہیں میرے پاس،، اگر بل پے کرنے کی بات ہے تو مجھے ادھار دے دیں میں گھر جا کر آپ کو آپ کے پیسے دے دوں گی،، معصومیت سے پلکیں جھپکتی ہوئی وہ اسے معصومیت کا پیکر لگی تھی۔

میں تمہیں خود دلوانے لایا ہوں لے لو جتنا تمہارا دل کرے،، شفا نے بغور اسے دیکھا تھا مگر عارفین کے چہرے پر کہیں بھی اسے غصے کی رمق تک دکھائی نہیں دی تھی۔

آپ کو کسی بتایا نہیں،، کیا،، اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

آپ بہت بہت اچھے ہیں عارفین سر،، بینگل اسٹینڈ پیک کرنے کا کہتی ہوئی وہ چہک کر بولی تھی جس پر عارفین مسکرا کر رہ گیا تھا۔

کوئی مجھے کھانا کھلانے والے تھے،، شفا کی آنکھیں مٹکا کر اسے دیکھا تھا جس پر عارفین ہلکا سا مسکرایا اور یوٹرن لیتا ہوا اسے دیکھنے لگا۔

کیا کھانا پسند کریں گی آپ محترمہ،، ڈرائیو کرتے عارفین کو دیکھتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

جہاں پر بھی لے جائیں آپ پیٹ ہی تو بھرنا ہے،، عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

ٹھیک ہے میں تمہیں اپنے فیورٹ ریسٹورنٹ پر لے کر چلتا ہواں وہاں کا کھانا بہت اچھا ہوتا ہے،،اوکے،،شفا سے ہامی بھری تھی۔

oooooooooo

اب تو رات رات بھر آوارہ گردیاں ہونگی، مگر مجال ہے جو کوئی کچھ بول ہی دے ایک میرے وقت پر وہ انوشے ہمارے ساتھ بندھی ہوتی تھی ٹائم لائن الگ سے دی ہوتی تھی پہلے سے اس ٹائم گھر پہنچ جانا چاہیے تم دونوں کو۔زید جیلانی کی کہی بات کو یاد کرتی ہوئی وہ جہانگیر کا درد سر بنی ہوئی تھیں۔

ہاں تو ہمارا وقت اور تھا،،اور اگر تمہیں ان دونوں کے اکیلے جانے پر اتنی ہی تکلیف ہو رہی ہے تو اگلی بار تم حرم کو ان ساتھ بھیج دینا شاید تمہاری حسد کی

آگ ٹھنڈی پڑ جائے۔ طنز کرتے جہانگیر نے تاسف سے اپنی بیوی کو دیکھا

۔

حرم ہی کیوں میں تو معیز کو بھی ساتھ بھیج کر دم لوں گی،، جہانگیر نے افسوس کیا تھا اس کی ذہنیت پر جو نجانے کیوں اس قدر عارفین اور شفا سے جیلس ہو رہی تھی۔

پتا ہے تین گھنٹے ہو گئے ہیں ان دونوں کو گئے ہوئے،، جہانگیر نے بھنویں سکیڑے اسے دیکھا تھا۔

مجھ سے بہتر کسے پتا ہو گا کہ ان دونوں کو گئے تین گھنٹے چار منٹ اکتالیس سیکنڈ ہو گئے ہیں تم جو مسلسل تین گھنٹے سے اپنا رونا رو رہی ہو،، بس خدا خیر

خیریت سے ان دونوں کو گھر لائے،، چبا کر کہتا ہوا وہ ساری فائلز لیے بیڈ پر سے اٹھا تھا۔

کھانا تو تم سے کھایا نہیں گیا مگر ذرا خدا کا خوف کھاؤ امرحہ اس طرح کسی کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے جتنا تم ان دونوں کے پیچھے پڑ گئی ہو،، جہانگیر کی سخت گیر گھوری پر وہ تنفر سے رخ موڑ گئی تھی۔

لو آ گئے ہیں موصوف اپنی زوجہ محترمہ کو سیر سپاٹے کروا کر،، کہتی ہوئی وہ بیڈ پر سے اٹھی تھی۔

تم کہاں چل دی،، دیکھو تو جا کر،، پیروں میں چپل اڑستی ہوئی وہ جہانگیر کو دنگ کر گئی تھی۔

میرے نصیب میں ایسی شریکِ حیات لکھنی تھی میرے مالک،، کاؤچ پر بیٹھے جہانگیر نے سکون سے لیپ ٹاپ پر کیس سے ریلٹیڈ ریسرچ کرنی شروع کی تھی۔

ارے رکو لڑکے یہ کیا ہے دیکھاؤ ذرا،، گونڈل کے ہاتھ میں شاپنگ بیگز دیکھ امرحہ نے اسے روکا تھا جس پر گونڈل نے بیگز دیکھے اور پھر اسے دیکھا جو نظروں سے بیگز کو ٹٹولنے میں مگن تھی۔

سر جی نے کہا تھا کوئی اگر دیکھنے کے لیے کہے تو صاف انکار کر دینا اور سیدھا میرے کمرے میں بیگز لے آنا،، طوطا چشم کی مانند بولتا ہوا وہ عارفین کے کمرے کی جانب جاتی سیڑھیوں پر چڑھ گیا تھا۔

پتا نہیں کیا کیا شاپنگ کی ہو گی،، دل ہی دل میں سوچ سوچ کر ہلکان ہوتی ہوئی وہ کچن کے جانب بڑھی تھی بھوک کے مارے پیٹ میں کودتے چوہوں کو بھی تو چپ کروانا تھا۔

ooooooooooo

کیسی لگ رہی ہیں،، بہت پیاری لگ رہی ہیں بلکل تمہاری طرح،، آخر کے لفظ آہستگی سے کہتا ہوا وہ بیڈ پر دراز ہوا تھا۔

تھینک یو عارفین سر،، عارفین نے مہذ مسکراتی نظر اس پر ڈالی تھی جو کسی کھلتے ہوئے گلاب کی مانند خوبصورت و حسین لگ رہی تھی۔

ہر ڈریس کے ساتھ میری میچنگ چوڑیاں،، وہ چہک کر کہتی ہوئی انہیں محبت سے چوم گئی تھی جسے دیکھ عارفین کو ذرا حیرت نہیں ہوئی تھی اتنی دیر میں وہ اتنا تو ہی جان گیا تھا کہ شفا کو چوڑیاں کس قدر پسند تھیں۔

سو جاؤ کافی دیر ہو گئی ہے،، تکیے میں منہ دیتا ہوا وہ اپنے اندر اٹھتے نئے جذباتوں سے پریشان ہوا تھا تبھی اس نے شفا کو دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥

تم شاید بھول رہے ہو عارفین جیلانی میں اپنے ارادوں کا کتنا پکا ہوں جو چیز مجھے چاہیے ہوتی ہے اسے ہر حال میں میرا ہونا پڑتا ہے،، پھر چاہے کسی کا سر جائے یا خاندان مجھے فرق نہیں پڑتا،،

اووویومین ٹوسے کہ تم اس دنیا کے عزرائیل بنے پھر رہے ہو اور سب پر فرض ہو گیا تم سے ڈرنا،،

تو تم بھی میری بات اچھے سے اپنے ذہن میں بٹھالو اشفاق نیازی عارفین جیلانی کسی سڑک چھاپ گنڈے کی کھوکھلی اور بوسیدہ دھمکیوں سے نہیں ڈرتا،، مجھے شیر کے منہ سے نوالہ نکالنا بخوبی آتا ہے پھر چاہے کسی کی جان جائے یا جان نکالنی پڑے تب بھی عارفین جیلانی اپنی کمٹمنٹ سے پیچھے نہیں ہٹتا،، ایک اور بات اپنی یہ بھونڈی دھمکیاں انہیں لگانا جو تم جیسے گیڈر سے خوف کھاتے ہوں کچھار میں بیٹھے شیر کو نہیں،، عارفین کی دھاڑنے پر وہ دیوار پر مکا جڑتا ہوا جبڑے بھینچ گیا تھا۔

تم مجھے ابھی جانتے نہیں ہو عارفین جیلانی،،

جاننا بھی کون چاہتا ہے تمہیں،، آگ لگانے والے انداز میں کہتا ہوا وہ تنفر سے مسکرایا تھا۔

تم شاید بھول رہے ہو آج کل تمہارا بڑا بھائی جہانگیر جیلانی بڑا مصروف رہ رہا اپنے نئے کیس کے سلسلے میں،، اب کی بار عارفین کی پیشانی پر پریشانی کے بل ابھرے تھے۔

کب کہاں کیسے موت اس پر مہربان ہو جائے کسے پتا چلے گا،،

اپنی بکواس بند کرو اشفاق نیازی میرے بھائی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو تمہاری آنکھیں نکال باہر کروں گا میں،، ضبط سے جبڑے بھینچے وہ غرلایا تھا جس پر اشفاق نیازی کے لبوں پر تنفر زدہ تبسم پھیلی تھی۔

اپنے پر بات آئی تو جذباتی ہو گئے تم عارفین جیلانی میرے کام میرے رشتے سے اوپر ہے اور تم اس کے بیچ میں آرہے ہو تو سوچوں جو کام میرے رشتوں سے اوپر ہے اسے بچانے کے لیے میں کیا کر گزروں گا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے،، عارفین نے سختی سے آنکھیں میچی اور ناک ہوتے ڈور کو یکسر اگنور کیا۔

میرے رشتے میری کمزوری نہیں ہیں اشفاق نیازی اور انہیں میری کمزوری سمجھنا تمہارے لیے ذرا بہتر نہیں رہے گا،، تم نے کہا ناں تمہارا کام تمہارا سب کچھ ہے تو خدا کی قسم تمہیں اور تمہارے اس کام کو نیست و نابود نا کر دوں تو میرا نام بھی عارفین زید جیلانی نہیں،،

مطلب صاف ہے تو تم پیچھے نہیں ہٹنے والے تو ٹھیک ہے اپنے کفن کا انتظام کر کے رکھو عارفین جیلانی میری راہ میں آنے والے کانٹے کو میں جڑ سے نکال باہر کرتا ہوں۔

موت سے کسے ڈرا رہے ہو؟ مجھے عارفین جیلانی کو،، وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے استہزاء ہنسی ہنسا تھا۔

جو گھر سے سر پر کفن باندھ کر نکلتا ہو اسے موت سے ڈرایا نہیں کرتے بے بیوقوف انسان،، تمہارے برے وقت کی کام ڈاؤن شروع ہو چکی ہے اشفاق نیازی اپنی قبر اور کفن کا بندوست کر کے رکھنا کیونکہ عارفین جیلانی کبھی کھو کھلی دھمکیاں نہیں دیتا گیٹ سیٹ ریڈی،، انتشار بھرے لہجے میں کہتا ہوا وہ کال ڈسکنیٹ کرتا مڑا تھا کہ پیچھے کھڑی شفا کو دیکھ وہ اپنے تاثرات نارمل کرتا ہوا ہلکا سا مسکرایا اور اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

سلام عارفین سر، مرحبا عارفین سر، ہائے عارفین سر، ہیلو عارفین سر، کیسے ہیں آپ عارفین سر، مجھے انتظار کیوں کروایا عارفین سر،، پتا ہے میں کتنی دیر کھڑی ہوئی تھی باہر عارفین سر اور آپ اپنی کال پر مصروف ہی رہے عارفین سر، بندہ کچھ سوچ ہی لیتا ہے عارفین سر، مجھ جیسی نازک صف کے بارے میں انتظار کرتے کرتے میری ٹانگیں دکھنے لگ گئیں ہیں عارفین سر،، نان اسٹاپ بولتی ہوئی وہ کچھ وقت کے لیے عارفین کی ساری ٹینشن کو دور بھگا گئی تھی۔

سوری،، بس اتنا سا سوری،، عارفین نے لب بھینچے۔

ایم سوسوسو سوری تمہیں انتظار کروانے کے لیے بہت شرمندہ ہوں میں،، بیٹھو اور بتاؤ کیسے آنا ہوا،، عارفین کے تاثرات نارمل تھے جبکہ شفا کی آنکھوں میں الگ ہی چمک تھی جو شاید اس وقت نہیں سمجھ سکا تھا۔

میری بھی آج امرحہ بھابھی سے لڑائی ہو گئی ہے،، خوش ہو کر بتاتی ہوئی وہ عارفین کے بدلتے زاویوں کو دیکھنے لگی جو پل میں غصب ناک ہوئے تھے

۔

تم نے فون کیوں نہیں کیا مجھے،، وارن بھی کیا تھا میں نے انہیں کہ تم سے دور رہیں لیکن نہیں پیار کی بات انہیں سمجھ ہی کہاں آتی ہے،،
اور تم نے انہیں کچھ نہیں کہا حد ہے تمہارا شوہر ان کی ہر بات کا کرارا جواب دیتا اور تم خاموشی سے سب سن کر آرہی ہو اور مجھے آکر یہ بتا رہی ہو کہ

تمہاری ان سے لڑائی ہو گئی ہے حد ہے حد ہے،،اپنی پیشانی مسلتا ہوا وہ امرحہ کی حرکت کا سوچ کر غصے سے سرخ ہوا تھا۔

ویسے کیوں لڑائی کی ہے انہوں نے تمہارے ساتھ ؟ہونا ہوا ان ہی کا کوئی فساد برپا ہوا ہوگا،،عارفین کو غصے سے بولتے ہوئے دیکھ وہ لب کاٹنے لگی تھی۔

میں کالج جا رہی تھی آج،،گئی کیوں نہیں؟ہاں تو اس میں کونسی لڑنے والی بات تھی،،عارفین نے بیچ میں بات کاٹی تھی۔

بات تو پوری سنیں،،شفا نے چڑ کر کہا جس پر گہری سانس خارج کرتا ہوا وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا تھا جیسے کہہ رہا ہو بولو میں سن رہا ہوں۔

ہوا کچھ یوں،، اسے خاموش بیٹھتے دیکھ وہ ساری بات اسے گوش گزار کرنے لگی۔

○○○○○○○○○○○○○○

کہاں جارہی ہے تمہاری شاہی سواری،، شفا کو کالج کے لیے تیار ہو کر جاتے دیکھ امرحہ اسے پیچھے سے ٹوک گئی تھی۔

کالج جارہی ہوں بھابھی،، خیر سے آج شادی کو دو ہفتے مکمل ہوئے تھے کہ امرحہ کی روک ٹوک ابھی سے شروع ہو گئی تھی۔

لو بھئی شادی کے بعد بھی پڑھائی جاری رکھی جائے گی میڈم صاحبہ کی،، طنز انداز میں بولتی ہوئی وہ ردا بیگم کی سمت دیکھ کر بولی۔

امرحہ بس کردو بیٹا باہر جاتے ہوئے پیچھے سے نہیں ٹوکنا چاہیے تم کب سمجھو گی بیٹا،، ردا بیگم نے ہمیشہ کی طرح رسانیت سے اسے سمجھانا چاہا مگر وہ کہاں کچھ سمجھنے کے موڈ میں تھی فوراً سے پہلے ان کی بات کی نفی کرتے ہوئے مزید بولی تھی۔

کیوں شادی سے پہلے پڑھنے کا شوق پورا نہیں ہوا تھا جو شادی کے دوسرے ہی ہفتے کالج چل پڑی ہو تم،، شفا نے چونک کر اسے دیکھا جو ہاتھ نچا نچا کر لڑنے کے لیے تیار کھڑی ہوئی تھی۔

میری اسٹڈی ابھی کمپلیٹ نہیں ہوئی ہے بھابھی اور ویسے بھی میرے ایگزیمز قریب ہیں ایسے میں کالج نہیں جاؤں گی تو میری پڑھائی کا ہی حرج

ہو گا۔اس نے ناچار لہجے میں کہا تھا جس پر ردا بیگم نے افسوس سے گردن ہلائی تھی۔

شفا بچے آپ کالج جاؤ،، کیوں جاؤ مجھے تو پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی تو اسے کیوں دی جا رہی،، شفا کے راستے میں دیوار کی مانند حائل ہوتی ہوئی وہ ردا بیگم سے جواب مانگ گئی تھی۔

کیونکہ تم نے ہمیں اپنی اسٹڈی کنٹینو کرنے کا نہیں کہا تھا۔انہوں سخت گیر لہجے میں کہا جس پر امرحہ نے نفی میں گردن جھٹکی۔

تم شفا کو کالج جانے نہیں دو گی،، نہیں جب میں نے اپنی اسٹڈی کمپلیٹ نہیں کی تو اس کی بھی نہیں ہو گی،، درا بیگم کے پوچھنے پر انکار کرتی ہوئی

امرحہ نے ناپسندگی سے شفا کی سمت دیکھا تھا جو ہونک بنی ہوئی اس کی تیز زبان کے جوہر دیکھتی حیران کھڑی ہوئی تھی۔

جہانگیر کہاں ہے،، میں آج جہانگیر سے بھی نہیں ڈرنے والی آپ چاہیں تو بابا کو بھی بلالیں مگر میں آج اپنا انصاف کے کر ہی رہوں گی،، ردا بیگم نے شفا کی نم آنکھوں کو دیکھ گردن جھکائی تھی۔

عارفین کی غیر موجودگی کا فائدہ بہت اچھے سے اٹھایا جارہا ہے،، جہانگیر کی آواز پر پل بھر کے لیے امرحہ کے اوسان خطا ہوئے تھے۔

شفا بیٹا آپ فلحال بیٹھیں،، جے بھائی دیر ہورہی ہے مجھے،، وہ روہانسی ہوئی انہی دیکھنے لگی تھی۔

شفا بیٹا اتنی کل کلِ کے بعد آپ کا آج کالج جانا ٹھیک نہیں رہے گا،، ردا بیگم کے کہنے پر وہ اپنا بیگ صوفے پر رکھتی ہوئی وہ امرحہ کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر افسردہ ہوئی تھی۔

میں آج کالج نہیں جا رہی ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں دوبارہ کبھی کالج نہیں جاؤں گی میں کالج جاؤ گی بھی اور اپنی اسٹڈی بھی کمپلیٹ کروں گی،، شفا کے دوٹوک لہجے پر امرحہ کی پیشانی پر ناگواری کے بل ابھرے تھے۔

بیگم صاحبہ سرجی کا کھانا تیار ہے تو دے دیں میں ساتھ ہی لے جاتا ہوں،، گونڈل کی آواز پر سب ہی کے لب سلے تھے۔

رکو گونڈل آج شفا بی بی تمہارے ساتھ کھانا لے کر جائیں گی تمہارے سر جی کا تھوڑا انتظار کر لیں لے کر آتی ہیں یہ لنچ باکس۔ ردا بیگم کے کہنے کی دیر تھی گونڈل سر ہلاتا ہوا وہاں سے گیا تھا۔

مما میں خود نکل لوں عارفین سر کے لیے کھانا،، شفا کے پوچھنے پر وہ اثبات میں گردن ہلاتی ہوئی اس کے پیچھے ہوئی تھیں۔

یہ زبان ہی انسان کی عزت کرواتی ہے اور یہ ہی بے عزت بھی،، تم اس ہی لائق ہو کہ تمہاری عزت کوئی نا کرے،، شفا کے جواب دینے پر جہانگیر کو ذرا برا نہیں لگا تھا ہاں مگر امرحہ کے تن بدل میں آگ سی لگ گئی تھی جس سے جھلستی ہوئی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

○○○○○○○○○○○○

پتا نہیں کونسا خدا نخواستہ کا بیر پال لیا ہے امرحہ بھابھی نے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا،، تم مجھے فون بھی تو کر سکتی تھی نا جب وہ تمہارے ساتھ زبان درازی کر رہی تھیں۔ رہ رہ کر عارفین کو تپ چڑھ رہی تھی آخر کو امرحہ نے اس کی عدم موجودگی کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا اور شفا پر عارفین کی ساری اگلی پچھلی لڑائیوں کی خنس نکال باہر کی تھی۔

اٹھو گھر چلتے ہیں،، خود پر ضبط کھوتا ہوا وہ کرسی چھوڑ گیا تھا۔

کوئی کہیں نہیں جا رہا ہے آپ کھانا کھائیں میں نے آپ کو اس لیے نہیں بتایا تھا کہ آپ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں اور سیدھا ہی امرحہ بھابھی پر

دھاوا بول دیں،، لنچ باکس کھولتی ہوئی وہ عارفین کے غصے کو کم کرنے کی خاطر مسکرائی تھی۔

آپ کو غصہ کس بات پر آرہا ہے انہوں نے مجھے کالج جانے سے روکا یا پھر کوئی اور بات ہے،،

مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا،، وہ جبڑے بھینچے گویا ہوا۔

کیا برداشت نہیں ہو رہا ہے آپ سے،، ان کی ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کے ساتھ بدتمیزی کرنی کی اور اپنا موازنہ تمہارے ساتھ کرنے کی،، خود کو دیکھا ہے کبھی آئینے میں،، غصے کی زیادتی سے عارفین آنکھیں سرخ ہوئیں تھیں جنہیں دیکھ شفا کی نظریں اس پر ٹھہر سی گئیں تھیں سماعتوں میں میری بیوی تو جیسے تیز آواز میں گونجتا ہوا اسے حیران کر گیا تھا۔

میں نے اپنی طرف سے جواب دے دیا ہے آپ کھانا کھائیں ٹھنڈا ہو رہا ہے،، کھانا نکالتی ہوئی وہ عارفین کو دیکھنے لگی جو دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے ہوئے خود پر ضبط کرنے کی سعی کر رہا تھا۔

ویسے مجھے تو بڑا مزہ آیا،، مزہ آیا،، شفا کے مسکرا کر بولنے پر عارفین نے بھنویں سکیڑے اسے دیکھا۔

میرا خیال ہے امرحہ بھابھی کو تو تیز زبان کے ایوارڈ سے نوازا جانا چاہیے،، عارفین کے دیکھنے پر وہ مزید گویا ہوئی۔

پاکستان کی سب سے تیز زبان عورت کا ایوارڈ مسسز امرحہ جہانگیر کو نوازا جاتا ہے،، ہاتھ سے فرضی مائیک بناتی ہوئی وہ عارفین کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

ایسے ایوارڈ تم ہی نواز سکتی ہو،، کھانا اس کی سمت بڑھاتی ہوئی وہ عارفین کے مسکرا کر کہنے پر سر خم کرتی ہوئی وہ داد وصولنے لگی تھی۔

تم کالج ضرور جاؤ گی،، ہاں وہ تو میں جاؤں گی،، عارفین نے مسکرا کر گردن جھٹکی۔

میں تمہیں خود کالج چھوڑنے جایا کروں گا پھر دیکھتے ہیں بھابھی جان کس طرح ٹانگ بیچ میں اڑاتی ہیں،، شفا کے لیے کھانا نکالتا ہوا وہ پلیٹ اس کی جانب سرکانے لگا تھا۔

میں گھر جا کر کھالوں گی،، میں کھانا کھاؤں اور تم مجھے دیکھتی رہو اچھا تھوڑی لگے گا اور ویسے بھی میرے حساب سے کھانا زیادہ ہے،، لب دباتی ہوئی وہ عارفین کو کھانا کھاتے دیکھ خود بھی کھانے لگی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○

یہ والی پک دیکھو یہاں عافی ہم سب سے لڑ کر بیٹھا تھا،، شفا نے بغور ناراض سے بیٹھے عارفین کی بچپن کی پک کو دیکھا وہیں اسے دیکھاتی ہوئی انوشے مسکرائی تھی۔

پتا ہے شروع دن سے ضد لگاتا آیا ہے مگر مجال ہے جو اپنی کہی کسی بات پر پورا اتر جائے لیکن اکڑا اتنی دکھاتا ہے جیسے اپنی زبان کا پکا ہو،،

اب شاید بدل گئے ہیں جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں،، انوشے نے مذاق اڑانے کے انداز سے کہا جس پر شفا نے نفی کی تھی۔

ہاں تھوڑا بہت جیسے شادی نا کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی اس نے اور اپنی بات پر قائم بھی تھا مگر پتا نہیں اسے تم میں ایسا کیا دکھا جو وہ اپنی ضد کے آگے کمزور پڑ گیا۔شفا کے صبیح چہرے کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

چلائے ہونگے ان بڑے نینوں کے تیر تب ہی تو سپہ سالار زیر ہو تا ڈھیر ہو گیا ورنہ مجال ہے جو شادی کے لیے ہامی بھر کے دے دے،، چائے کا مگ پکڑے امرحہ نے سٹنگ روم میں انٹری دی تھی۔

بھابھی کبھی تو پیار سے بول لیا کریں ہر وقت نیم چبائے پھرتی ہیں،، انوشے نے دانت دبائے کہا۔

ارے اس میں ایسی کونسی غلط بات کہہ دی میں نے ویسے بھی سچ تو کڑوا ہی ہوتا ہے اب تم لوگ سچ کو نیم کہو یا کریلا مرضی ہے تم لوگوں کی،،
کیونکہ سچ نہیں بدلنے والا عشق کے پیچھے لڑائے ہیں تو یہ اس گھر میں بیٹھی ہوئی ہے اور بی بی تم بھول سکتی ہو میں نہیں کیسے عارفین شادی سے پہلے ان کے گھر سونے جاتا رہا ہے اب کون جانے وہ سونے ہی جاتا تھا یا پھر،،
امرحہ بھابھی بس کریں،، امرحہ کی گھٹیا سوچ پر شفا کی برداشت نے جواب دیا تھا جس پر وہ غرلا اٹھی تھی۔

عشق بازیاں کرو تم لوگ اور بس کروں میں،، ہاں بس کریں کیونکہ آپ کو زیب نہیں دیتا کسی کے کیریکٹر پر سوال اٹھانا اور رہی بات میرے اور

عارفین کی عشق بازی کا تو آپ کو برا نہیں لگنا چاہیے کیونکہ یہ میرا اور میرے شوہر کے بیچ کی بات ہے ہم چاہیں عشق لڑائیں، گھومیں پھریں آپ کو کسی بات سے فرق نہیں پڑنا چاہیے سو پلیز اسٹے آؤٹ آف اور میرڈ لائف،،وہ کہاں کسی سے ڈرتی تھی سو جواب دے کر بیٹھتی سکون سے چائے پینے لگی تھی۔

شفا کے سخت گیر لہجے پر چائے کی گھونٹ اسے زہر سے کم نہیں لگی تھی۔

ارے میرڈ لائف شادی سے پہلے جو گل کھلائے ہیں ان کا کیا،،امرحہ دو دو ہاتھ کرنے کے لیے مگ ٹیبل پر دھرتی ہوئی شفا کے روبرو ہوئی تھی۔

کہاناں آپ کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے ہماری محبت سے ہم دونوں شادی سے پہلے اور شادی کے بعد جو بھی کرتے ہیں آپ کو کیا مسئلہ ہے۔

انوشے کے لبوں پر میٹھی مسکراہٹ رینگی تھی آج امرحہ سے مقابلہ کرنے والی ان کے گھر آگئی تھی۔

شریف گھر سے ہوں ناں یہ مسئلہ ہے مجھے،، میں بے غیرت گھر کی سہی مگر کم از کم بڑوں کو عزت دینا جانتی ہوں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑاتی، ویسے آپ کی زبان سے تو نہیں لگتا کہ آپ ایک شریف فیملی سے بی لونگ کرتی ہیں،، شفا کے ٹونٹ پر امرحہ کے اندر شعلے دھک اٹھے تھے۔

شفا بات سنو،، مجھے یہاں ان کی موجودگی میں نہیں بیٹھنا جن کی سوچ ہی اتنی گھٹیا ہو تو سوچیں انوشے آپی ان کی صحبت کس طرح قدر گھٹیا ہو گی سوری میں یہاں نہیں بیٹھ سکتی،، بھرائی آنکھوں سے انوشے کو دیکھتی ہوئی وہ وہاں رکی نہیں تھی۔

گز بھر کی زبان ہے بس دکھنے میں ہی معصوم لگتی ہے مگر اللہ بچائے،،
کانوں کو ہاتھ لگاتی ہوئی امرحہ کو دیکھ فوٹوز البم اٹھاتی ہوئی انوشے اس کے
پاس آکر رکی۔

آپ سے تو کم ہی زبان ہے اس کی،، نا کسی کو ایک بات کہوں نا چار سنو مگر
شاید آپ کو کہاں اس بات کا پتہ ہو گا کیونکہ آپ کو تو صرف لڑنا آتا ہے
دوسروں کو نیچا دکھانا آتا ہے مگر یاد رکھیں ہر کوئی آپ کی بدتمیزی برداشت
نہیں کرے گا کبھی کبھار آگے شفا جیسے لوگ بھی آجاتے ہیں جو ہر بار آپ
کی بدتمیزی اور بدزبانی برداشت نہ کریں،، یہ پہلی بار تھا جب انوشے اس
طرح امرحہ سے تلخ لہجے میں مخاطب ہوئی تھی۔

یہ بات کیوں بھول جاتی ہیں آپ وہ عارفین کی بیوی ہے جو آپ کی بدزبانی کی ادھار نہیں رکھتا اور آپ نے آج کے دن دوسری بار اس کی بیوی کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آئیں ہیں اور اس بار تو حد ہی کرتی اس کے کیریکٹر پر انگلی اٹھا کر سوچیں وہ آپ کے ساتھ کیسے پیش آئے گا،، عارفین کے غصے کا سوچ وہ ڈگمگائی تھی مگر اگلے ہی لمحے خود کو کمپوز کرتی ہوئی گویا ہوئی تھی۔

شفا نے جس طرح مجھے جواب دیئے ہیں وہ بتائے گی اسے،، اب بھی اسے شفا پر یقین تھا ان گزرے دنوں میں شفا کی فطرت تو وہ جان گئی تھی۔

وہ بتائے یا نا بتائے مگر میں چپ نہیں رہوں گی تیار رہیے گا شام میں،، اسے وارن کرتی ہوئی انوشے وہاں سے گئی تھی جس پر لب تر کرتی ہوئی امرحہ اپنے کمرے میں بند ہونے کا ارادہ کرتی وہاں سے غائب ہوئی تھی۔

oooooooooooooo

بہت بری ہیں امرحہ بھابھی پتا نہیں کہاں سے اتنا گندہ سوچ لیتی ہیں،، امرحہ کو تو وہ اپنے تحت جواب دے آئی تھی مگر اب اس کی باتیں سوچ سوچ کر روتی ہوئی وہ کشن میں منہ دیئے رونے میں مشغول تھی جس پر وہ ردا بیگم کی آمد سے بے خبر رہی تھی۔

شفا بچے،، ان کے پکارنے پر اس نے اپنی سسکیاں دبائی تھی۔

شفا اٹھو بیٹا مما سے بھی ناراض ہو،، اس کے چہرے پر سے کشن اٹھاتی ہوئیں وہ اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھ دل ہی دل میں امرحہ کو کوس گئی تھیں۔

وہ ایسی کیوں ہیں مما،، آٹھ سال سے ہم بھی یہ سوچ سوچ کر تھک گئے ہیں بیٹا مگر کیا کر سکتے ہیں اب ہم اسکے جیسے تو نہیں ہو سکتے ناں،، اسے اپنے ساتھ لگاتی ہوئیں اس کے بالوں میں ہاتھ چلانے لگیں۔

تم رونا بند کرو تم عارفین سے اس کی کلاس لگوانا وہی ہے جو امرحہ کو اچھے سے خاموش کروا سکتا ہے،، رہنے دیں مما وہ پہلے سے ہی بہت ڈپریس ہیں ،، آنسوؤں صاف کرتی ہوئی وہ عارفین کی کال پر ہوئی باتیں سن چکی تھی تب ہی وہ افسردگی سے بولی تھی۔

اچھا تو اپنے شوہر کی اتنی فکر ہے میری بیٹی کو،، نہیں ہونی چاہیے،، اس نے سوال کیا۔

کیوں نہیں ہونی چاہیے اس فکر سے ہی تو محبت بڑھتی ہے اور ویسے بھی میاں بیوی کا رشتہ ہی احساس پر مبنی ہوتا ہے اگر دونوں ایک دوسرے کا خیال نہیں کریں گے تو یہ رشتہ کیسے مضبوط ہو گا،، بہت سمجھدار ہو تم بچے مجھے نہیں پتا میرے عارفین کے نصیب اتنے اچھے ہونگے،، ایسے ہی ہنستی مسکراتی رہا کرو،،

اس کی پیشانی پر بوسہ دیتی ہوئی وہ اسے مسکراتے دیکھ پر سکون ہوئیں تھیں

۔

تم آرام کرو،، اسے آرام کا کہتی ہوئیں ردا بیگم وہاں سے گئیں تھیں۔

بہت محبتیں لٹائی جا رہی ہیں،، انہیں جاتے دیکھ امرحہ عارفین کا روم باہر سے لاک کیا تھا ساتھ میں بجلی بند کرنا نہیں بھولی تھی۔

اب دیکھتی ہوں کیسے باہر آؤ گی تم،، تنفر سے گردن جھٹکتی ہوئی واپس سے اپنے کمرے کی سمت بڑھی تھی۔

ooooooooooooooo

امرحہ بھابھی،، گھر آتے ہی عارفین نے امرحہ کے نام کی ہانک لگائی تھی جسے سن امرحہ نے کنفرٹ میں منہ سر دیئے خود کو چھپایا تھا۔

ہیں کہاں میری بھابھی جان،، کمرے میں ہیں،، انوشے نے آنکھوں سے کمرے کی سمت اشارہ کیا تھا جس پر عارفین ان کے کمرے کی سمت بڑھا تھا ۔

جہانگیر بھائی ذرا بھابھی کو تو باہر بھیجیں،، ڈور ناک کرتا ہوا وہ واپس سے لیونگ روم میں آیا تھا۔

اسلام و علیکم بابا کیسی رہی ہیر نگز آپ کی،، اچھی رہی یہ سب کیا ہو رہا ہے،، ابھی ہوا نہیں ہے ابھی ہو گا بابا،، کیس کی ہیر نگ کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے ہوئے زید جیلانی آج پورے ایک ہفتے بعد واپس آئے تھے اور آتے ہی عارفین کو امرحہ سے بات کرنے پر تولتے دیکھ پوچھ گئے تھے۔

یہ تو نہیں بتا رہا آپ ہی بتا دیں ردا بیگم کیا ہوا ہے گھر میں،،۔ پاس بیٹھی ردا بیگم سے دریافت کرتے ہوئے وہ عارفین کے کڑے تیوروں سے پریشان ہوئے تھے۔

کچھ خاص نہیں عافی کے بابا آج امرحہ کی زبان درازی کا سامنہ عارفین کی بیوی سے ہوا ہے جو دن سے کمرے میں بند ہے نا کھانا کھایا ہے اس بچی نے بس رو رہی ہے جیسے کیسے ہم لوگ تو اس کی تلخ زبانی برداشت کر رہے ہیں مگر نجانے اس بچی سے کونسا بیر پالا ہوا ہے،، چکر کاٹتے عارفین کو دیکھتی ہوئیں وہ ساری بات ان کے گوش گزار کر گئیں تھیں۔

انوشے شفا کہاں ہیں،، دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے ہوئے عارفین کو اس کی فکر لاحق ہوئی تھی۔

کمرے میں ہے اور کہاں جائے گی وہ،، ریان کو لیے بالوں میں ہاتھ چلاتی ہوئی وہ بتا گئی تھی وہی امرحہ کو کمرے سے نا آتے دیکھ وہ شفا کے پاس گیا تھا

۔

شفا،، عارفین سر،، بیڈ کے پیچھے گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی ہوئی رونے میں مشغول تھی کہ عارفین کی آواز پر فوراً آنسو صاف کرتی ہوئی اس کے پاس جانے کے لیے اٹھی تھی۔

شفا تم سن رہی ہو،، نیم اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں قدم رکھتا ہوا وہ فکر سے پکارتا ہوا لائٹس آن کرنے کی غرض سے سوئچ بورڈ کی سمت بڑھا تھا۔

عارفین سر،، پیچھے سے اس کی پشت پر سر رکھتی ہوئی وہ خود پر مزید ضبط نہیں کر پائی تھی۔

پتا ہے میں لاک ہو گئی تھی روم میں اور اوپر سے لائٹ بھی نہیں چل رہی ہے،، شفا کی اچانک افتاد پر وہ سانس روکے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتا ہوا وہ ہلتے لب اپنی پیٹھ پر محسوس کرتا بے سکون ہوا تھا۔

روم لاک تھا باہر سے،، اس نے اثبات میں گردن ہلائی جس پر عارفین کا دل بے اختیار ہوا تھا۔

اچھا اب رونا بند کرو میں آ گیا ہوں ناں،، اسے خود کے سامنے لاتا ہوا وہ باہر سے آتی روشنی میں اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالوں میں بھرے آہستگی سے بولا تھا جس پر نم آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی پر سکون محسوس کر رہی تھی۔

کہاں جا رہے ہیں آپ،، عارفین کو جاتے دیکھ وہ اس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی اسے روک گئی تھی جس پر وہ گہری نظر بھرتا ہوا مڑ کر اسے دیکھنے لگا جس کا خوف سے جسم تک لرز رہا تھا۔

کہیں نہیں جا رہا لائٹس آن کر کے دیکھ رہا ہوں،،، اس کا ہاتھ پکڑ سوئچ کے پاس آتے ہوئے اس نے سب لائٹس کو ان دیکھ نا سمجھی سے بھنویں سکیڑی تھیں۔

کب سے لائٹس آف ہیں،، جب میں کمرے میں آئی تھی اس کے بعد سے ،،اس کی شرٹ کو مٹھی میں جکڑے ہوئے تھی۔

شفا گھر میں کوئی بات ہوئی ہے،،اس نے نفی میں گردن ہلائی جس پر عارفین کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھرا تھا۔

اچھا پھر تم آج کمرے میں کیا کر رہی ہو کل تو تم کہہ رہی تھیں کہ تم اب سے مما کے ساتھ بیٹھا کرو گی،، لائٹس واپس سے آن کرتا ہوا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا وہیں وہ لائٹس آن ہوتے ہی عارفین سے دور ہوئی تھی۔

بس ایسے ہی،، ڈر میں ہوئی اپنی حرکت پر وہ شرمندگی سے سر جھکائے ہوئے تھی۔

اوکے تم مت بتاؤ پر مجھے سب پتا چل گیا ہے آتا ہوں ان کی طبیعت صاف کر کے۔ اسے وہیں چھوڑ کمرے سے واک آؤٹ کر گیا تھا جس پر شفا بھی اس کے پیچھے چل دی تھی۔

oooooooooooooo

جاؤامرحہ تمہاری شامت،، سوری عارفین تمہیں بلا رہا ہے،، جہانگیر نے مذاق اڑانے کے انداز سے کہا جس پر وہ عارفین کی کڑوی کسیلی باتوں کو سوچ کر گھبرائی تھی۔

میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے،، جہانگیر کی بات ٹالتی ہوئی وہ کروٹ بدل گئی تھی کہ اچانک سے دروازے پر دی گئی دستک پر کانپ کر رہ گئی تھی۔

جہانگیر،، بلاوجہ شفا کو باتیں سنانے سے پہلے تم نے مجھے بتایا تھا نہیں ناں تو سوری ٹو سے امرحہ میں تمہارے حق میں کچھ نہیں بول سکتا کیونکہ تم خود ہی اپنی بے عزتی کرواتی ہو اور ساتھ میں مجھے بھی شرمندہ کرواتی ہو سو الگ ،،امرحہ کی زبان سے تنگ آتے جہانگیر نے اسے سختی سے کہا تھا۔

اس بار ہلیپ کر دیں،، نم آنکھوں سے جہانگیر کو دیکھتی ہوئی عارفین کی آواز پر سہمی تھی۔

فلحال چلو تو سہی دیکھتے ہیں عارفین کیا کہنا چاہ رہا ہے،، فائلز سائیڈ پر رکھتا ہوا وہ کمرے سے باہر نکلا تھا جس پر عارفین نے اسے دیکھ نفی میں گردن ہلائی تھی۔

آج بیچ میں مت بولیے گا بھائی کیونکہ انہوں نے آج ہر حد پار کر دی ہے،، عارفین کے کڑے تیوروں پر جہانگیر نے بے بسی سے دونوں کو دیکھا تھا۔

میں نے آپ کو پیار سے سمجھایا تھا بھابھی میری بیوی کے ساتھ کوئی بھی بد تمیزی برداشت نہیں کروں گا پہلے آپ نے اسے کالج جانے سے روکا میں نے جانے دیا،، پھر آپ کی ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کے کیریکٹر پر

انگلی اٹھانے کی، کیا میں نے آج تک آپ کے کردار پر انگلی اٹھائی یا اس کے گھر کے کسی فرد نے آپ کو الٹے سیدھے القابات دیئے نہیں ناں تو پھر آپ کی جرأت کیسے ہوئی میری بیوی سے اس طرح بات کرنے کی،، سخت گیر لہجے میں سوال کرتا ہوا وہ پیچھے کھڑی ہوئی شفا کی موجودگی سے بے خبر تھا۔

کیا کہہ رہی تھیں آپ میری بیوی سے ہم نے عشق کے پیچے لڑائے ہیں،، اس نے ڈورے ڈالے ہیں مجھ پر،، عشق بازیاں کی ہے ہم دونوں نے مل کر،، جہانگیر کی نظریں شرم سے جھکی تھیں۔

بھابھی جان آپ نے بھی تو میرے سیدھے سادے بھائی کو اپنی آوراہ لٹوں میں گھوما کر پھنسایا تھا،، ہنس ہنس کر باتیں کیا کرتی تھیں تعریفوں کے پل باندھا کرتی تھی یہ ہوتی ہیں شریف گھر کی لڑکیوں کی حرکتیں سب کو

آپ نے اپنے جیسا شریف سمجھا ہوا ہے،، سب حساب بے باک کرتا ہوا خاموش نہیں ہوا تھا۔

سب دیکھا ہے میں نے بچہ نہیں تھا میں،، امرحہ کی آنکھیں دکھانے پر وہ تنفر سے بولا تھا۔

عارفین،، جہانگیر نے اسے گھورا تھا جس پر وہ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے ہوئے مسکرایا تھا۔

سب کچھ کیا ہے ہم نے عشق لڑایا، نیند کے بہانے بنا کر میں شفا کے گھر گیا سو یا یا نہیں سو یا آپ کو کیا مسئلہ ہے آپ کو کس بات سے تکلیف ہو رہی ہے ،،امرحہ کی چیچی عارفین کو خلی تھیں وہیں زید جیلانی نے اپنے دکھتے سر کو تھاما تھا۔

عارفین،، نہیں بابا انہوں نے کہا تھا کہ میں نے کل کی بچی شفا کو پسند کیا ہے

،،ہاں کیا ہے میں نے اور مجھے کوئی بعید نہیں یہ ماننے میں میری چھوٹی سی

بیوی ان کے مقابلے میں بہت اچھی ہے،، شکر ہے خدا کا جو مجھے شفا پسند آئی

ورنہ میری بھی زندگی برباد کرنے کی پلیننگ میں مشغول تھیں یہ تو،،

امرحہ نے غصے سے دانت کچکچائے تھے۔

تھینک گاڈ میں نے ان کی بہن امبر سے شادی نہیں کی ورنہ آج میری بھی

زندگی جہانگیر بھائی سے کم نا ہوتی،، سد شکر کرتے عارفین نے امرحہ کے

ضبط کا امتحان لیا تھا۔

یہ اپنی بیوی کے لیے مجھ سے لڑ رہا ہے اور آپ کچھ نہیں کہہ رہے اسے،،

امرحہ نے شکوہ کن نظروں سے جہانگیر کو دیکھا تھا۔

کیا کہوں اسے تم نے مجھے بولنے کے قابل چھوڑا ہے تم نے شفا کے کیریکٹر پر انگلی کیوں اٹھائی میں تم سے بدتمیزی اکیسپکیٹ کر سکتا تھا امرحہ مگر یہ نہیں تمہارے سارے اختلافات عارفین سے ہیں ان سب میں تم شفا کو کیوں بیچ میں گھیسٹ رہی ہو امرحہ اس نے کیا بگاڑا ہے تمہارا پہلے تم عارفین سے چڑ کھاتی تھیں اب شفا سے بھی کیوں،، جہانگیر نرم گرم لہجے میں سوال کیا تھا۔

وہ اپنی بیوی سے محبت کے دم بھر رہا ہے اور آپ مجھے ہی سنا رہے ہیں،، جہانگیر کا دل اپنا ماتھا پیٹنے کا کیا تھا۔

ہاں کرتا ہوں میں اپنی چھوٹی سی بیوی سے محبت، پاگل ہوں اس پر آئی ہر بات پہ مرنے اور مارنے سے پیچھے نہیں ہٹوں گا اس بات سے آپ کو کیوں

تکلیف ہو رہی ہے بھابھی جان،، عارفین کے بے باک الفاظ سن کر وہ ساکت ہوئی تھی۔

آپ کی ذات سے آگے کچھ دکھائی نہیں دیتا
محبت مشورہ نہیں جو سارے شہر سے کر لیں

کان بھرے ہونگے ناں اس نے تمہارے،، آپ کے خلاف اسے میرے کان بھرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کی زبان ہی کافی ہے،، آپ کا یہ رویہ دن بدن آپ کی اہمیت کو کم کرتا جا رہا ہے کبھی فرصت ملے تو بیٹھ کر سوچیئے گا ہر کوئی آپ کو خود سے عاجز آیا ہوا دیکھائی دے گا،، خاموش کھڑے جہانگیر کو دیکھ امرحہ کی آنکھوں میں نمی ابھری تھی جسے چھپانے کی خاطر وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

عافی کو شفا نے نہیں میں نے سب کچھ بتایا ہے کیونکہ اگر میں آج چپ رہتی تو آپ کو مزید شہ ملتی جو میں نہیں چاہتی تھی،، انوشے کے بولنے پر امرحہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

کل سے شفا کالج جائے گی یہ میں پوچھ نہیں رہا بتا رہا ہوں،، وہ اپنا فیصلہ سناتا ہوا مڑا تھا کہ سامنے کھڑی شفا کو دیکھ اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا اپنے کمرے کی سمت جاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھا تھا۔

امرحہ بیٹا آپ بڑی ہیں سمجھداری سے کام لیں،، امرحہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہوئے زید صاحب ردا بیگم کے ہمراہ اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے تھے۔

وہیں ریان کو گود میں اٹھائے انوشے بھی اپنے کمرے میں گئی تھی۔

یہاں پر کھڑے رہنے کا ارادہ ہے،، جہانگیر کو نم آنکھوں سے دیکھتی ہوئی وہ اپنے کمرے میں گئی تھی جس پر جہانگیر نے سرد آہ بھری تھی جانتا تھا اب ایک دو ہفتے اسے امرحہ کی باتیں سننی تھیں جن کے لیے فلحال بلکل بھی تیار نہیں تھا۔

ooooooooooooo

تیار ہو جاؤ تمہیں کالج چھوڑ دیتا ہوں،، رات بھر وہ عارفین کی باتیں سوچتی ہوئی کب نیند کی وادیوں میں اتری تھی اسے پتا بھی نہیں چلا تھا ابھی وہ نیند سے صیحح سے بیدار بھی ہوئی تھی کہ عارفین کی آواز پر اس نے ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا جو شوز لیس باندھ رہا تھا۔

آپ چھوڑ کر آئیں گے،،اس گھر میں تمہارا عارفین نامی دوسرا کوئی شوہر ہے،،شفا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

نہیں تو،،تو بس پھر مجھ سے ہی گزارا کرنا پڑے گا تمہیں،،اپنی گن دیکھتا ہوا وہ مسکراتی نظر اس پر ڈال گیا تھا جو اب بھی اسے دیکھنے میں محو تھی۔

اب مجھے دیکھتی رہو گی یا تیار بھی ہو گی،،عارفین کے کہتے ہی جلدی سے بیڈ سے اترتی ہوئی وہ باتھروم میں بند ہوئی تھی۔

OOOOOOOOOOOO

ناشتہ نہیں بنا ابھی تک،، عارفین نے آتے ہی انوشے سے پوچھا تھا جو
خاموش سے کچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں سن رہی تھی اور ساتھ ساتھ
اپنے بچوں کو جیم بریڈ کھلا رہی تھی۔

اندر بھابھی ہیں،، عارفین نے مسکرا کر پوچھا جس پر ہلکا سا مسکرائی تھی۔

وہ کہاں ناشتہ بنائیں گی میرا،، شرارت سے بھرپور لہجے میں کہتا ہوا وہ جوس
نکالنے لگا تھا۔

جس کو ناشتہ کھانا ہے اپنی بیوی سے کہیں میں کسی ملازم نہیں لگی ہوئی جو
باتیں بھی سنوں اور کھانے بھی بنا بنا کر کھلاؤں۔ شفا کو آتے دیکھ امرحہ
قدرے اونچی آواز میں کہا تھا جس پر مزے لیتے عارفین نے بھنویں اچکائی
تھیں وہیں شفا ناشتہ بنانے کی غرض سے کچن کی سمت بڑھی تھی۔

کیا صبح صبح ہنگامہ کیا ہوا ہے،، ردا بیگم کی آواز پر عارفین نے لاپرواہی سے شانے اچکائے تھا۔

آپ کی بہو بیگم ہیں ناں جو ہر وقت گھر کو اکھاڑا بنا کر رکھتی ہیں،، تم نے کچھ ہی کچھ کہا ہو گا،، عارفین نے شانے اچکا کر نفی میں گردن ہلائی تھی۔

میڈم آپ رہنے دیں میں سر جی کے لیے ناشتہ بنا دونگا،، گونڈل میں بنا لوں گی بس تم مجھے یہ بتاؤ تمہارے سر جی بریک فاسٹ میں کیا لیتے ہیں،، شفا کے مسکرا کر پوچھنے پر امرحہ نے اپنا بنایا ہوا ناشتہ اٹھایا اور ڈائینگ ٹیبل کی جانب بڑھ گئی تھی۔

گونڈل جلدی کرو یار،، عارفین کی ہانک پر شفا کے ہاتھوں میں پھرتی آئی تھی۔

تمہارے سر جی پراٹھا کھالیتے ہیں،، آملیٹ بناتی ہوئی وہ گونڈل کو دیکھنے لگی جو خاموشی سے ایک سائیڈ پر کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

جی کھالیتے ہیں مگر کبھی کبھی،، آج بھی کھا ہی لیں گے،، شفا نے مسکرا کر کہا اور چائے کے لیے ابلتے قہوہ میں دودھ ڈالتی ہوئی مسکرائی تھی۔

بیس منٹ میں وہ اپنا اور عارفین کا ناشتہ لیے باہر آئی تھی جسے دیکھ عارفین کی چہرے پر حیرت کے تاثرات بکھرے تھے۔

آج اس پر گزرا کر لیں کل سے پراپر بریک فاسٹ بنا دوں گی،، عارفین کی پلیٹ میں پراٹھا اور آملیٹ نکالتی ہوئی وہ مسکرا کر بولی تھی۔

آپی آپ لیں گی،، انوشے کو آفر کرتی ہوئی وہ عارفین کے برابر میں آکر بیٹھی تھی۔

تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی گونڈل ہے ان سب کاموں کے لیے،، سہی تو کہہ رہا ہے عافی بیٹا پہلے تمہیں میٹھے میں ہاتھ ڈالنا چاہیے تھا،، کوئی بات نہیں نے چائے بنائی ہے نا وہ بھی میٹھی ہے آپ وہ پی لیں،، شفا کے ناشتہ بنانے پر جہاں ردا بیگم خوش ہوئی تھی وہیں امرحہ نے ترچھی نظر ان دونوں پر ڈالی تھی۔

کیسا بنا ہے،، اچھا بنا ہے،، شفا کے سوال پر عارفین نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا جو بے صبری سے اسے دیکھ رہی تھی عارفین کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ مسکراتی ہوئی کھانا کھانے لگی۔

○○○○○○○○○○○○

تمہارا پیپر ہز بینڈ غریب ہے اس معاملے میں،، گونڈل کی بیک نکالتا ہوا وہ شفا کے چونک کر دیکھنے پر بولا تھا۔

آپ غریب ہو ہی نا جائیں تین گاڑیاں پورچ میں کھڑی ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ غریب ہیں،، عارفین کو بائیک سنبھالتے دیکھ وہ گاڑیوں کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

سرکاری گاڑی ہے میری اسے میں اپنے نجی استعمال میں نہیں لے سکتا،، گاڑیوں کو دیکھتی ہوئی شفا کو دیکھ کر جانچتے ہوئے انداز میں کہا۔

بائیک پر چل سکتی ہو میرے ساتھ،،وہ نجانے کیا پوچھنا چاہ رہا تھا اس سے مگر دل نے فقط اس کی ہاں کی دعا کی تھی۔

عارفین کے پوچھے گئے سوال کے پیچھے کی معنٰی سمجھنے کی سعی کرتی ہوئی آنکھوں میں خوف سمائے بائیک کو دیکھنے لگی تھی بچپن سے لے کر اب تک اس نے گاڑی میں بیٹھی تھی جس پھر گھر میں وہ اپنی دھنو کو دوڑاتی نہیں تھکتی تھی۔

کیا سوچ رہی ہو نہیں چلنا میرے ساتھ،،عارفین کی شہد رنگ آنکھوں میں اپنا عکس دیکھتی ہوئی اس کی سمت بڑھی تھی۔

پہلے وعدہ کریں مجھے کبھی گرنے نہیں دیں گے،، میرے ہوتے ہوئے تمہیں گرنے کا ڈر نہیں ہونے چاہیے شفا اتنا تو ٹرسٹ کر سکتی ہو مجھ پر،، عارفین کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو دیکھتی ہوئی وہ پزل ہوئی تھی۔

آپ سچ کہہ رہے ہیں،، ٹرسٹ می،، اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتی ہوئی سیٹ پر بیٹھنے لگی تھی۔

عارفین سر،، بائیک سیدھا کرتے عارفین نے گردن موڑ کر اسے دیکھا جو خوف سے مٹھی میں اس کی شرٹ کو جکڑ گئی تھی۔

شفا میں ہوں نا،، اس نے بھیگی پلکیں جھکائے اسے دیکھا تھا جس پر عارفین کا دل اس کی معصومیت پر نثار ہوا تھا۔

اچھے سے پکڑ لو،، عارفین کے کندھے پر مضبوطی سے ہاتھ رکھتی ہوئی وہ ساتھ ہی دوسرے ہاتھ اسٹینڈ پکڑ کر گئی تھی۔

چلیں،، ہمم،، آنکھیں میچے ہوئے شفا کو میر رسے دیکھ وہ زندگی سے بھرپور مسکرایا تھا۔

وفا کے قید خانے میں
سزائیں کب بدلتی ہیں
بدلتا دل کا موسم ہے
ہوائیں کب بدلتی ہیں
میری ساری دعائیں تم سے
سے ہی منسوب ہیں ہم دم

محبت ہو اگر سچی
دعائیں کب بدلتی ہیں
کوئی پا کر نبھاتا ہے
کوئی کھو کر نبھاتا ہے
نئے انداز ہوتے ہیں
وفائیں کب بدلتی ہیں

مزہ آ رہا ہے،، ہاں یہ اتنی بری بھی نہیں ہے،، تھوڑی ہی دیر شفا کا خوف کہیں دم دبا کر بھاگ گیا تھا جسے نوٹس کرتے عارفین نے پر سکون سا ہوا تھا ۔

پیچھے سے انہیں فلو و کرتی عارفین کی جیپ میں بیٹھے شمن نے گردن باہر نکال کر اپنے سر جی کو دیکھا جس کے چہرے کی مسکراہٹ آج الگ سی لگ رہی تھی۔

یہاں پر زیادہ اترانا نہیں ہے،، عارفین کو بال سیٹ کرتے دیکھ وہ شرارت سے بولی تھی۔

کیوں،، کیونکہ آپ کوئی ٹین ایجر نہیں ہیں جو گرلز کالج کے باہر کھڑے ہوئے اپنے بالوں کو سیٹ کر رہے ہیں تاکہ کوئی لڑکی سیٹ ہو جائے،، عارفین بھنویں سکیڑے اسے دیکھا اور پیچھے جیپ سے اترتے شمن کو دیکھ وہ بائیک سے اتر گیا تھا۔

یہ کام میں نے جب نہیں کیے جب مجھے کرنے چاہیے تھے اب کیا کروں گا کر کے ویسے ہی میرڈ ہونے کا لیبل لگ چکا ہے مجھ پر،، بائیک کی چابی شمن کو پکڑاتا ہوا بولا جبکہ ہلکی سی مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

ہمم مگر یہاں میں میرڈ نہیں ہوں،، کیا مطلب،، شمن کے جاتے ہی شفا نے جیسے عارفین کے سر بم پھوڑا تھا۔

مطلب میں اسٹوڈنٹ ہوں ایک آدھ دوست جانتی ہے میری شادی کے بارے میں ورنہ میں کسی کو نہیں بتانے والی کہ میری شادی ہو گئی ہے میں سسرال سے آرہی ہوں میرے ہزبینڈ مجھے ڈراپ کر کے گئے ہیں،، ہاتھ نچا کر کہتی ہوئی وہ ساتھ ہی منہ کے ڈیزائن بناتی عارفین کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی جو وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔

غلط بات ہے یہ تو شفا،، شفا نے شانے اچکائے۔

اب پلیز آپ کالج مت آجانا یہ بتانے کہ میری شادی یہاں کے قریبی تھانے کے ایس ایس پی عارفین جیلانی سے ہوئی ہے خدا کے لیے یہاں مجھے شفا بگٹی ہی رہنے دیجئے گا اور ویسے بھی تو کانٹریکٹ ختم ہوتے ہی یہ ڈارمہ بھی ختم ہو ہی جائے گا تو شور کیوں مچانا،، کانٹریکٹ پر عارفین کے لب آپس میں پیوست ہوئے تھے وہیں شفا خدا حافظ کہتی وہاں سے جانے کے لیے بڑھی تھی کہ عارفین کی آواز پر مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

جب تک کانٹریکٹ ہے تب تک تم بیوی ہو میری ذمہ داری ہو میری،، شفا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا جو سنجیدگی سے بول رہا تھا۔
شفا کی شادی چھپانے والی بات اسے بری لگی تھی۔

چھٹی ہونے سے پہلے مجھے اطلاع کر دینا،، اپنے اوپر اٹھی ہر نگاہ کو یکسر اگنور کرتا ہوا بلیک گلاسز لگاتا ہوا وہاں رکا نہیں تھا جبکہ شفا اس کے سخت گیر انداز پر اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

شفا یہ ہینڈ سم پولیس والا کون تھا،، عارفین سر تھے،، اسے جیپ میں بیٹھتے دیکھ شفا نے کھوئے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

بندہ بڑا ہینڈ سم ہے تم سے کیا بات کر رہا تھا،، تمہیں بڑے ہینڈ سم لگ رہے ہیں،، صدف کے تعریفی کلمات پر غصے سے اسے دیکھتی ہوئی وہ عارفین کو کسی بات پر مسکراتے دیکھ مزید چڑی تھی۔

جب تک کانٹریکٹ ہے تب تک بیوی ہو میری تم ذمہ داری ہو میری،، زیر لب اس کے لفظ دہراتی ہوئی وہ صدف کو گھورنے لگی۔

اب بندہ ہینڈسم ہے تو ہے اس جھوٹ تھوڑی نا کہا ہے میں نے،، بس کرو بھئی کسی نامحرم کی تعریف کرتے ہوئے تمہیں ذرا شرم نہیں آرہی،، غصے سے کہتی ہوئی وہ کالج کا داخلی گیٹ عبور کر گئی تھی۔

شفا کو اندر جاتے دیکھ عارفین بھی وہاں سے گیا تھا جبکہ صدف کی آنکھوں نے کافی دیر تک اس کی جیپ کا تعاقب کیا تھا۔

ویسے ہیں کون یہ دانیال بھائی تو نہیں ہیں اور نا ہی انس بھائی ہیں،، تمہیں مسئلہ کیا ہے،، شفا نے تنک کر پوچھا تھا۔

ایسے ہی،، عارفین کو سوچتی ہوئی مبہم سا مسکرائی تھی وہیں شفا کو اس کی یہ مسکراہٹ زہر سے بھی زیادہ بری لگی تھی۔

oooooooooooooo

آپ سے بات ہو سکتی ہے بس تھوڑا سا وقت چاہیے آپ کا،، معمول سے ہٹ کر آج جہانگیر گارڈن میں بیٹھا میں ہوا اپنے کیس سے متعلق کچھ پوائنٹ نوٹ کر رہا تھا کہ عارفین کے عاجزانہ انداز پر وہ اسے فرصت سے دیکھ کر لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ گیا تھا۔
مطلب صاف تھا اس کے لیے جہانگیر کے پاس وقت ہی وقت تھا۔

بہت مصروف رہ رہے ہیں آج کل کیس کے سلسلے میں،، عارفین نے اپنی بات کا آغاز نارمل انداز میں کیا تھا جس پر انگڑائی لیتے جہانگیر نے مسکرا اثبات میں گردن ہلائی۔

کیس ہی جب اتنا اسٹرونگ ہو گا تو مصروفیات تو بڑھے گی ہی،، پوچھ سکتا ہوں کس کی طرف سے کیس لڑ رہے ہیں بھائی،،

اجازت بھی طلب کر رہے ہو سوال بھی کر رہے ہو تم کمال عافی،، عارفین کے سپاٹ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری تھی۔

بتایا نہیں آپ نے،، اس نے پھر استفسار کیا جس پر جہانگیر نے لب دبائے اسے دیکھا تھا۔

اگر میں یہ کہوں میرا ارادہ نہیں ہے بتانے کا تو،، عارفین کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ رینگی۔

اگر میں کہوں کہ مجھے پتا ہے تو،، اس نے الٹا سوال داغا جس پر جہانگیر نے ٹھہر کر اسے دیکھا جس کی مسکراہٹ میں آج پہلے جیسی دلفریبی نہیں تھی ۔

پتا ہے تو پوچھ کیوں رہے ہو،، آپ کے منہ سے سننا چاہتا تھا کہ میرا بھائی کس قدر مضبوط شخص ہے،، جہانگیر نے گردن جھکائی تھی اور وہیں عارفین کا چہرہ حد درجہ سپاٹ ہوا۔

بابا کو پتا ہے،، نہیں فلحال میں انہیں بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا ایون میں تو تم سے چھپانے کا ارادہ رکھتا تھا،، آبرو رب کرتے عارفین نے بغور اس ریڈ فائلز کو دیکھا جو اسے خطرے کی گھنٹی سی دیکھائی دی تھی۔

عقیل نیازی کے خلاف لڑ رہے ہیں،،ہاں کئی مرڈر، ڈ گر اسمگلنگ سے لے کر گرلز اسمگلنگ کیس سامنے آئیں ہیں میرے آگے دیکھتے ہیں اور کیا کیا بھید کھلیں گے،،لیپ ٹاپ کو دیکھتے ہوئے جہانگیر نے سنجید گی سے جواب دیا تھا۔

ایک بات کہوں تو مانیں گے،،تم منوائے بغیر پیچھے ہٹتے ہو،،عارفین کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھرا دیکھ جہانگیر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ اسے کام ڈاؤن رہنے کا کہا تھا۔

آج سے آپ اپنی ٹائم روٹین چینج کریں،،باہر جو گاڑی کھڑی ہے وہ استعمال کرنی ہے آپ نے اور،،اور،،عارفین کے رکنے پر وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

اپنا خیال رکھنا ہے،، کیا یار تم بھی ڈرتے ہو،، عارفین کی فکر پر جہانگیر نے شرارت سے کہا۔

ڈر نہیں رہا بس احتیاط کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں اگر آگے آپ ہونگے تو پیچھے عارفین جیلانی موجود ہوگا ورنہ آگے تو میں ہر حال میں رہوں گا،، دائیں گال پر ہاتھ رکھے جہانگیر نے اسے سر جھکائے بیٹھے دیکھ اس کے مضبوط لہجے پر مسکرا کر رہ گیا تھا۔

اس گاڑی میں ایسا کیا ہے،، بلٹ پروف ہے،، آج سے آپ اپنی ٹائمنگ سے ہٹ کر ایک نیا شیڈول بنائیں گے جو ہر روز چینج ہوگا۔ عارفین کے بولنے پر وہ کھل کر مسکرایا۔

میں مذاق نہیں کر رہا،، جانتا ہوں میں بھی بٹ بلیو می مجھے کچھ نہیں ہو گا،، آپ کو کچھ ہونے بھی نہیں دونگا میں،، عارفین کے مضبوط لہجے پر وہ اسے خود سے لگا گیا تھا۔

پاگل ہو تم مجھے عادت ہے ان سب کی،، اس نے اسے سمجھانا چاہا۔

آپ بھی جان لیں مجھے بھی عادت ہے ان سب کو جھیلنے کی بس آپ کو محتاط کر رہا ہوں،، جہانگیر کو مضبوطی سے پکڑتا ہوا وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوا تھا ۔

چاہے میں جتنی مرضی باتیں بنالوں آخر میں جیت تو تمہاری ہی ہو گی،، جہانگیر نے ہار مانتے ہوئے سر کو ہلکا سا خم کیا جس پر عارفین مسکرا کر وہاں سے گیا تھا۔

OOOOOOOOOOOOO

جس دن تم نیک ارادوں سے واقف ہوئی ناشفا بگٹی اس دن تم مجھ سے آنکھیں بھی ملانے سے گریز کرو گی،، جالی دار دوپٹوں کو سائیڈ کرتا ہوا وہ اس کے صبیح چہرے کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

اول دن سے میں تمہارے کسی بھی رول کا پابند نہیں رہا تو یہ کسی کو ہماری شادی کے بارے میں نا بتانے والی بات پر میں کیسے متفق ہو جاؤں گا،، پتا ہے تم سب سے الگ ہو جو یہ تمہارا دماغ والا پورشن ہے ناں اس میں آدھا بھی دماغ نہیں ہے،، گہری نیند میں سوئی ہوئی شفا نے بھنویں سکیڑی تھیں جنہیں دیکھ عارفین کے لبوں پر شریر مسکراہٹ رینگی تھی۔

وقت کے ساتھ ساتھ میرے دل میں تمہارے لیے اسپیشل والی فیلنگز بیدار ہو رہی ہیں جنہیں میں مسلسل اگنور کیے جا رہا تھا مگر اب مزید اگنور نہیں کر سکتا جتنا ان فیلنگز کو اگنور کر رہا ہوں اُتنا ہی بے چین ہو رہا ہوں،، بغور اس کے ہر نقوش دلفریبی سے دیکھتا ہوا وہ نرمی سے اس گال پر ہاتھ رکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

سب سے الگ ہو تم بیوقوف لڑکی جتنی تم معصوم دکھتی ہو اس سے کئی گنا زیادہ معصوم ہو تم جواب تک میرے ارادوں کو بھانپ نہیں سکیں تم اور نا ہی اب تک اس کانٹریکٹ پیپرز کو پڑھنے کی زحمت کی ہے تم نے جن پر صرف میرے رولز لکھیں ہیں تمہارے کسی رول پر میں نے کوئی رضامندی دی ہی نہیں،، اتنا ٹرسٹ کرتی ہو مجھ پر،، کل رات والے واقعے کو سوچتا ہوا مسکرایا جب شفا نے اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا تھا۔

تم مجھے خود اکسا رہی ہو تمہارے قریب رہنے کے لیے ایسے میں اگر کوئی گستاخی کر دیتا ہوں تم تو مجھے سزا سنانے کھڑی ہو جاؤ گی،، اس کی چھوٹی سی ناک کو انگلی سے ہلکا ساد باؤ دیتا ہوا اس کے چڑنے پر فوراً سے ہاتھ پیچھے کر گیا تھا۔

نیند میں بھی تم سے دور رہنے کا کوئی رول نہیں لکھا تھا تم نے،، کہونی کے بل لیٹتا ہوا وہ اپنے دل کے اکسانے پر مجبور ہوا تھا۔

میری گستاخیوں کو معاف کرنا جاناں
میں تمہیں تمہاری اجازت کے بغیر محسوس کرتا ہوں

اس کی پیشانی پر محبت کی پہلی مہر ثبت کرتا ہوا وہ فوراً سے پیچھے ہوا تھا وہیں وہ نیند بھی اس کے لمس پر بے چین ہوتی ہوئی کسمسا اٹھی تھی جس پر عارفین نے اسے دیکھ نیند میں ہونے کی اداکاری شروع کی۔

۔

ڈرا ہی دیا تھا تم نے تو لڑکی،، اگلے ہی لمحے اسے پھر گہری نیند میں سوتے دیکھ وہ دل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر مسکرا اٹھا تھا۔

گڈ نائٹ شفا بگٹی،، اسے سوتے دیکھ وہ آج پر سکون نیند لینے کے لیے بے قرار ہوا تھا۔

oooooooooooo

خدا حافظ عارفین سر،، آج بھی عارفین اسے گونڈل کی بائیک پر چھوڑنے آیا تھا۔

شفا آج چھٹی ٹائم تمہیں بابا پک کریں گے ایک اور بات رات میں تیار رہنا ہمیں ڈی ایس پی صاحب کے ہاں ڈنر پر جانا ہے،،
آپ کو پہلے بتانا چاہیے تھا ناں،، ڈنر کے نام پر شفا نے منہ بسورتے ہوئے اسے دیکھا وہیں گیٹ پر کھڑی صدف کو دیکھ عارفین عین سامنے آکر کھڑی ہوئی تھی۔

پہلے ہی بتا رہا ہوں آٹھ بجے کی ڈنر ٹائمنگ ہے،، ہاں پر بندے کو اچھے سے تیار بھی ہونا ہوتا ہے ناں،، شفا نے منہ لٹکائے کہا۔

ٹائم ہی ٹائم ہے میں سات بجے تک گھر آؤں گا ساڑھے سات بجے گھر سے نکلیں گے،، عارفین نے اس کے پر سوچ چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

اب کیا سوچ رہی ہوں،، مجھے کپڑوں کی ٹینشن ہو رہی ہے کیا پہن کر جاؤں گی آج تو سارا دن یہ ہی سوچتے ہوئے گزرے گا میرا،، لب کاٹتی ہوئی وہ اپنی وارڈروب میں موجود کپڑوں کو سوچنے میں گم ہوئی تھی۔

کوئی بھی ڈریس پہن لینا تم پر تو ویسے ہی کلر سوٹ کرتا ہے جو بھی پہنوں گی پیاری ہی لگو گی،، مطلب،، روانگی سے کہتا ہوا وہ شفا کے سوال پر ڈگمگایا تھا۔

مطلب کوئی بھی ڈریس پہن لینا مجھے لیٹ ہو رہی ہے خدا حافظ،، اپنی خجلت مٹاتا ہوا وہ شمن کو اشارے سے بلا گیا تھا۔

تم یہاں کیوں کھڑی ہو،، صدف کو دیکھ شفا نے چڑ کر پوچھا تھا۔

تم نے تو بتایا نہیں وہ کون ہیں اس لیے خود ہی پتا کرنے کا سوچ رہی تھی،، عارفین کو جاتے دیکھ وہ منہ کے ڈیزائن بناتی ہوئی بولی جس پر شفا نے مھذ غصے سے دیکھا وہ گیٹ عبور کرتی وہاں سے غائب ہوئی۔

دماغ خراب ہو گیا ہے تیرا شکر ہے خدا کا اس کے پاس آدھا دماغ ہے جو مطلب پوچھ کر سائیڈ ہو جاتی ہے،، پریشانی سے اپنی پیشانی مسلتا ہوا وہ خود سے بڑ بڑایا تھا۔

ooooooooooooo

ہنستا رہتا ہوں تجھ سے مل کر کیوں آج کل
بدلے بدلے ہیں میرے تیور کیوں آج کل

اپنی رعب دار وجاہت لیے عارفین لبوں پر محسور کن مسکراہٹ لیے گنگناتا ہوا پولیس اسٹیشن میں داخل ہوا تھا۔

آنکھیں میری ہر جگہ ڈھونڈے تجھے بے وجہ
یہ میں ہوں یا کوئی اور ہے میری طرح

شمن کے ساتھ لیے وہ مسکرا کر اسے گھما گیا تھا وہیں حق دق رہتے باقی سبھی کانسٹیبل نے اسے پہلی بار ایسے دیکھا تھا۔

کیسے ہوا کیسے ہوا تو اتنا ضروری کیسے ہوا

کیسے ہوا کیسے ہوا تو اتنا ضروری کیسے ہوا

اپنے چکراتے ہوئے سر کو تھامتے شمن نے ریڈیو پر چلتے گانے کو کوسا تھا وہیں عارفین نے قیدیوں کی فائل اٹھا کر ہوا میں اڑائیں تھیں جو ایک ایک کر کے مسرور ہوتی زمین بوس ہوئیں تھیں۔

میں بارش کی بولی سمجھتا نہیں تھا
ہواؤں سے میں یوں الجھتا نہیں تھا

اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا وہ شفا کو اپنے قریب محسوس کرتا ہوا چہک اٹھا تھا۔

ہے سینے میں دل بھی کہاں تھی مجھے یہ خبر

کہیں پے ہوں راتیں کہیں پے سویرے

آوارگی ہی رہی ساتھ میرے

ٹھہر جا ٹھہر جا یہ کہتی تیری نظر

کیا حال ہو گیا ہے یہ میرا

چائے لاتے باسط کو دیکھ وہ اس کے ساتھ محو رقص ہوا تھا۔

دور کھڑی شفا نے اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔

آنکھیں میری ہر جگہ ڈھونڈے تجھے بے وجہ

یہ میں ہوں یا کوئی اور ہے میری طرح

لیڈی کانسٹیبل کے ہاتھ سے باقی کی فائلز لیتا ہوا وہ انہیں بھی ہوا کے سپرد کر گیا تھا۔

کیسے ہوا کیسے ہوا تو اتنا ضروری کیسے ہوا
کیسے ہوا کیسے ہوا تو اتنا ضروری کیسے ہوا

ایف ایم پر بیٹھے آر جے کی آواز پر وہ حواس کی دنیا میں لوٹا تھا جہاں سب اس کی موجودگی میں خاموشی سے اپنے کام سر انجام دے رہے تھے مسکرا کر گردن جھٹکتا ہوا وہ اپنے سامنے جھکی فائل کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

ooooooooooooooo

اوپر عارفین کے کمرے کی صفائی کرنی ہے بی بی،، گھر کی صفائی کرواتی ہوئی امرحہ نے کڑے ضبط سے عارفین کے کمرے کی صفائی کا کہا تھا یہ وہی بہتر جانتی تھی ورنہ اس رات کی بے عزتی وہ اب تک کہاں بھولی تھی۔

خیر سیڑھیوں پر پونچھا لگواتی ہوئی وہ عارفین کے کمرے کی سمت بڑھی روازنہ پورے گھر کی صفائی ستھرائی ردا بیگم اپنی زیر نگرانی کرواتی تھیں اج انوشے کی واپسی پر اسے شاپنگ کروانے کی غرض سے وہ مارکیٹ گئیں ہوئیں تھی سو یہ زمینداری آج امرحہ کے سر آئی تھی جسے وہ بے دلی سے سرانجام دیتی ہوئی عارفین کے کمرے کے باہر کھڑی ہوئی تھی۔

اس منحوس کے کمرے کی صفائی مجھے کروانی پڑے گی۔ عارفین کو کوستی ہوئی ڈور ناب پر ہاتھ رکھتی ہوئی اسے کھولنے سے قاصر رہی تھی۔

لاک ہے باجی،، دکھ رہا ہے مجھے بھی،، نوکرانی کے بتانے پر چڑ کر کہتی ہوئی وہ دروازے کو گھور کر رہ گئی تھی۔

ایک یہ ہی کمرہ تھوڑی ہے چلو باقی کے کمروں کی صفائی کرو جا کر۔ سختی سے اس پر حکم صادر کرتی ہوئی امرحہ نے ایک بار پھر ڈور ناب پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولنے کی کوشش کی تھی جس میں ناکام ہوتی ہوئی وہ غصے سے دروازے پر ٹھوکر مار کر نوکرانی کے پیچھے گئی تھی۔

oooooooooooo

تمہاری آنکھیں ساحرانہ ہیں، تمہارے ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں سے بھی زیادہ نرم تم کوئی حور معلوم ہوتی ہو۔ کہونی ٹیبل پر رکھے وہ اپنے بائیں ہاتھ

پر چہرہ رکھے ہوئے کھوئے کھوئے لہجے میں بولتا ہوا مقابل کو حیران کر رہا تھا
۔

معلوم نہیں تھا مجھے کہ کوئی اس طرح میرے دل کی دنیا کے نظام کو دھرم
بھرم بھی کر سکتا ہے وہ کہتا ہوا مسکرایا جبکہ اب سامنے بیٹھی دوشیزہ نے
گردن جھکائے شرم سے نظریں چرائے اسے دیکھا جو لفظوں میں اس کے
حسن کے موتی پروتا ہوا آج ایک الگ ہی دھن اپنائے ہوئے تھا۔

تم کچھ کہو گی نہیں میرے خیال میرے جذبات سب بدل گئے ہیں
تمہارے لیے کمزور پڑ گیا ہوں میں تمہارے آگے اس کے مسکراتے
چہرے پر پڑتے گہرے ڈمپلز میں وہ خود کو گم ہوتے دیکھ مسکراتا ہوا سوالیہ
انداز میں آبرو اچکانے لگا کہ اچانک سے اپنے شانے پر مضبوط مردانہ ہاتھ کو

جھٹکتا ہوا وہ ہنسا تھا جبکہ وہ شرمیلگی مسکراہٹ اس کی سمت اچھال کر نفی میں گردن ہلاتی ہوئی اسے محو کر رہی تھی۔

عارفین۔ دانت دبائے پکارتا ہوا دانیال لگ بھگ چلایا تھا۔

دانی دیکھ۔ اپنے نام کی پکار پر وہ ہوش کی دنیا میں آتا ہوا اپنے مقابل بیٹھی ہوئی دوشیزہ کی جانب اشارہ کرتا مسکرایا۔

شفف۔۔ اپنے سامنے بیٹھی لیڈی کانسٹیبل کو دیکھ وہ اپنے خوابوں کی دنیا سے نکل یک دم حقیقت کی دنیا میں اوندھے منہ آن گرا تھا کہ اپنے سامنے بیٹھی چھوٹی دھنسی ہوئی آنکھوں اور دھنسے ہوئے نقوش و پکے رنگ کی حامل اس ادھیڑ عمر کی لیڈی کانسٹیبل کو شرماتے ہوئے دیکھ وہ اپنی بیوقوفی کا سوچ کر ہی خطے سے اکھڑتا ہوا اپنی چیئر سے کھڑا ہوا۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو اپنا کام کر و جا کر لیڈی کانسٹیبل کے تو جیسے ہوش اڑے تھے وہ کچھ دیر پہلے اپنے ایس پی صاحب کی تعریفوں پر پھولے نا سمائی تھی اور اب اپنی عزت افزائی پر آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ وہاں سے گئی۔

اور تم یہ کیا کر رہے ہو،، دانیال نے حیرت سے اسے دیکھا۔

لیڈی کانسٹیبل کے ساتھ فلرٹ کر رہے تھے تم ایس ایس پی عارفین جیلانی ،، غصے سے پیشانی مسلتے عارفین نے گہری سانس ہوا کے سپرد کی تھی۔

جانتے بھی ہو تم پر کیس فائلز کیا جا سکتا ہے اور دوسرا شادی کے بعد ایکسٹرا میرٹل افیئر کا کیس ہوتا سو الگ نجانے دانیال اسے ڈرا رہا تھا یا اس کی حالت سے مزے لے رہا تھا فلحال عارفین کچھ بھی سمجھنے سے قاصر رہا تھا۔

ایسا کچھ ہے ہی نہیں،،دانیال کے سوالوں سے بچنے کی غرض سے وہ وہاں سے گیا تھا۔

اس کا توپرو گرام وڑ گیا،،وہ مزے لیتا ہوا وہ قہقہ لگا گیا تھا۔

ہو گیا ہے تجھ کو تو پیار سجنا

لاکھ کر لے تو انکار سجنا

ہے یہ پیار سجنا میرے سجنا

عارفین کو خود سے بھاگتے دیکھ وہ مزے سے قہقہ لگا گیا تھا۔

OOOOOOOOOOO

ریڈ مہرون کلر کی شیفون کی ساڑھی جس پر مہرون کلر کے ہی جگمگاتے بیٹس اور ننھے ننھے جگمگ کرتے شیشوں کی خوبصورت امتزاج پر مشتمل ساڑھی میں ملبوس اپنے سیاہ آبشار بالوں کو اسٹریٹ کیے سیدھی مانگ نکالے ہوئے پیچھے کمر پر بکھرائے ہوئے تھی۔

سرخ لپ اسٹک سے اپنے کٹاؤ دار لب سجائے وہ ہلکے سے میک اپ کے ساتھ کانوں میں بڑے بڑے آویزے ڈالے ہوئے وہ اپنی صحرائی دار گردن میں چھوٹا سا پینڈنٹ پہنتی ہوئی مسکرائی تھی۔

ایک مہینے کے اس عرصے میں آج دل سے تیار ہوئی تھی وجہ تھی ڈی ایس پی صاحب کی بیوی کی خوبصورتی کے چرچے سنے تھے کم از کم وہ ان کے سامنے زیر نہیں ہونا چاہتی تھی اوپر سے انہیں دیکھنے کا تجسس اسے اور زیادہ نروس کر رہا تھا۔

اب بھی وہ اپنی تیاری پر جائزانہ نظر ڈالتی ہوئی عارفین کے انتظار میں کمرے کے توسط میں چکر کاٹتی ہوئی اپنی سونی کلائیوں کو دیکھ کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتی ہوئی میچنگ چوڑیاں ڈھونڈتی ہوئی بلآخر گولڈن کلر کی میٹل کی چوڑیاں پہن کر ان کی کھنک سنتی ہوئی دل سے مسکرائی تھی۔

اب عارفین سر آ بھی جائیں میرا میک اپ جب اتر جائے گا کیا تب آئیں گے ،،اپنے بالوں کو پیچھے کرتی ہوئی وال کلاک میں آٹھ بجتے دیکھ خود سے بڑ بڑائی تھی۔

عارفین سر آپ کہاں رہ گئے ہیں،، عارفین کی کال پک کرتے ہی وہ بے صبری سے پوچھ گئی تھی۔

میں نیچے ہوں تم آجاؤ،، آپ آ گئے،، اس نے حیرت سے پوچھا اور ونڈو کی سمت بڑھی۔

پر کیا آپ تیار نہیں ہونگے،، پردے ہٹاتی ہوئی رکی تھی۔

میں تیار ہوں تم آجاؤ،، جھوٹ مت بولیں آپ اوپر آئیں اور پہلے تیار ہوں پھر چلیں گے ورنہ پھر رہنے دیں،، شفا کے اپنائیت بھرے انداز پر عارفین کے لبوں پر بکھری مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

یقین نہیں آرہا تو اوپر سے دیکھ لو سامنے کھڑا ہوں،، مسکرا کر کہتا ہوا وہ ونڈو کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

دیکھ لیتی ہوں،، بلیک کلر کے سوٹ میں ملبوس اپنی پر وقار وجاہت لیے نیچے موجود تھا اور نظریں اوپر کیے اسے دیکھتا ہوا وہ مسکرا رہا تھا جسے دیکھ شفا کے دل کی ایک بیٹ مس ہوئی تھی۔

جہاں چند سیکنڈ بعد شفا کی ہلکی سی جھلک دکھائی دی تھی اور وہ واپس سے پردے کھینچ دیئے تھے ساتھ ہی عارفین کے اندر بے چینی طاری ہوئی تھی

۔

محبت نے جھوم کر انگڑائی لی تھی ہواؤں نے رقص کرنا شروع کیا تھا ساون میں بہار سا سکون اترا تھا۔

اب آجاؤ لیٹ ہو رہی ہے،، اگر بھابھی نے روکا تو،، ان کی اتنی مجال تھوڑی ہے۔ کلچ اٹھاتی ہوئی وہ کمرے سے نکلی تھی جبکہ لبوں پر مسکراہٹ کا گہرا راج تھا جو عارفین کو دیکھ مزید بڑھا تھا۔

میری نگاہ شوق بھی کچھ کم نہیں مگر

پھر بھی تیرا شباب تیرا ہی شباب ہے

ساڑھی کا پلو سنبھالے وہ آہستگی سے چلتی ہوئی عارفین کو منجمند کر گئی تھی

۔

قدم قدم اسے اپنی سمت بڑھتے دیکھ اسے اپنے دل کی دھڑکنوں کا شور اپنی سماعتوں سے ٹکراتا سنائی دیا تھا آنکھیں اسے دیکھ پلٹنے سے انکاری ہوئیں تھیں۔

وہ اس کی تھی مگر نجانے کیوں وہ اسے اپنا بنانے کے باوجود بھی اپنا نہیں بنا پایا تھا اپنی ہی ایک بیوقوفی سے۔

چلیں،،عارفین کے سامنے آکر کھڑی ہوتی ہوئی وہ مسکرا کر بولی تھی۔

ہمم،،اس کے خوبصورت سراپے سے نظریں چرانا اسے مشکل ترین امر لگا تھا جس پر گردن جھکاتا ہوا لب بھینچے مسکرایا تھا جبکہ آنکھیں بھٹک کر واپس سے اس کے سراپائے سخن پر ٹھہر کر اسے شرمندہ کروانے پر تلی ہوئیں تھیں۔

آپ تو پولیس اسٹیشن گئے تھے تو پھر یونیفارم کہاں کی آپ نے،،اسے بلیک شلوار قمیض میں ملبوس دیکھ وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتی بولی تھی۔

شک کر رہی ہو مجھ پر،، مسکرا کر گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتا ہوا وہ شفا کے دیکھنے پر ٹونٹ کر گیا تھا۔

شک نہیں کر رہی بس پوچھ رہی ہوں،، لیٹ ہو گئی تھی راستے میں مال تھا تو ساتھ چینج بھی کر لیا پیچھے رکھی ہے یونیفارم دیکھ لو۔ محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا تھا شفا کے فوراً مڑ کر دیکھنے پر وہ اس کی ادا پر نثار ہوا تھا۔

میں کسی کا نہیں ہوں اور نا ہی کسی کا ہو سکتا ہوں اتنا تو ٹرسٹ کر سکتی ہو مجھ پر،، مخمور لہجے میں کہتا ہوا وہ شفا کے بغور دیکھنے پر مسکرا کر سر جھکا گیا تھا۔

میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا،، میں نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ عارفین نے شانے اچکائے جس پر شفا اپنی خجلت مٹانے کی خاطر ونڈو سے باہر دیکھنے لگی

۔

سیٹ بیلٹ ،،عارفین کی ہلکی سی آواز پر وہ مثبت میں گردن ہلاتی ہوئی سیٹ بیلٹ لگا گئی تھی۔

ooooooooooooo

عارفین جیلانی ،،شفا اور عارفین کو ساتھ دیکھ ڈی ایس پی سعید انور نے وارم ویلکم کیا تھا جن کے پیچھے کھڑی ہوئی ان کی وائف امینہ جو چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ سجائے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

کیسی ہیں میم آپ ،،اپنے مخصوص انداز میں کہتا ہوا وہ شفا کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے داخل ہوا تھا۔

جتنی امینہ کی تعریفیں سن کر وہ لوگ آئے تھے وہ اتنی ہی خوش اخلاق تھی

ہاں بس وہ اسے شفا سے زیادہ خوبصورت نہیں لگی تھی۔

ایک بھرپور نظر شفا کے سراپے پر ڈالتا ہوا وہ دلفریبی سے مسکرا اٹھا تھا۔

آئی مسٹ سے ساری زندگی کا ساتھ نبھانے کا فیصلہ بھی تم نے ایک حسین

لڑکی کے ساتھ کیا ہے تم اپنی بات اور زبان کے پکے نکلے عارفین جیلانی۔

شفا کے مسکراتے چہرے کو دیکھ ڈی ایس پی صاحب نے تعریفی جملوں پر وہ

شفا کی ہمراہی میں مغرور ہوا تھا۔

آؤ شفا تم میرے ساتھ چلو،، امینہ کے کہنے پر اس نے عارفین کو دیکھا تھا

جس نے آنکھوں سے اسے جانے کی اجازت دی تھی۔

ایک پل کے لیے بھی عارفین تو تمہیں خود کی نظروں سے دور نہیں ہونے دیتا،،امینہ نے مسکرا کر کہا جس پر شفا نے لب دبائے تھے۔

ایسا کچھ تھا جو وہ کہہ رہی تھیں۔خود کی سوچوں کو جھٹک کر وہ اس کے ساتھ چل دی۔

ویسے عارفین کیسا بی ہیو کرتا ہے تمہارے ساتھ،،بہت اچھے ہیں وہ،،
مسکرا کر جواب دیتی ہوئی وہ امینہ کے ساتھ ٹیبل سیٹ کروانے لگی تھی۔

تم کہہ رہی ہو تو مان رہی ورنہ مجھے تو لگتا ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھتا ہے۔
شفا نے ٹھہر کر انہیں دیکھا۔

مطلب،، تم بہت معصوم ہو شفا، عارفین کا تمہیں یک ٹک محبت سے نہارنا اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے کبھی اس نے بتایا ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ان کے منہ سے لفظ محبت سن کر شفا مسکرائی تھی۔

آپ لوگوں کی شادی کنٹریکٹ پر مبنی تھی تو پھر آپ دونوں میں سے محبت پہلے کس کو ہوئی تھی۔شفا کے سوال کے بدلے سوال پر امینہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

محبت ہمم۔وہ گہری سوچ میں اتری تھی۔

سچ بتاؤں تو مجھے سعید پہلی نظر میں اچھے لگے تھے پھر ان کے ساتھ رہنا انہیں سمجھنا مجھے ان سے محبت کرنے پر مجبور کر گئے اور دیکھو ہم دونوں

کے پیار کی نشانیاں ہمارے بچے ہیں اسد اور شجاع تم انہیں دیکھو گی نا تو تم حیران رہ جاؤ گی ہو بہو سعید پر ہیں۔امینہ کے ہر لفظ سے محبت ادا ہوتے دیکھ شفا نے انہیں بغور دیکھا تھا۔

ہر کسی کے ساتھ ایسے معجزے نہیں ہوتے،،شفا کے افسردگی سے کہنے پر امینہ کی پیشانی پر بل ابھرے تھے۔

کیا عارفین تمہیں ڈس ریسپیکٹ کرتا ہے،،شفا نے نفی میں گردن ہلائی۔

تمہاری بات نہیں مانتا،،ایسی بات نہیں ہے،،شفا نے آہستگی سے کہا۔

پھر وہ تمہیں اگنور کرتا ہو گا۔اب کی بار شفا نے ہنس کر انہیں دیکھا۔

عارفین سر میری بہت ریسپیکٹ کرتے ہیں میرا بہت خیال رکھتے ہیں میرے لیے لڑتے ہیں سب سے،، امرحہ کے ساتھ ہوئی لڑائی کو سوچتی ہوئی وہ مسکرا کر بولی تھی۔

جو ریسپیکٹ کرتے ہیں ناں وہ دراصل ہم سے محبت کرتے ہیں ہاں یہ جو مرد ہوتے ہیں یہ ظاہر نہیں کرتے یہ ہمیں خود اخذ کرنا پڑتا ہے،
سعید صاحب نے تھوڑی مجھ سے اظہار محبت کیا تھا یہ تو میں نے خود اخذ کیا تھا۔امینہ نے مسکرا کر اسے سمجھانے کے انداز سے کہا جبکہ شفا عارفین کے ہر عمل کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ اسے عارفین کی عادت ہو رہی تھی یہ بات وہ اچھے سے جانتی تھی مگر خود کی سوچوں کو جھٹک کر آگے بڑھتی آئی تھی۔

خوش گوار ماحول میں کھانا کھانے کے بعد عارفین اور ڈی ایس پی صاحب خوش گپی میں مصروف تھے وہیں شفا امینہ کی باتوں پر مسکرا کر گردن ہلا رہی تھی۔

پاس آؤ میں تمہیں دیکھ لوں قریب سے
آنکھوں کو یہ راحتیں ملتی ہیں نصیب سے

بار بار شفا کے چہرے کا اطراف کرتی آنکھوں سے عارفین خود سے خائف ہوا تھا وہیں شفا اپنے چہرے پر نظروں کی تپش محسوس کرتی ہوئی عارفین کو دیکھتی تو وہ ہر بار مہذ باتوں میں مگن نظر آیا تھا جس پر وہ اپنا وہم کہہ کر جھٹکتی ہوئی امینہ کے ساتھ باتوں میں لگی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○

کیسا لگا امینہ میم سے مل کر،،ڈرائیور کرتے عارفین نے اسے گم سم بیٹھے دیکھ پوچھا جواب تک امینہ کی باتوں میں الجھی ہوئی تھی۔

اچھی ہیں،،کچھ کہا انہوں نے تم سے،،شفا کے گم سم بیٹھے رہنے پر عارفین نے فکر سے پوچھا تھا۔

ہاں،،وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔

کیا،،یہ ہی کہ آپ،،وہ کہتی ہوئی رکی۔

آپ،،آپ شادی نہیں کرنا چاہتے تھے بس یہ ہی،،بات سنبھالتی ہوئی وہ شانے اچکا گئی تھی۔

وہ تو سب ہی جانتے ہیں۔ عارفین نے گردن جھٹکی۔

آپ کو کسی سے محبت ہوئی ہے،، شفا کے اچانک سوال پر عارفین نے چونک کر اسے دیکھا۔

کیوں پوچھ رہی ہو،، ایسے ہی،، شفا کے دیکھنے پر عارفین نے پر سوچ انداز میں اسے دیکھا۔

کسی کو ہوئی ہی نہیں،، بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے عارفین نے شفا کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

کیوں آپ اتنے اچھے تو ہیں،، تمہیں لگتا ہوں ناں سب کو تھوڑی۔ بیچارگی سے کہتے عارفین نے منہ لٹکائے ہوئے کہا۔

نہیں سب کو اچھے لگتے ہیں آپ،، شفا نے اس کی بات سے انکار کیا۔

تمہیں ہو سکتی ہے مجھ سے محبت،، عارفین کے اچانک سوال پر شفا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

ہو سکتی تھی اگر آپ مجھ سے کانٹریکٹ میرج نا کرتے تو شفا کے بے اختیار کہنے پر عارفین نے بروقت بریک لگائی تھی۔

مطلب،، لب دبائے مسکراتا ہوا گاڑی مارکیٹ کی سمت موڑ گیا تھا۔

مطلب صاف ہے عارفین سر ہمارے درمیان کچھ بھی ہو سکتا تھا بس کانٹریکٹ میرج ہی کیوں کی ہم نے۔ شفا کے افسردہ لہجے پر عارفین کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئی تھیں۔

ختم کر دو،، وہ ہنسی تھی اس کے جواب پر۔

میں اپنی زبان سے پھرنے والوں میں سے نہیں ہوں،، اس نے مسکرا کر انکار کیا۔

اچھاا میرے بارے میں کتنا جانتی ہو تم شفا بگٹی،، گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کرتا ہوا وہ مسکرانے لگا۔

پتا نہیں۔ اس نے سرسری سا جواب دیا۔

تمہیں پتا ہونا چاہیے کیونکہ میں جیسا نظر آتا ہوں ویسا ہوں نہیں،، شفا نے پیشانی پر بل لیے اسے دیکھا۔

ایسے مت دیکھو محبت ہو جائے گی تمہیں مجھ سے،، عارفین کے لہجے میں شرارت شامل ہوئی تھی۔

دیکھنے سے محبت ہو جاتی ہے،، ہمم ہو جاتی ہے میں تو ہوں ہی اتنا ہینڈسم،، شفا نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا۔

یہ ہم کہاں جا رہے ہیں،، الگ راستہ محسوس کرتی ہوئی وہ عارفین کے ہاتھ پر دباؤ دے گئی تھی۔

کچھ دلوانا ہے تمہیں،، شہد رنگ آنکھوں میں کشش سمیٹے وہ اسے والہانہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

کیا،، چوڑیاں،، اس کی شہد رنگ آنکھوں میں چاہتوں کے ڈھیر سارے رنگ دیکھ وہ پزل ہوئی تھی۔

آپ دلوائیں گے تو آپ کو محبت ہو جائے گی مجھ سے،، شفا کے کھنکتے لہجے پر اس کے لبوں پر دلفریب مسکراہٹ رینگی تھی۔

محبت ہوتی نہیں ہے یہ خود بخود ہو جاتی ہے شفا،، گاڑی ایک سائیڈ پارک کرتا ہوا وہ اتر کر وہاں سے گیا تھا شفا کی نظروں نے کافی دیر تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ ہاتھ میں چھوٹا سا شاپنگ بیگ اٹھائے سیل فون پر گفتگو کرتا ہوا اس کی سمت آ رہا تھا۔

مجھے نہیں معلوم محبت کیسے ہوتی ہے اگر کسی کو دیکھنے سے آنکھوں کو سکون اور دل کو راحت ملے تو کیا اسے محبت کا نام دے سکتے ہیں۔عارفین کو کسی بات پر مسکراتے دیکھ وہ اپنے بے اختیار دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔

سو مسسز،،اووو سوری شفا بگٹی ہاتھ بڑھائیں آگے،،عارفین کے شریر لہجے پر وہ یک ٹک دیکھتی ہوئی اپنے گولڈن کلر کی چوڑیوں سے بھرے ہاتھ اس کے آگے بڑھا گئی تھی۔

جہاں تک مجھے یاد ہے تمہیں تو ڈریس کے ساتھ میچنگ چوڑیاں پہننا پسند ہے تو یہ گولڈن کلر کی چوڑیاں کیوں پہنی ہیں تم نے،، قدرے آرام سے چوڑیاں اتارتا ہوا وہ ساتھ ہی ساتھ ہلکی سی آواز میں پوچھ رہا تھا۔

میرے پاس اس کلر کی چوڑیاں نہیں تھیں اس لیے،، عارفین کا ہر انداز اسے زیر کر رہا تھا اس کا اس طرح سے پیش آنا اسے نجانے کونسے ڈگر کا مسافر بنا رہا تھا جس کے راستوں تک سے وہ انجان تھی۔

ریڈ کلر کی خوبصورت چوڑیوں کو دیکھ شفا کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

گردشِ وقت کو، خاطر میں نہ لانے والی

شہر میں دو نئی آنکھوں کا، بڑا چرچا ہے

اب ٹھیک ہے،،اس کے ہاتھ میں چوڑیاں پہناتا ہوا وہ شفا کی گہری آنکھوں میں دیکھ کر کچھ پل کے لیے ساکن ہوا تھا شفا کے مسکراتے چہرے کو دیوانہ وار دیکھتا ہوا وہ بے ساختہ اس کی نرم گداز ہاتھوں کو محبت سے چوم گیا تھا۔

عارفین کی اچانک افتاد پر وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی چہرہ شرم سے سرخ پڑا تھا۔

آپ نے رول بریک کر دیا عارفین سر،،ہوش میں آتے ہی وہ اپنے ہاتھ پیچھے کھینچ گئی تھی۔

ایم سوری شفا،،سزا ملے گی آپ کو،،ملامت سے اپنی پیشانی مسلتا ہوا وہ اپنی نظریں جھکائے ہوئے تھا۔

جو سزا دو گی منظور ہے،، اسٹیئرنگ پر سر رکھے ہوئے وہ حد درجہ شرمندہ تھا۔

مجھے اور چوڑیاں چاہیے ایسی،، کیاااا،، حیرت سے پوچھتا ہوا بے یقینی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

اب یہ میرے ہاتھ میں اتنی پیاری لگ رہی تھی تو آپ کیا میں بھی ایسا ہی کرتی۔ لب دباتی ہوئی وہ اپنے اندر چلتے جذباتوں کے طوفان پر قابو پانے کی سعی کرتی بولی تھی۔

میں لا دیتا ہوں،، مسکرا کر کہتا ہوا وہ گاڑی سے اترا تھا۔

محبت بے اختیار ہوتی ہے عارفین میں جانتی ہوں یہ پہلی بار نہیں تھا۔
عارفین کے لمس کو محسوس کرتی ہوئی بے اختیار ہوتی ہوئی اس کے لمس کو لبوں سے محسوس کرتی ہوئی مسکرائی تھی۔

ooooooooooooooo

بارش ہو رہی ہے،، شفا کی آنکھیں یک دم چمک اٹھی تھیں۔

ہاں دکھ رہا ہے مجھے بارش ہو رہی ہے باہر،، ڈرائیو کرتے عارفین نے اس کے چہک کر بولنے پر اسے مسکرا کر دیکھا تھا جبکہ بارش شروع ہوتے ہی اس کا موڈ خراب ہوا تھا۔

آئس کریم کھائیں،، اس کی فرمائش پر عارفین نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کے لیے لب دبائے تھے۔

پلیز پلیز پلیززززز عارفین سر،، عارفین کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی وہ آنکھوں میں معصومیت سموئے پلکیں جھپکتی ہوئی بولی تھی۔

بارش میں آئس کریم کھاؤ گی تو بیمار ہو جاؤ گی شفا،، ایک دن بارش میں آئس کریم کھانے سے کون بیمار ہوتا ہے اور ویسے بھی بارش کونسا روز روز ہوتی ہے،، فکرمندانہ لہجے میں کہتا ہوا وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بے بس ہوا تھا۔

آج تو بس زیادہ ساری بارش ہو جائے،، بھول رہی ہو میڈم یہ کراچی ہے یہاں زیادہ بارش ہو گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے،، تیز بارش کو دیکھ عارفین کو نئے سرے سے فکر لاحق ہوئی تھی۔

انتظامیہ دیکھ لیں گے ابھی تو بس آئس کریم لا کر دیں مجھے،، بضد ہوتی ہوئی وہ منمنائی تھی۔

تمہارا شوہر بھی خوار ہو گا،، کچھ کہا آپ نے،، عارفین کی آواز اس قدر ہلکی تھی کہ جھک کر سننے کی کوشش پر بھی وہ سننے سے قاصر رہی تھی۔

تمہیں نہیں کہا کچھ میں نے،، پانی بھر جاتا ہے ناں جلدی یہاں کے بہت سے علاقوں میں،، وہ خاموشی سے گردن ہلاتی ہوئی وہ فرنٹ گلاس پر گرتے پانی کو دیکھتی ہوئی مسکرائی تھی۔

آپ کو بارش پسند ہے۔شفا کے سوال پر اس نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

پتا تھا مجھے،،کیسے،، بھنویں سکیڑے عارفین نے حیرت سے استفسار کیا۔

جب سے بارش ہو رہی ہے تب سے آپ کے منہ کے زاویے بگاڑے ہوئے ہیں بندہ انجوائے کرتا ہے اس موسم کو، محبت کا موسم ہے یہ تو اس کو محسوس کرتے ہی ہر جگہ بس محبت کی خوشبو پھیل جاتی ہے،،چرند پرند چہک اٹھتے ہیں،، پھول کھلکھلا اٹھے تھے،،ہر جگہ مسرت کا راج ہوتا ہے۔ شفا کے انداز بیان سنتا ہوا وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتا ہوا گہرا مسکرایا تھا۔

تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تم نے محبت میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے،، پی ایچ ڈی کا پتا نہیں پر محبت کو بہت قریب سے محسوس کیا ہے میں نے،، سیٹ کی پشت پر ٹیک لگاتی ہوئی وہ مسکرا کر عارفین کو دیکھ رہی تھی جس کے چہرے کے تاثرات پل میں سپاٹ ہوئے تھے کیا شفا کسی اور سے محبت کرتی ہے یہ سوچ ہی اس کو اندر تک ہلا کر رکھ گئی تھی۔

کس سے محبت ہوئی تھی تمہیں،، بابا سے بڑے ابو سے اور کس سے،،
حواس میں لوٹتی ہوئی وہ گردن موڑ گئی تھی۔

یہ سچ ہے آپ کو دیکھا تھا تو محبت کا احساس ہوا تھا مجھے،، دل میں سوچتی ہوئی وہ پھیکا سا مسکراتی ہوئی آنکھیں موند گئی تھی۔

سچ کہہ رہی ہو،، ہاں ہر لڑکی کو اپنی فیملی سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے ،، اس نے ٹالنا چاہا تھا مگر سامنے عارفین جیلانی تھا جو بنا جانے چین سے بیٹھنے والا نہیں تھا۔

کونسا فلیور،، خود کو نارمل رکھتے عارفین نے پوچھا تھا۔

چاکلیٹ، اسٹرابیری، ونیلا اور،، میں نے فلیور پوچھا ہے فلیورز نہیں پوچھے تھے شفا،، منہ لٹکائے وہ عارفین کے بیچ میں بولنے پر افسردہ ہوئی تھی۔

یہ ساری آئس کریم آپ نہیں دلوانا چاہتے تو کوئی بات نہیں میں گھر جا کر آپ کو پیسے دے دوں گی مگر مجھے یہ ساری کھانی ہیں ابھی،، آنکھوں میں نمی لیے وہ عارفین کو دیکھ رہی تھی جو لب تر کرتا ہوا اسے یوں پل میں رونے کے لیے تیار دیکھ حیران ہوا تھا۔

جتنی مرضی چاہے لے لو میں نے انکار کب کیا ہے شفا میں بس،، ٹھیک ہے سب فلیور لے آئیں،، عارفین کی بات بیچ میں کاٹتی ہوئی وہ اس لڑکے کو کہہ گئی تھی جس پر وہ لڑکا مسکراتا ہوا وہاں سے گیا تھا۔

ہاں سب آپ کو بھی دے دوں گی،، باہر نظریں جمائے بیٹھی ہوئی وہ سرک کر عارفین کے قریب ہوئی تھی۔

کب تک آئے گا،، اب تک وہ بیچارہ اندر ہی پہنچا ہو گا،، اس کی بے صبرا پن دیکھ عارفین نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

پتا ہے فرمان جب بھی آتا تھا ناں میں اور وہ بارش میں نجانے کتنی آئس کریم کھاتے تھے ہر فلیور ٹیسٹ کرتے تھے روانگی سے کہتی ہوئی وہ عارفین کے دل کا چین چھین گئی تھی۔

کون فرمان،، فریال بھابھی کا بھائی اور کون،، اثبات میں گردن ہلاتا ہوا عارفین بمشکل مسکرایا تھا۔

دوست تھا تمہارا،، اس نے کریدنا چاہا تھا۔

ہاں،، کہاں رہتا ہے،، عام سا انداز اپنائے وہ اپنی تفتیش شروع کر گیا تھا۔

پہلے تو کراچی میں ہی ہوتا تھا مگر تین سال پہلے اسٹڈی کے سلسلے میں یو کے چلا گیا تھا تب سے کوئی بات ہی نہیں ہوئی اس سے شفا کے چہرے کے ہر

زاویے کو پڑھتا ہوا وہ اس کے چہرے پر افسردگی ڈھونڈنے میں ناکام ہوا تھا

۔

کافی اچھی دوستی تھی تمہاری اس کے ساتھ،، ہاں بس بھابھی سے ملنے آتے تھے تو بات چیت ہو جاتی تھی اسٹڈی میں بھی بہت ہیلپ کر دیتے تھے میری،، شفا کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے دیکھ عارفین کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

آئس کریم آگئی ہماری،، تم اس کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں،، خوفزدہ ہوئے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہوا وہ اپنے سکون کی خاطر پوچھ گیا تھا۔

اور کیا اور کس لیے مسکراؤں گی،، عارفین نے گہری سانس ہوا کی سپرد کی تھی تھوڑا تھوڑ سکون اسے اپنے اندر اترتا محسوس ہوا تھا۔

آپ کیا سمجھے تھے،، کچھ نہیں،،اس لڑکے کو قریب رکتے دیکھ وہ مسکرا کر بولا تھا۔

کونسی والی لیں گے آپ،،ٹرے میں رکھی آئس کریم کو دیکھتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

جو تم دو گی وہ کھالونگا،، ٹھیک ہے پھر سب مل کر ٹیسٹ کرتے ہیں،،ایک ایک بائٹ سب میں سے لیتی ہوئی وہ خاموشی سے دیکھتے عارفین کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

یہ والا ٹیسٹ کریں،، تم کھالو،،اس نے مسکرا کر کہا۔

نہیں نہیں کھائیں تو مزہ آئے گا،، اپنی ہی اسپون سے اسے کھلاتی ہوئی وہ اسے اپنے دل کے بے حد قریب لگی تھی۔

اچھی ہے ناں،، وہ مسکراتا ہوا اثبات میں گردن ہلا گیا تھا۔

ایک بار پھر اس لڑکے کو آتے دیکھ آئس کریم سے لطف اندوز ہوتی شفا نے عارفین کو دیکھا تھا۔

تھینکس یار،، مسکرا کر بولتے ہوئے عارفین نے اسے ٹرے واپس کرتے ہوئے کہا تھا جبکہ شفا کے باقی کے آئس کریم کپ اسے پکڑاتا ہوا وہ گاڑی اسٹارٹ کر گیا تھا۔

کھاتی ہوئی چلواب گھر،، بارش کو نارکتے دیکھ وہ خود بھی آئس کریم کھاتا ہوا مسکرایا تھا بچپن کے بعد آج اس نے بارش میں آئس کریم کھائیں تھی ورنہ تو ہمیشہ ہی بیمار ہونے کے ڈر سے وہ خود کو کھانے سے بازرکھتا آیا تھا۔

°°°°°°°°°°°

اسلام وعلیکم، گھر میں داخل ہوتے عارفین نے سٹنگ روم میں انوشے کو اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھے حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔

یہ سوئے نہیں ہیں ابھی تک جن کے بچے،، شاہان کے گال کھینچتے ہوئے عارفین نے شرارت بھرا جملہ انوشے کی سمت اچھالا تھا۔

شرم کرو کچھ بہن کے بچوں کو جن کے بچے کہہ رہے ہو،، جن کے بچے ہی اس ٹائم تک جاگتے ہیں،، جواب دیتا ہوا شایان کے چہرے کے بگڑے تاثرات دیکھ اس کی ناک دباتا ہوا اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میرے بچے جن کے بچے نہیں ہیں تمہارے بچے ہونگے جن کے بچے کیونکہ ان کا باپ جنوں کا سردار جو ہے،، مسکراتی ہوئی شفا کے مسکراہٹ پر بریک لگا تھا وہیں مزے لیتا عارفین ہنستے ہوئے نفی میں گردن ہلانے لگا۔

نہیں نہیں میرے بچے دنیا کے سب سے شریف بچے ہونگے بلکل ہماری طرح ایسے جنگی طیارے نہیں ہونگے،، ریان کی گھورتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ وہ شفا کو وہاں سے جاتے دیکھ مسکرایا تھا۔

رہنے دو رہنے دو بڑے آئے تم شریف،،انوشے کو چڑتے دیکھ وہ شرارت سے بھرپور قہقہ لگا گیا تھا۔

ویسے سوئے کیوں نہیں ہیں یہ ابھی تک،،دونوں کو پزل گیم کھیلتے دیکھ وہ کمر پر ہاتھ ٹکائے انہیں دیکھنے لگا نیند جن کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

سارا دن سوئیں ہیں آج کیسے جلدی سو جائیں گے،،جمائی لیتی ہوئی انوشے نے منہ لٹکائے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

بیٹری چارجر ہے دونوں کی،،ہمم،،انوشے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

چلو جاگو اور آئس کریم کے مزے لو،،تم لائے ہو،،انوشے نے حیرت سے استفسار کیا۔

نہیں میرے فرشتے،، الٹا جواب دیتا ہوا وہ بتیسی کی نمائش کرنا نہیں بھولا تھا

۔

بہت سے لوگ بدل رہے ہیں بارش میں آئس کریم کے مزے لے رہے ہیں،، عارفین کے آئس کریم لانے پر چوٹ کرتی ہوئی وہ شرارت سے کہتی ہوئی اسے بغور دیکھنے لگی تھی جس کے چہرے کی مسکراہٹ اسے بہت کچھ بدلنے کا عندیہ دیتی دیکھائی دی تھی۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے،، مسکراتا ہوا وہ گونڈل کو آئس کریم لاتے دیکھ گویا

ہوا۔

آئس کریم لایا ہوں میں انوشے بھابھی کو پتا نا چلے بس پھر وہی راگ الاپنے لگے گیں وہ،، جہانگیر کے کمرے کی سمت منہ کرتا ہوا جان بوجھ کر اونچی آواز میں بولتا ہوا اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا۔

عارفین کی توقع کے مطابق امرحہ فوراً کمرے سے باہر نکلی تھی۔

کیا بول رہا تھا یہ عارفین،، دونوں ہاتھ پر ٹکائے امرحہ نے آئس کریم دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

کہہ رہا تھا کہ سب کے لیے آئس کریم لایا ہوں سب کو دے دینا،، اپنے کمرے کی جانب جاتے ہوئے عارفین کی پیٹھ دیکھتی ہوئی انوشے نے مسکرا کر کہا تھا۔

مجھے نہیں کھانی،، لے لیں بھابھی اتنی ساری آئس کریم لایا ہے وہ ہم سب کے لیے،، آئس کریم کو دیکھتی امرحہ نے زیادہ ضد نہیں کی تھی۔

معیز اور حرم دونوں جاگ رہے ہیں،، اپنی اور جہانگیر کی آئس لیے وہ ساتھ اپنے دونوں سوئے ہوئے بچوں کی آئس کریم لے جاتی ہوئی جتانا نہیں بھولی تھی

وہیں انوشے زید جیلانی اور ردا بیگم کی آئس کریم ان کے کمرے میں بھیج کر خود اپنے بچوں کے ساتھ کھانے میں مصروف ہوئی تھی۔

تم ایسے کیوں چلی آئیں،، کمرے میں آتے ہی عارفین نے بال باندھتی ہوئی شفا کو دیکھا تھا جو چینج کر چکی تھی۔

آپ لوگ باتیں کر رہے تھے اس لیے،، کنفرٹ سیدھا کرتی ہوئی وہ دراز ہوئی تھی۔

لائیٹ آف کر دوں،، شفا کے سرخ ہوئے چہرے کو دیکھ عارفین نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

ہاں کر دیں،، کنفرٹ میں سر دیئے وہ اب تک عارفین کے ہمارے بچے کہنے والی بات پر عجیب کشمکش کا شکار ہوئی تھی۔

کیا رشتہ اس مقام تک پہنچ سکتا ہے یا صرف عارفین سر نے مذاق میں کہا تھا اگر مذاق کیا بھی ہے تو کیوں کیا وہ تو جانتے اس کاغذی شادی کے حقیقت تو پھر یہ مذاق،، اپنے ذہن میں چلتے سوالوں سے الجھتی ہوئی وہ سونے کی

کوشش کرنے لگی تھی نیند کی دیوی نے کچھ توقف بعد اسے اپنی باہوں میں لے لیا تھا۔

فرمان زمانی اس کے بارے میں پتا کرنا پڑے گا،، شفا کو سوتے دیکھ وہ اس کی اور اپنے درمیان ہوئی تمام باتوں پر مسکرا رہا تھا مگر فرمان کا ذکر یاد آتے ہی جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں جکڑا تھا۔

تمہیں کھونے سے ڈر لگنے لگا ہے شفا،، تم میری ہو یہ سوچ ہی مجھے راحت بخشتی ہے جب مجھے پتا چل گیا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہوتی جا رہی ہے تو میں کیسے تمہیں خود سے دور کرنے کا سوچ سکتا ہوں،، اس کے دائیں رخسار کو عقیدت سے چھوتا ہوا وہ اسے نیند میں مسکراتے دیکھ اسے یوں ہی دیوانہ وار دیکھتا رہا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○

راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا یعنی امرحہ اس دن کے بعد سے خاموش ہو گئی تھی اب وہ شفا کے کالج جانے پر بھی کچھ نہیں کہتی تھی ہاں بس ایک نظر عارفین اور شفا کو کالج جاتے دیکھ ڈالنا نہیں بھولتی تھی۔

وہیں شفا کو کالج ڈراپ کر کے جانا عارفین کی ڈیوٹی میں شامل ہو گیا تھا وہ ہر روز اسے کالج ڈراپ کرنے کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔

شفا تمہیں لیٹ ہو رہا ہے،، یہ لیں آپ کا والٹ بھول گئے تھے آپ،، کالج کے لیے تیار کھڑی ہوئی وہ دراز سے اس کا والٹ نکال کر لاتی ہوئی اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

بیویوں والے سارے کام سرانجام دے رہی ہو تم بس بیوی بننے سے انکاری ہو،، والٹ لیتے ہوئے عارفین نے آہستگی سے کہا تھا جس پر مبہم سا مسکراتی ہوئی اپنی کتابیں بیگ میں رکھنے لگی تھی۔

تم آجاؤ میں انتظار کر رہا ہوں تمہارا،، خود پر کلون کی بارش کرتا ہوا وہ اسے کتابیں سیٹ کرتے دیکھ بولا تھا وہیں اسے کلون لگاتے دیکھ شفا کے دماغ میں صدف اور اس کی بڑھتی حرکتیں گردش کرتی ہوئی اس کے موڈ کا بیڑہ غرق کر گئی تھی۔

اتنا بن ٹھن کر جاتے ہیں تاکہ ساری لڑکیاں انہیں دیکھیں،، دل ہی دل میں جیلس ہوتی ہوئی وہ غصے سے پیر پٹختی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔

ویسے اتنا تیار ہو کر جانے کی کیا ضرورت ہے آپ کو،، عام دنوں کی طرح آج بھی وہ یونیفارم میں ملبوس گونڈل کی بائیک پر بیٹھا ہوا اس کے محو انتظار میں تھا کہ شفا کے آتے ہی تڑخ کر بولنے پر اس نے اپنا جائزہ لیا تھا جس میں اسے کچھ نیا نہیں دکھا تھا ہاں بس آج براؤن کلر کے سن گلاسز لگائے ہوئے تھا۔

اور ہم آج بائیک پر بھی نہیں جا رہے،، عارفین نے شانے اچکائے اور اسے بغور دیکھا جو ایک دو دن سے چڑ چڑی ہوئی پھر رہی تھی۔

بابا سے پوچھ لیا ہے میں نے ہم ان کی گاڑی میں جائیں گے،، اس میں کیا برائی ہے،، شفا نے غصے سے بائیک کو دیکھا اور پھر عارفین کو گھورتی ہوئی وہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔

اسے کیا ہو گیا اتنا مزہ تو آتا ہے بائیک پر،، ہاں مگر مجھے نہیں جانا۔ منہ کے زاویے بگاڑے وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا تھا۔

کچھ دیر کی مسافت بھی آج عارفین کو طویل مسافت معلوم ہوئی تھی وجہ شفا کے خاموشی تھی۔

آپ باہر مت آیئے گا،، شفا کے ایک اور حکم پر اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا اور گاڑی سے اتر کر اس کے پاس آیا تھا۔

مسئلہ کیا ہے شفا پہلے بھی تو میں تمہیں چھوڑ کر جاتا تھا اب ایسا کیا ہو گیا ہے کہ تم اس طرح بی ہیو کر رہی ہو جیسے میں یہاں تیار ہو کر لڑکیوں کو دیکھنے آتا ہوں،، عارفین نے اپنے غصے پر ضبط کرتے ہوئے آہستگی سے کہا تھا۔

آپ دیکھیں یا نا دیکھیں سب تو آپ کو دیکھتی ہیں ناں،،

اچھا ایسی بات ہے کون دیکھ رہا ہے میں بھی تو دیکھوں ذرا،، شفا کو چڑتے دیکھ وہ مزے لیتا ہوا نظریں دوڑانے لگا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے زیادہ شوخے ہونے کی جلدی سے گاڑی میں بیٹھیں آپ،، شفا کے ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی جانب بڑھنے پر اس نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

دیکھنے دو سب کو کیا فرق پڑتا ہے،، دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے وہ دلفریبی سے اسے دیکھنے لگا جس کا چہرہ جیلسی کے مارے سرخ ہو رہا تھا۔

فرق پڑتا ہے،، کیوں،، اس نے بھنویں اچکائے پوچھا۔

پتا نہیں بس آپ جائیں جلدی سے ورنہ وہ آجائے گی آپ سے بات کرنے ،، کون آجائے گی بھئی ،، اسے گاڑی میں بیٹھا کر وہ گیٹ کی سمت بڑھی تھی ۔

شفا،، ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے ہوئے اسٹیرنگ پر کھونی ٹکائے اسے اندر جاتے دیکھ مسکرایا تھا کہ ونڈو کے ناک ہونے پر وہ اس لڑکی کی سمت متوجہ ہوا تھا جو آنکھوں میں پسندگی لیے اسے دیکھنے میں محو تھی۔

یس میم ،، نہایت عاجزی اسے پوچھتا ہوا وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تھا۔

آپ ایس ایس پی عارفین جیلانی ہیں ،، جی آپ کو کوئی مدد چاہیے میری ،، اس کے لڑکی کے پوچھنے پر اس نے خود سے اخذ کیا تھا۔

نہیں،،عارفین نے مسکرا کر گردن ہلائی۔

میں ہر روز آپ کو دیکھتی ہوں گیٹ پر سے،،اب اسے شفا کی جیلس ہونے کی وجہ معلوم ہوئی تھی۔

اچھا کیوں،،وہیں بیٹھے بیٹھے وہ شفا کے آجانے کے خوف سے لب دبائے ہوئے تھا۔

اچھا لگتے ہیں آپ مجھے،،اس کے بر خلاف توقع جملے پر عارفین کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔

کیا کہا آپ نے،، آپ اچھے لگتے ہیں مجھے میں نے اپنی مما کو بھی آپ کے بارے میں بتایا ہے،، وہ روانگی سے بولتی ہوئی اسے مزید حیرت میں مبتلا کر گئی تھی۔

مما کو بھی بتا دیا،، زیر لب بڑبڑاتا ہوا وہ سر پکڑ گیا تھا۔

آپ میرا نام نہیں پوچھیں گے،، بتا دیں،، وہ اس لڑکی کا ہر انداز اسے ایک نئے سرے سے حیرت میں مبتلا کر رہی تھی۔

صدف کنول نام ہے میرا،، میں یہاں پاس ہی رہتی ہوں،، شفا کیا لگتی ہے آپ کی،، آبرورب کرتے عارفین نے نظریں جھکائی تھیں۔

بیوی ہوں میں ان کی اور یہ میرے شوہر ہیں جن پر تم لائن مار رہی ہو،، اچانک سے شفا کی غصے سے بھری آواز پر عارفین نے گہری سانس اپنے اندر اتاری تھی وہیں اسے اپنی بیوی کہنے پر وہ مسکرایا تھا۔

یہ کیا کہہ رہی ہے،، شفا کو دیکھتے ہی وہ گاڑی سے اترا تھا وہیں صدف کے سوال پر مسکراتا ہوا شفا کے شانوں کے گرد بازوں پھیلاتا ہوا اسے دیکھنے لگا جو صدف کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

ٹھیک سنا آپ نے شفا بیوی ہے میری،، عارفین کے کہنے کی دیر تھی شفا کے لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ رینگی تھی۔

اب یقین آگیا میرے شوہر ہیں اب یاد رکھنا اور جو تمہارے ساتھ مل کر انہیں چھپ چھپ کر دیکھتی ہیں انہیں بھی بتا دینا۔شفا کا ہر انداز اسے حیران کرنے کے لیے کافی تھا۔

سوری شفا مجھے پتا نہیں تھا،،اب پتا چل گیا ناں اب جاؤ۔
صدف کے شرمندگی سے کہنے پر وہ چڑ کر بولی تھی جس پر وہ وہاں سے ہوا کی طرح گم ہوئی تھی۔

عارفین سر مجھے گھر جانا ہے،، مسکرا کر کہتی ہوئی وہ عارفین کو دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

گھر،،ہاں گھر جانا ہے میرا دل اچاٹ گیا ہے چلیں،،شفا کے کہنے کی دیر تھی اور وہ مسکرا کر گردن ہلاتا ہوا گاڑی کا فرنٹ ڈور اس کے لیے کھول گیا تھا۔

پتا نہیں کیا ہو گیا ہے آج کل کی لڑکیوں کو،، کسی کے بھی شوہر پر ڈورے ڈالنے آ جاتی ہیں۔ اسے مسلسل غصے سے بولتے دیکھ عارفین نے اپنے مسکراہٹ سے پھیلتے لبوں کو سختی سے آپس میں پیوست کیا تھا۔

OOOOOOOOOOOO

خودی پر مان اتنا ہے کبھی مڑ کر نہیں دیکھا

جسے کہہ دوں کہ میرا ہے، اسے ہونا ہی پڑتا ہے

تمہیں لینے کے لیے تمہارا پرنس آگیا ہے شفا بگٹی۔ بگٹی مینشن کو مسکرا کر دیکھتا ہوا اپنے بالوں کو سیٹ کرتا ہوا داخلی گیٹ کی سمت بڑھا تھا۔

ارے فرمان بابا آپ۔ گارڈ کے چہک کر پوچھنے پر فرمان کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ رینگی تھی۔

بلیک پینٹ پر بلیک شرٹ میں ملبوس وہ سلیووز کہونیوں تک موڑے ہوئے تھا اپنی شہد رنگ آنکھوں کو بلیک آنکھوں کو بلیک گلاسز کے پیچھے چھپائے ہوئے وہ اپنی عنابی لبوں پر میٹھی سی مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔
چھ فٹ کو چھوتا اس کا دراز قد، سرخ وسفید رنگت کے ساتھ وہ خوبصورت نین نقوش کے مالک فرمان زمانی کو انہوں نے مسکرا کر دیکھا تھا۔

آپ بھولیں نہیں مجھے۔ اس نے مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

آپ بھلا بھولنے والی شخصیت ہیں۔ انہوں نے جواباً خوش ہوتے کہا تھا۔

کون آیا ہے سلیم بھائی،،فریال کی پوچھنے پر وہ سلیم کو چپ رہنے کا اشارہ کرتا ہوا خاموشی سے اندر بڑھتا ہوا اپنی مسکراہٹ ضبط کیے ہوئے تھا۔

پڑوسیوں کا بچہ تھا بی جی۔فرمان نے آبرو چڑھائے اسے داد دی تھی۔

دبے پاؤں چلتا ہوا وہ قدم با قدم چلتا فریال کے قریب ہوتا جا رہا تھا جیسے جیسے اندر بڑھ رہا تھا ویسے ویسے ہی اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی شفا سے ملنے کی بے قراری عروج پر تھی۔

سرپرائز آپی۔پیچھے سے فریال کے کان میں بولتا ہوا وہ اس دنگ کر گیا تھا۔

فرمان کے بچے تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔دل پر ہاتھ رکھتی ہوئی وہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

کتنا تڑپایا ہے تم نے ہمیں۔اس کے گال پر ہاتھ رکھتی ہوئی وہ نم لہجے میں بولی تھی آج پورے تین سال بعد وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا کتنا بدل گیا تھا وہ وقت کے ساتھ ساتھ اور وجیہ ہو گیا تھا۔

ملیں گی نہیں مجھ سے۔فریال کو رونے کے تیار دیکھ وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتا ہوا پر جوشی سے ان سے ملا تھا۔

تم تو ایسے غائب ہوئے تھے فرمان نا کوئی کال نا حال احوال اب کیسے واپٹ آ گئے تم۔اپنی آنکھوں کو صاف کرتی ہوئی فریال نے شکوہ کیا تھا۔

بہت ٹف ٹائم دیا ہے میں نے اپنی اسٹڈی کو آپی ایسے میں میرے پاس خود کے لیے ٹائم نہیں تھا تو آپ سے کیسے بات کرتا۔اس نے وضاحت دیتے ہوئے متلاشی نظریں دوڑائیں تھیں۔

کوئی دکھ نہیں رہا۔اس نے مسکرا کر پوچھا۔

بابا اور دانیال اپنی ڈیوٹی پر ہیں مما سوئی ہوئی ہیں اور سونو صاحب اسکول گئے ہوئے ہیں۔اسے اپنے ساتھ بیٹھاتی ہوئی وہ مسکرا کر بتانے لگی تھی۔

اور شفا۔جس کی تلاش تھی جسے دیکھنے کے لیے وہ سیدھا ایئرپورٹ سے یہاں آیا تھا وہی اسے کہیں نہیں دکھ رہی تھی۔

وہ اپنے گھر۔اس کے لیے جوس کا کہتی ہوئی وہ عام سے انداز میں بولی تھی۔

اپنے گھر کیا مطلب اجمل انکل آ گئے ہیں واپس۔اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

نہیں وہ نہیں آئے شفا اپنے گھر ہے مطلب اپنے شوہر کے گھر۔جوس اس کی سمت بڑھاتی ہوئی وہ مسکرا کر بولی تھی۔

شوہر۔بے یقینی سے پوچھتا ہوا وہ جوس کا گلاس پکڑنے سے پہلے ہی اپنا بڑھا ہوا ہاتھ پیچھے کر گیا تھا۔

OOOOOOOOOOOOO

کیا چل رہا ہے آج کل،،دانیال کو آتے دیکھ وہ گہرا مسکرایا تھا۔

اشفاق نیازی کی انویسٹیگیشن چل رہی ہے،، لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتا ہوا وہ مصروف انداز میں کہتا ہوا نظریں لیپ ٹاپ پر جمائے ہوئے تھا۔

ہمم اب تک،، ہاں کافی دنوں سے غائب ہے شیطان صف انسان تو سوچا کیوں نا اس کے اڈے پر جھپٹ جائیں کیا خیال ہے،، مسکرا کر پوچھتے ہوئے عارفین کو دیکھ دانیال نے پر سوچ انداز میں گردن ہلائی۔

بابا سے بات ہوئی ہے تمہاری اس سلسلے میں،، اس نے مزید پوچھا۔

ہوئی تو نہیں ہے فلحال پر کال آئی ہے کمشنر سر کی تھوڑی دیر تک نکلنا ہے،، اپنا کام کرتے عارفین نے اسے لیپ ٹاپ پر سے نظر ہٹا کر دیکھا تھا۔

کیا سوچ رہے ہو،، اپنا کام وائنڈ اپ کرتے عارفین اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

رسکی ہو سکتا ہے تمہارے لیے یہ میشن،، دانیال کے فکر مندانہ لہجے پر عارفین کے لبوں پر تبسم پھیلی تھی۔

ہمم ہو سکتا ہے پر تم تو جانتے ہو عارفین جیلانی رسک لینا زیادہ پسند کرتا ہے ،، پراعتماد لہجے میں کہتا ہوا وہ اسے مطمئن کر گیا تھا۔

تم سے ایک بات شئیر کرنی تھی۔ کچھ توقف چائے پیتے عارفین نے اپنی بات کی تمہید باندھی تھی جس پر دانیال سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔

کہو،، عارفین کی مبہم سی مسکراہٹ پر دانیال نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

مانتا ہوں بہت مضبوط اعصاب کا مرد ہوں،، پل میں بات کرتے عارفین کا لہجہ سنجیدہ ہوا تھا جس پر دانیال نے پیشانی میں بل لیے اسے دیکھنے پر اتفاق کیا تھا۔

مگر ہوں تو ایک انسان ہی نا کب تک اپنے کمرے میں موجود اس لڑکی کے وجود سے غافل رہ سکتا ہوں گزرتے دنوں کے ساتھ ساتھ وہ میرے حواسوں پر طاری ہوتی جا رہی ہے دن بدن مجھے اس کی عادت سی پڑتی جا رہی ہے صبح آنکھ کھلتے ہی اسے دیکھنا شام کو کام سے واپسی پر اسے دیکھنے کی خواہش میرے اندر ایک عجیب تڑپ پیدا کر دیتی ہے مجھے میرے اندر چلتی اس ہلچل نے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ وہ ایک سانس میں اپنے اندر کی حالت بیان کرتا خاموش ہوا تھا۔

مجھے لگتا ہے میں مزید اس کے ساتھ یہ کانٹریکٹ نہیں نبھا پاؤنگا،، سمجھداری کا مظاہرہ کرتے دانیال نے خاموشی سے پہلے اسے سنا تھا۔

اپنے فیصلے پر سے ڈگمگانے کا زمیدار صرف میں نہیں ہوں وہ بھی برابر کی شریک ہے۔ کچھ توقف بعد وہ خود سے ہی گویا ہوا۔

اس کی کیا غلطی ہے۔ پہلی بار عارفین کو اس قدر لاابالی پن کا مظاہرہ کرتے دیکھ وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔

کیا غلطی ہے وہ ہر ایک کام بیویوں والے کرتی ہے اور تم پوچھ رہے ہو اس کی کیا غلطی ہے حیرت ہے۔ وہ جیسے اس پر برسا تھا۔

بیویوں والے کاموں سے مراد، کیا تم اس کے لیے شوہروں والے کام نہیں کرتے اس کا خیال نہیں رکھتے یا اس کے حق میں نہیں بولتے تم،، دانیال کے سوال پر وہ اپنی پیشانی مسلتا ہوا گویا ہوا تھا۔

کرتا ہوں اس کے لیے سب سے بیر پالنے کے لیے تیار ہوں میں،،
پھر تو اس معصوم پر الزام رکھ کر تم اپنی زبان سے پھر رہے ہو عارفین جیلانی کیونکہ جب تم اس کے لیے اتنا کرو گے تو وہ بدلے میں تمہارا خیال رکھے گی ہی۔اس نے تعجب سے اسے دیکھا۔

زبان سے پھر نہیں رہا ہوں ہاں مگر اپنے دل کے ہاتھوں کمزور پڑتا جا رہا ہوں مجھے نہیں معلوم کب تک میں اپنی بات پر قائم رہ سکوں گا۔
وہ کہہ کر اٹھا تھا۔

یہ مت بھولو وہ جب تک تمہارے ساتھ ہے جب تک اس کے بابا واپس نا آجائیں اس کے بعد سب ختم ہو جائے گا پھر کیا کرو گے تم۔اسے جاتے دیکھ وہ رسانیت سے پوچھ گیا۔

اس ہی سوچ نے تو مجھ سے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی ہے۔ بے بسی سے کہتا ہوا وہ قابل رحم لگا تھا۔

اس کے بغیر اب میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے دانیال۔آنکھوں میں ہلکی سی نمی لیے وہ مبہم سا مسکراتا مزید وہاں رکنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

سیدھی اور صاف صلح دونگا تمہیں پھاڑ دو وہ کانٹریٹ پیپرز اور شادی کو چانس دو،، دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے دانیال نے پریشانی سے واک کرتے عارفین کو دیکھا تھا۔

وہ نہیں مانے گی،،اپنے اندر چلتے خوف کو اس پر ظاہر کرتا ہوا وہ بے بسی کی انتہا پر کھڑا ہوا تھا۔

کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا عارفین جیلانی جب محبت ہو ہی گئی ہے تو اعتراف کرنے میں کیسا حرج کیسی شرم،،دانیال کے سنجیدگی سے کہے الفاظ پر غور کرتا ہوا وہ واپس سے چیئر پر بیٹھ گیا تھا۔

یہ بات ماننے میں مجھے کوئی عار نہیں کہ مجھے شفا اول روز سے پسند ہے،، دانیال نے بھنویں سکیڑے اسے دیکھا۔

گدھے پھر یہ کانٹریکٹ والا رولا کیوں ڈالا تو نے،،دانیال خطے سے اکھڑا تھا۔

پتا نہیں کیا بیوقوفی سوار ہو گئی تھی مجھ پر،، اپنی پیشانی مسلتے عارفین نے نظریں جھکائے ہوئے کہا تھا۔

اب کیا کرنا ہے،، دانیال نے ٹھہر کر پوچھا۔

کیا کرنا ہے یہ کانٹریکٹ وانٹریکٹ کچھ نہیں ہوتا نکاح سب سے اوپر ہوتا ہے
،، اچھاااا اب عقل آ گئی تجھے،، دانیال نے آبرو تاسف سے چڑھائی تھیں۔

ہاں اور کیا،، سنجیدگی سے کہتے عارفین کی ہنسی چھوٹی تھی۔

بے غیرت انسان جب یہ سب کرنا تھا تو کانٹریکٹ کیوں کیا تھا،،
بتایا تو ہے کانٹریکٹ میرج کا بھوت سوار ہو گیا تھا،، چائے کے کپ کو دیکھتا ہوا مسکرا کر بولا تھا۔

اب اتر گیا،، تمہاری بہن نے اتار دیا،، اتنے آرام سے اعتراف کرتا ہوا وہ دانیال کو دنگ کر گیا تھا۔

کرتوت اپنے نام میری بہن کا،، دانیال کی بات پر مسکراتا ہوا عارفین اپنے رنگ کرتے فون کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

جی کمشنر سر،، مہذب انداز میں بات کرتا ہوا وہ دانیال کو خاموش رہنے کا کہہ گیا تھا۔

اوکے سر،، اٹھو،، کال ڈسکنیٹ کرتے ہوئے وہ دانیال کو اپنے ساتھ اٹھنے کا کہہ گیا تھا۔

خیریت،،ہاں بس اشفاق نیازی سے ریلٹڈ کچھ بات کرنی ہے انہیں تمہیں بھی بلایا ہے ساتھ،،اپنا سامان اٹھاتے عارفین نے اسے آگاہ کیا تھا۔

oooooooooooooooo

یہ میں کردوں مما،،کرلو،،شفا کے بولنے پر ردا بیگم نے مسکرا کر ہامی بھری تھی۔

پتا ہے قیمہ کریلے عارفین کو بہت پسند ہیں،،اور کیا کیا پسند ہے عارفین سر کو،،شفا نے مسکرا کر انہیں دیکھا ان کی مدد کروانے لگی۔

بہت کچھ پسند ہے تمہارے عارفین سر کو،،انھوں نے مسکرا کر شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

یہ اچھی بات ہے بیٹا کہ تم عارفین کی پسند ناپسند کا خیال رکھنے کی کوشش کرتی ہو اس کے آتے ہی اس کا سامان لیتی ہو اس سے مرد کے گھر میں عورت کا مقام بڑھاتا ہے اور محبت بھی۔ خاموشی سے انہیں سنتی ہوئی شفا انہیں ساتھ دیکھ بھی رہی تھی۔

پتا ہے جب جیلانی صاحب کام سے واپس آتے تھے تو میں بھی ایسے ہی ان کی راہ دیکھتی تھی ہاں مگر تم تیار نہیں ہوتی ہو پر میں تو سارے کام کر کے شام میں تیار ہو جایا کرتی تھی تاکہ جیلانی صاحب مجھے دیکھتے ہی اپنی تھکن گھر کے دروازے پر ہی چھوڑ آئیں،، مسکرا کر بتاتی ہوئی وہ آج بھی شرم سے سرخ ہوئیں تھیں۔

میری مانو تو تم بھی روز تیار ہو کر عافی کا انتظار کیا کرو دیکھنا پھر عافی کیسے تمہارا دیوانہ ہوتا ہے،، شفا نے ہنستے ہوئے انہیں دیکھا۔

مجھے انہیں دیوانہ نہیں کرنا مما، پاگل ہو تم بیویوں کو صرف اپنے شوہر کی توجہ اور محبت ہی تو چاہیے ہوتی ہے زندگی کی باقی ساری جنگیں وہ اپنے آپ لڑ لیتی ہیں،، انہوں نے اسے سمجھانے کے انداز سے کہا۔

اب دیکھو ہماری امرحہ کو ہی دیکھ لو جب شروع شروع میں شادی کر کے آئی تھی تو جہانگیر ہر وقت اس کے آگے پیچھے رہا کرتا تھا مگر نا اب امرحہ کو جہانگیر کی پڑی ہے نا جہانگیر کو امرحہ کی ہر وقت دونوں ایک دوسرے سے بے زار پھرتے ہیں،، افسوس سے کہتی ہوئیں وہ خاموش ہوئیں تھیں۔

کیوں،، کیا کیوں امرحہ کی زبان سے تنگ آ گیا ہے جہانگیر پہلے تو اس کی مان کر چپ ہو بھی جاتی تھی مگر اب مجال ہے جو وہ کسی کی مان لے اس لیے تو جہانگیر نے اسے روکنا ٹوکنا بند کر دیا ہے،، سبزی بناتی ہوئیں ردا بیگم نے آہستگی سے بتایا تھا۔

پر بھابھی ایسی کیوں ہیں مما،، کچھ عورتیں ہوتی ہیں بیٹا جو اپنی خوشگوار زندگی کو خود آگ لگاتی ہیں بے جا کا شک، بے جا کے سوال، بے جا فرمائشیں مرد کو اکتاہٹ کا شکار کر دیتے ہیں،، پر تم سمجھداری سے کام لینا میرا عافی ویسے ہی زمانہ بے لگام گھوڑا مشہور ہے بس تم اپنے محبت اور ذہانت سے اس کی لگامیں کس کے رکھنا،، اب کی بار شفا کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

پتا ہے آج سے چند سال قبل میں نے امرحہ کو بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر میں ناکام رہی تھی تم مجھے مایوس مت کرنا شفا مجھے تم سے بہت

امیدیں وابستہ ہو گئیں ہیں تم میرا مان کبھی مت توڑنا،، شفا کے ہاتھ پر دباؤ دیتیں ہوئی وہ شفا کو ملامت میں مبتلا کر گئیں تھیں۔

میرا عافی بہت اچھا ہے اور مجھے پتا ہے تم اس سے بھی زیادہ اچھی ہو دونوں ہمیشہ ایک ساتھ رہنا ایک دوسرے کو سمجھ کر چلنا ہمسفر تو ہوتے ہی ایسے ہیں ایک دوسرے کے شریکِ کار، دکھ سکھ میں ایک ساتھ چلتے ہیں تم دونوں ہمیشہ یونہی ہنستے مسکراتے رہنا۔ شفا کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

امرحہ اور جہانگیر نے تو شادی کو کمپرومائز کا نام بنا دیا ہے مگر تم دونوں اسے جینا ہر قدم پر ایک دوسرے کے ساتھ رہنا،، رہوں گی ناں ہمیشہ میرے عادی کے ساتھ،، نم آنکھوں سے دیکھتی ہوئیں وہ شفا کی جھکی ہوئی نظروں کو دیکھنے لگیں۔

شفا ر ہوں گی ناں ہمیشہ میرے عافی کے ساتھ ،، اثبات میں گردن ہلاتی ہوئی وہ ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گئی تھی عجیب کشمکش میں مبتلا ہوتی ہوئی وہ اس شادی کی حقیقت کھلنے سے خوف کھاتی گہرا سانس بھر کر رہ گئی تھی۔

OOOOOOOOOO

ڈی ایس پی صاحب جب سب باہر ہیں تو یہ یہاں کیا کر رہا ہے ،، عارفین نے ایک کونے میں کھڑے ہوئے کانسٹیبل کو دیکھا تھا جو ڈی ایس پی سعید کے ہمراہ وہاں پہنچا تھا۔

مجھے اکیلا نہیں چھوڑتا یہ اور ویسے بھی یہ سب انسپیکٹر کی ٹریننگ بھی لے رہا ہے ،، مسکرا کر کہتے ہوئے عارفین کو مطمئن نہیں کر سکے تھے۔

اس کی موجودگی عارفین کو کھٹکی تھی۔

ریکارڈز تو سارے مل چکے ہیں اشفاق نیازی کے مگر،، مگر،، کمشنر سرفراز کے پوچھنے پر عارفین نے اپنی آبرو رب کرتے ہوئے انہیں دیکھا تھا۔

مگر میرا ارادہ تھوڑا سا چینج ہو رہا ہے،، کیا مطلب جب تمہارے پاس اس کے خلاف سارے ثبوت ہیں ریکارڈز ہیں تو پھر،، کمشنر سرفراز کے حیرت سے پوچھنے پر عارفین مبہم سا مسکرایا تھا۔

یہ تو میں نے ہوا میں تیر چھوڑا تھا کہ میرے پاس ان کے خلاف سارے ثبوت ہیں مگر ایسا ہے تو نہیں،، چیئر پر جھولتے عارفین نے وہاں بیٹھے سبھی کو دنگ کیا تھا۔

تمہیں یہ سب مذاق لگ رہا ہے عارفین،، پیپر ویٹ سے کھیلتے ہوئے عارفین کی عقابی آنکھیں سامنے شیشے میں ابھرتے ہوئے عکس پر ٹھہری تھیں۔

مطلب سر میں فلحال کچھ بھی اس کے خلاف کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا،، میں پہلے عقیل نیازی سے ملنا چاہتا ہوں پھر کچھ کرنے کے بارے میں سوچوں گا ورنہ انجام تو ہم سب جانتے ہی ہیں ہم سے کسی ایک کا ختم ہونا تو ہر حال میں ہے،، نا سمجھی سے دیکھتے دانیال نے کمشنر سرفراز کو دیکھا تھا جو اسے سمجھنے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جا رہے تھے مگر سمجھنے سے قاصر رہے تھے۔

وہیں اس ابھرتے ہوئے عکس کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ نے عارفین کے شک کو یقین میں بدلا تھا۔

تم صاف صاف بات کرو ایس ایس پی عارفین جیلانی،، دانیال کی برداشت نے جواب دیا تھا۔

صبر رکھو،، عارفین کی نظروں کا تعاقب کرتے دانیال کی آنکھیں حیرت سے باہر آنے کو ہوئیں تھیں۔

ڈی ایس پی صاحب آپ نے کوئی ورک آؤٹ کیا ہے اس سلسلے میں،، ابھی ڈی ایس پی سعید کچھ کہتے کہ عارفین انہیں بھی خاموش کروا گیا تھا۔

میرا خیال ہے ہم سب کو ہار مان لینی چاہیے اشفاق نیازی سے، وہ بہت پاور فل ہے ہم کچھ نہیں بگاڑ سکتے اس کا۔ عارفین کے اس قدر اچانک سے ہار مان جانے کی بات پر وہ سب دنگ رہ گئے تھے۔

ہاں میرا ابھی یہ ہی خیال ہے۔دانیال کو اس کی بات سے متفق ہوتے دیکھ ڈی سی ظہور نے پر سوچ انداز میں نظریں دوڑائیں تھیں۔

تم نے ہمیں سمجھا کیا ہے۔ڈی سی ظہور کے یک دم بھڑکنے پر عارفین نے لب بھینچے تھے۔

یہاں ایک کریمنل سے ریلڈ ڈاتنی سیریس میٹنگ چل رہی ہے اور تم ہو کہ ہمیں ہار ماننے کی بات کر رہے ہو۔اپنی آبرو رب کرتے عارفین نے دانیال کو دیکھا تھا جوان کے غصے سے پیچ وتاب کھاتا لب دبائے ہوئے تھا۔

OOOOOOOOOOOOO

شفا بچے عافی سے پوچھ لینا آج اسے شام میں کیا کھانا ہے۔ کمرے کی جانب بڑھتی ہوئی شفا کو دیکھ ردا بیگم نے پیچھے سے کہا تھا۔

جی ٹھیک ہے۔ مسکرا کر کہتی ہوئی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

قیمہ کریلے، بریانی، کھیر، کوفتے، اور کیا کیا بتایا تھا مما نے۔ عارفین کی فیورٹ ڈیشز لکھتے ہوئی وہ مسکرا کر عارفین کا نمبر ڈائل کر گئی تھی جہاں سے کوئی رسپانس نہیں ملا تھا۔

oooooooooooo

عارفین کے چھوڑے گئے شوشے سے عجیب ہی سرگوشیاں اٹھیں تھی کوئی بھی اس کی بات سے متفق نہیں ہوا تھا۔

مگر اگلے ہی لمحے عار فین کے کہے اشارے پر وہ سب خاموش ہوئے تھے
کہ اتنے میں دانیال اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

میک شیور دانیال سبھی گیٹ لاک اچھے سے ہونے چاہیں،، عار فین نے
مسکراتے ہوئے سر گوشی کی اور دانیال اٹھ کر اپنا کام سرانجام دینے لگا تھا۔

وہیں سب عار فین کے اشارہ کرنے پر الرٹ ہوئے تھے۔

ہمیں پتا نہیں چلتا موت کب کہاں کیسے متوقع ہو جائے ہو جاتی ہے موت کا
فرشتہ آتا ہے اور دنیا سے گھسیٹ کر لے جاتا ہے،، عار فین کے اچانک جملے
پر سب ہی کے لب سلے تھے اور وہ مسکرا کر اٹھتا ہوا نئے تعینات ہوئے ڈی
ایس پی سعید کے نئے کانسٹیبل کے سامنے آکر کھڑا ہوا تھا۔

تم سوچ رہے ہو گے ویسے تمہاری موت کا فرشتہ کتنا ہینڈسم ہے،، دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے وہ شریر مسکراہٹ لیے اسے دیکھنے لگا جس کے چہرے کا رنگ سپید پڑا تھا۔

ڈر لگ رہا ہے مجھ سے،، عارفین کا لہجے میں پل میں شعلہ بار ہوا تھا۔

کیا کیا ریکارڈ کیا ہے اب تک،، کلکیا کہہ رہے ہیں سر آپ،، عارفین کے پوچھے گئے سوال پر وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوا تھا وہیں عارفین کی نظر اس کے بلوٹوتھ پر ٹھہری تھیں۔

کیا کہہ رہا ہوں میں تمہیں سمجھ نہیں آرہا کتنے معصوم ہو یار تم پھر بھی اشفاق نیازی کے لیے کام کرتے ہو اس کے ہاں تو معصومیت کی کوئی جگہ

نہیں ہے،،عارفین کے تند و تیز لہجے سے پیچ وتاب کھاتے مظہر کو اپنی جان ہتھیلی پر محسوس ہوئی تھی۔

یہ کیا کر رہا ہے عارفین،،جو ہم نہیں سمجھ سکے وہ سمجھ گیا ہے ڈی ایس پی صاحب آپ کو اندازہ بھی نہیں تھا آپ کی ناک کے نیچے وہ شخص اشفاق نیازی کو ہر بات سے باخبر کرتا آرہا تھا،،دانیال کے دوٹوک لہجے پر ڈی ایس پی صاحب کے چاروں طبق ایک ساتھ روشن ہوئے تھے۔

ایسے تو نہیں اگلنے والے تم،،اس کی پیشانی پر گن تانے عارفین نے بھنویں اچکاتا بولا تھا۔

جلدی جلدی بکو،،یک دیگر سب ہی اس کے گرد گول دائرہ بنائے اسے گھیر گئے تھے۔

بڑے وفادار ہوں تم چلو پھر تمہاری وفاداری کا انعام دیتا ہوں تمہیں میں شوٹ کر دیتا ہوں،، کیوں کمشنر سر کر دوں شوٹ،، شوٹ کرنے کے بات پر مظہر کی سانسیں حلق میں اٹکی تھیں۔

تمہیں اجازت کی ضرورت کہاں ہے عارفین شوٹ کر دو ویسے بھی یہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے،، کمشنر سر فراز کے کہنے کی دیر تھی کہ عارفین کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی تھی ٹریگر دباتا ہوا وہ اس کی آنکھوں میں نمی چمکتے دیکھ گہرا مسکرایا تھا۔

اس کے دائیں کان سے بلوٹوتھ نکالتا ہوا عارفین پنجوں کے بل گھما تھا۔

مجھے یہاں صرف نظر رکھنے کے لیے نہیں بھیجا اشفاق نیازی نے تمہیں مارنے کے لیے بھیجا ہے عارفین جیلانی تم نہیں ہو میری موت کا فرشتہ میں ہوں تمہاری موت کا فرشتہ۔اس کہ تنی ہوئی پیشانی دیکھ عارفین مطمئن سا مسکرایا تھا۔

وہ ان سب پولیس والوں کی موجودگی میں ایک پولیس والے کو دھمکی جڑ رہا تھا۔

تم ہمارے سامنے آن ڈیوٹی آفیسر کو دھمکی دے رہے ہو اس کا انجام جانتے ہو تم۔ڈی سی ظہور کی کرخت آواز پر مظہر کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی تھی۔

انجام سے خوف کھاتا تو یہاں تم سب کے بیچ اکیلا نا کھڑا ہوتا۔مظہر کی دلیری پر عارفین گہرا مسکرایا تھا۔

تم نے کہا تم میرے لیے میری موت کا فرشتہ ہو۔ مظہر نے مسکرا کر ہامی بھری۔

دیکھو مجھے غور سے عارفین جیلانی تن تنہا آیا ہوں تمہیں مارنے کے لیے، اور تم اتنے سب کے بیچ گیڈر کے مانند کھڑے ہو۔ دونوں ہاتھ سینے باندھے ہوئے عارفین نے متاثر کن نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

آپ سب لوگ باہر جائیں مجھے اور اسے اکیلا چھوڑ دیں، آخر مجھے بھی تو پتا چلے یہ شیر کس قدر خونخوار ہو سکتا ہے یا پھر شیر کی خال میں کوئی گدھا ہے جو اس قدر بے صبرا ہو رہا ہے۔
عارفین کے جملے پر جہاں سب دنگ رہے تھے وہیں مظہر کے لبوں پر فاتح کن مسکراہٹ رینگی تھی۔

پاگل ہو گئے ہو تم۔ دانیال نے غصے سے اسے گھورا تھا۔

ہاں ہو گیا ہوں شادی جو ہو گئی ہے میری اور ویسے بھی جو شخص شادی کر لیتا ہے وہ ویسے ہی مر جاتا ہے مجھے یہ مار دے گا تو کیا ہو گا۔ مظہر کے چہرے پر سکون دیکھ عارفین نے شرارت سے آنکھ ون کرتے ہوئے دانیال کو دیکھا جو مظہر کی دھمکی سے خوفزدہ ہوا تھا۔

تمہیں اکیلا نہیں چھوڑیں گے ہم۔ کمشنر سرفراز کے سختی سے کہنے پر وہ لب تر کرتا ہوا گہری نظر مظہر پر ڈال گیا تھا جو ایک موقع کی تاک میں بیٹھا ہوا تھا
۔

آپ نے یہ کیس میرے حوالے کیا تھا اس کے چلتے ہی میں آپ سے ریکوسٹ کر رہا ہوں کمشنر سر مجھے اکیلا چھوڑ دیں میں ہینڈل کر لوں گا سب ۔ان کے کندھے پر دباؤ دیتا ہوا وہ دانیال کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

وہیں سب ایک ایک کر کے وہاں سے نکلتے چلے گئے تھے۔

اگر" مجھے کچھ ہو جائے آج تو ایک کام کرو گے میرا دانیال۔"

بکواس بند کر اپنی۔غصے سے کہتے دانیال نے مظہر کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

شفا کو کہنا مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی اسے ہر وہ بات بتانا جو میں نے تم سے کی تھی۔ مسکراتے ہوئے عارفین نے دانیال کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات دیکھ کر اس کی مسکراہٹ میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

خود کہہ دینا اسے۔ دانیال کی آنکھوں میں نمی دیکھ عارفین نے لب بھینچے تھے۔

چل باہر نکل اب شاباش۔ اسے بھی نکالتے ہوئے عارفین ڈور لاک کر گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○

ہاں شوہر دو ماہ سے اوپر ہو گئے ہیں اس کی شادی کو اور تم ایسے ری ایکٹ کر رہے ہو جیسے تمہیں پتا ہی نا ہو کچھ۔ ملازمہ کو جوس رکھنے کا کہتی ہوئی فریال نے اس کے سپید پڑے چہرے کو بغور دیکھا۔

مگر کیوں۔ کیا مگر کیوں اجمل چاچو کو اس کی شادی کی جلدی تھی سو کر دی۔ گہرے سانس بھرتے ہوئے فرمان کو اپنا دل گھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا ہوا خود کو پر سکون کرنے کی سعی کرنے لگا تھا۔

کیا ہوا ہے فرمان تم ٹھیک ہو۔ اسے اٹھ کر چکر کاٹتے ہوئے دیکھ فریال نے فکر سے پوچھا تھا۔

کیوں کی اس کی شادی، ایک بار مجھ سے بات کی ہوتی آپی میں فوراً آجاتا یہ بہت غلط کیا ہے آپ لوگوں نے ہمارے ساتھ۔ پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان بولتے ہوئے فرمان کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔

کیا مطلب تم شفا۔ شفا سے محبت کرتا ہوں آپی اس کے لیے میں واپس آیا تھا مگر یہ سب کیا ہو گیا مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا آپ لوگوں نے۔ پیشانی مسلتے ہوئے فرمان کو دیکھ فریال ساکت ہوئی تھی۔

مما لوگ آئے تھے اس کی شادی میں۔ فریال نے ضبط سے کہا تھا اس کا بھائی تو اس کی جان تھا اور انجانے میں سہی اسے اتنی بڑی چوٹ دے گئی تھی۔

کم از کم تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا فرمان۔ نم آنکھوں سے شکوہ کرتی ہوئی وہ اس کی بے بسی دیکھ کر ٹوٹ رہی تھی۔

کیا آپ کو کبھی دکھا نہیں آپی میری محبت کو اظہار کی ضرورت تھی۔ سرخ آنکھوں میں بے بسی لیے وہ سوال کر گیا تھا۔

فرمان۔ آپی میں کیا کروں اب میں جو وہاں سے خواب بن کر یہاں آیا تھا میرے خواب تو پورے ہونے سے پہلے ٹوٹ گئے ہیں۔ آنکھوں سے گرم سیال بہتا ہوا اس نوجوان کی بے بسی کی انتہا پر تھا۔

تم میری بات سنو فلحال چپ ہو جاؤ کسی نے سن لیا تو ہمارے حق میں اچھا نہیں ہو گا۔ آنسو صاف کرتی ہوئی فریال نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے سمجھایا تھا۔

آپی آپ کو ابھی بھی سب کی پڑی ہے۔اسے کسی اور کا سوچ کر ہی اس روح چھلنی ہو رہی تھی۔

ہم بات کرتے ہیں بیٹھ کر فلحال تم ریسٹ کرو تم ابھی کچھ بھی سمجھنے کی حالت میں ہو نا ہی میں کچھ سمجھانے کی حالت میں ہوں تم چلو کمرے میں۔ اس سے فرمان کی ابتر ہوئی حالت کہاں دیکھی جا رہی تھی۔

میں کیسے سنبھال سکتا ہوں خود کو جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری محبت کسی اور کی بیوی بن چکی ہے اور میرے گھر والوں نے میرے بارے میں سوچا تک نہیں۔فریال نے پیشانی پر ہاتھ رکھے خود کو کوسا تھا اگر فرمان شفا کو چاہتا تھا تو اس نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا اسے اور آج ایسے وہ اس کے لیے تڑپ رہا تھا۔

کہاں رہتی ہے شفا میں اس سے ملوں گا تو میں اسے سمجھاؤں گا۔وہ گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتا ہوا وہ فریال کے مقابل آن کھڑا ہوا تھا۔

کیا سمجھاؤ گے اسے ایک شادی شدہ لڑکی کو اپنی محبت کا اعتبار دلاؤ گے۔ دانت دبا کر غراتی ہوئی فریال مسسز سرفراز کے خوف سے آہستگی سے بولی تھی۔

ہاں دلواؤں گا اور اسے کہوں گا کہ وہ اس شخص سے طلاق لے لے۔ہذیانی ہوتا ہوا وہ اپنے آپے سے باہر ہوا تھا۔

بکواس بند کرو اپنی اور میری بات سنو ہم سکون سے بات کریں گے فلحال تم تھکے ہوئے ہو آرام کرو۔

نہیں تھکا ہوا ٹوٹ چکا ہوں میں۔وہ اس کی بات کی نفی کرتا ہوا ہارے ہوئے جواہری کی مانند کہتا ہوا وہ رو دیا تھا۔

میری بات نہیں مانو گے فرمان۔اپنے لرزتے ہوئے وجود کو سنبھالتی ہوئی وہ فرمان کو کچھ وقت کے لیے سنبھالنے میں کامیاب ٹھہری تھی مگر اس طرح فرمان کو شفا کے لیے تڑپتے ہوئے دیکھ فریال کے پاؤں تلے سے زمین کھسلی تھی۔

خود کو سنبھالتی ہوئی وہ وہیں صوفے پہ ڈھے سی گئی تھی ملال الگ کھائے جا رہا تھا کاش وہ عارفین کے رشتے سے پہلے شفا کے لیے فرمان کا رشتہ ڈال دیتی کاش اسے سب پہلے پتا ہوتا اپنے دکھتے سر کو پکڑے ہوئے وہ سوچوں کی دلدل میں دھنستی چلی گئی تھی۔

OOOOOOOOOOOOO

کتنا بیوقوف ہے تو ایس ایس پی تو چاہتا تو مجھے مار سکتا تھا مگر نہیں تیرا مرنا تو میرے ہاتھوں لکھا ہے۔ عارفین نے شانے اچکائے اور چیئر گھسیٹتا ہوا اس کے سامنے آ کر رکا تھا۔

تم مجھے مارنے آئے ہو تو میں تمہیں کیسے مار سکتا تھا مہمان نوازی بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے یار۔ چیئر پر بیٹھتے ہوئے عارفین نے آہستگی سے کہا۔

پھر کب مارنے کا ارادہ ہے مجھے۔ اس نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں پوچھا۔

ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر میں تمہیں ختم کر دوں گا عارفین جیلانی۔ اس کی دھمکی پر عارفین کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

ویٹ۔اپنے بلنک کرتے فون کی سمت متوجہ ہوتے عارفین نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

مرنے والوں کی آخری خواہش تو ہر کوئی پوری کرتا ہے میری آخری خواہش اپنی بیوی سے آخری بار بات کرنا ہے اتنا تو وقت دو گے نا مجھے۔شفا کی کال آتے دیکھ وہ مظہر سے مخاطب ہوا تھا جو اسے نفرت سے دیکھتا ہوا سر جھکا گیا تھا۔

کیسی ہو اور مجھے کیسے یاد کر لیا آج ؟۔محبت سے شرابور لہجے میں پوچھتا ہوا شفا کے بولنے سے پہلے سوال داغ گیا تھا۔

میں توآپ کو کبھی بھولی ہی نہیں ہوں تو یاد کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔شفا کے جواب پر وہ لب دبائے مسکرایا تھا۔

اچھا بتاؤ کیسے فون کرنا ہوا۔ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی اپنی چوڑیوں سے کھیلتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

مما پوچھ رہی تھیں رات میں آپ کیا کھانا پسند کریں گے۔لب کاٹتی ہوئی وہ اس کے جواب کی منتظر ہوئی تھی۔

مما پوچھ رہی تھیں تو تم نے کال کیوں کی؟اس کے ایک اور سوال پر شفا الجھ کر رہ گئی تھی۔

مما نے کہا تو پوچھ لیا۔ مما نے کہا تو فون کر لیا ورنہ تو تمہیں یاد نہیں آتی میری شفا۔عارفین کے شکوہ کرنے پر شفا نے لب دبائے تھے اب وہ اسے کیا کہتی کہ وہ اس کی اس کے ساتھ کی عادی ہو گئی تھی کوئی ایک ایسا لمحہ نہیں تھا جو اس کی یاد کے بغیر گزرا ہو۔

اگر مجھے کچھ ہو جاتا ہے شفا تو تم کیا کرو گی۔"مظہر کی بے تاب نگاہوں کو" دیکھ ہوا وہ افسردگی سے گویا ہوا۔

اللہ نا کرے آپ کو کچھ ہو عارفین سر کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، آپ" کے دشمن مریں آپ کو کچھ نہیں ہو سکتا۔"شفا کی آواز لمحے بھر میں بھاری ہوئی تھی۔

تم روؤں گی میرے لیے۔ کیا فضول باتیں کر رہے ہیں آپ کچھ نہیں ہو گا آپ کو۔ شفا کے غصے سے کہنے پر وہ لب دبائے مسکرایا تھا۔

تمہیں دکھ ہو گا مطلب۔ عارفین کو باتیں کرتے دیکھ مظہر کو ایک الگ ہی تپ چڑھ رہی تھی۔

دکھ کا تو نہیں پتا مجھے مگر شفا بھی نہیں رہے گی عارفین سر۔ نم آنکھیں صاف کرتی ہوئی وہ عارفین کو سکون بخش گئی تھی۔

شفا یار تم تو سیریس ہو گئی ہو۔ وہ خوشگواری سے کہتا ہوا مظہر کے غصے سے گھورنے پر مزید مسکرایا تھا۔

ابے او ہیرو ہو گئی ہوں اپنی ہیروئن سے محبت بھری باتیں تو مرنے مرانے کی بات کریں ٹائم نہیں ہے میرے پاس اتنا۔ لفظوں پر زور دیتا ہوا مظہر عارفین کے چہکنے پر جل بھن کر رہ گیا تھا۔

کہاں ہیں آپ عارفین سر اور یہ کیا کہہ رہے ہیں مرنے مرانے آپ ٹھیک تو ہیں ناں عارفین سر۔ مظہر کی آواز سن کر شفا گھبرا گئی تھی۔

کچھ نہیں ہوا ہے بس تھوڑا بزی ہوں پھر بات کرتے ہیں۔ مظہر کو گھور کر دیکھتا ہوا وہ خود کو نارمل کیے بولا تھا۔

پھر نہیں یہ کہو ہیرو کبھی نہیں بات ہو گی پھر۔ شفا کی گھبراہٹ میں مزید اِضافہ کرتے مظہر نے اب کی بار بلند آواز میں کہا تھا۔

عارفین سر۔ شفا میں ٹھیک ہوں۔ دانت دبائے کہتا ہوا وہ کال ڈسکنیٹ کر گیا تھا۔

مسئلہ کیا ہے تیرا تجھ سے برداشت نہیں ہوا میرا میری بیوی سے بات کرنا۔ عارفین کی ٹون بدلتے دیکھ مظہر کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

نہیں بھئی تکلیف ہو رہی ہو گی تمہیں تمہاری بیوی تو ہے نہیں تو یہ کیسے اپنی بیوی سے محبت سے بات کر رہا ہے۔ شفا کی مسلسل کالز آتے دیکھ فون سوئچڈ آف کر گیا تھا وہیں عارفین کے فون آف ہونے پر اس کی پریشانی میں اضافہ ہوا تھا۔

میری بیوی تھی۔ مظہر نے غصے سے اسے دیکھا۔

جیسے تم انسان ہو ناوہ بیچاری تھک ہار کر مر گئی ہو گی یا تم سے جان چھڑا لی ہو گی اس نے۔ نان اسٹاپ غصے سے بولتا ہوا وہ پر سکون ہونے کے لیے گہری سانس خارج کرتا ہوا خود کو کام ڈاؤن کرنے لگا تھا۔

بہت محبت کرتا تھا میں اس سے۔ یہ سب تو تمہیں اسے بتانا چاہیے تھا اب تو چلی گئی تمہیں چھوڑ کر۔ مظہر کی آنکھوں میں محبت کے شرارے پھوٹتے دیکھ عارفین گہرا مسکرایا تھا۔

یہ جو کام ہے ناں یہ سب سے سب چھین لیتا ہے۔ پر نم لہجے میں کہتا ہوا مظہر نگاہیں جھکائے ہوئے تھا۔

مارنے آئے ہو نا تم مجھے لو شوٹ می،، گن اس کی سمت اچھالتا ہوا وہ اسے کو حیران کر گیا تھا۔

جتنی جلدی ہو سکے مجھے ختم کر دو مظہر الٰہی
کیونکہ اگر تم نے مجھے نہیں مارا تو میں تمہیں مارنے میں دیر نہیں کروں گا سو شوٹ می مظہر الٰہی،، اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے عارفین نے چیئر کو تھوڑا سا پیچھے کیا تھا۔

شوٹ می مظہر الٰہی شوٹ می،، اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے وہ بے خوفی سے اسے دیکھتا ہوا اس کا منتظر ہوا تھا۔

عارفین،، کافی دیر سے اندر سے کوئی آواز نہیں آئی تھی کہ اچانک گولی چلنے کی آواز پر دانیال اور سر فراز صاحب سمیت سب کی درد بھری آواز گونجی تھی۔

ooooooooooooooo

Love in the air ♥

عارفین سر ٹھیک نہیں ہیں مجھے ان کے پاس جانا ہے۔ عارفین کا فون مسلسل سوئچ آف جانے پر وہ روتی ہوئی ردا بیگم کے پاس آئی تھی۔

اس نے تمہیں کچھ کہا تھا۔ انہوں نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

نہیں ان سے کوئی مرنے مرانے کی بات کرنے کا کہہ رہا تھا۔ شفا کے لرزتے وجود کو خود سے لگاتی ہوئیں ردا بیگم اب کی بار پریشان ہوئیں تھیں کہ زید جیلانی کے آنے پر وہ شفا کو چپ کرانے لگی تھیں۔

پولیس والا ہے ہمارا بیٹا یہ مرنے مرانے کی باتیں تو وہ ہر سیکنڈ میں کرتا ہے اس میں ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے شفا بیٹا، عارفین ٹھیک ہو گا اگر نہیں ہوا تو اللہ تو ہے ناں جس سے ہم دعا کر سکتے ہیں اس کی حفاظت کی۔ بھرائی آنکھوں سے زید صاحب کو دیکھتی ہوئی لب کاٹنے لگی تھی۔

نماز پڑھو آپ سکون ملے گا آپ کو۔ ان کے پیار سے سمجھانے پر وہ آنسوؤں پونچھتی ہوئی وہاں سے گئی تھی۔

عافی کے بابا ہمارا عارفین ٹھیک ہو گا ناں۔ ردا بیگم کی نم آنکھوں کو دیکھ وہ مسکرائے تھے۔

عارفین کمزور نہیں ہے اور مجھے یقین ہے میرا بیٹا جہاں ہو گا جس حال میں ہو گا ٹھیک ہو گا، آپ بھی یقین رکھیں شفا تو بچی ہے ڈر گئی ہے آپ اس کے ساتھ رہیں جب تک عارفین گھر نہیں آ جاتا۔ دل میں عارفین کی حفاظت کی دعا کرتے ہوئے زید جیلانی صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موند گئے تھے۔

OOOOOOOOOOOO

تم مجھے نہیں مار رہے تو میں تمہیں مار دیتا ہوں۔ تحمل سے کہتے عارفین نے گن اوپر کرتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا تھا اور ٹریگر دبا گیا تھا۔

وہیں مظہر جو گولی چلنے کی آواز پر ہی اپنی موت کے خوف سے لرز اٹھا تھا۔

میں سب بتاتا ہوں تمہیں۔اپنی فاتح پر مسکراتے ہوئے عارفین نے اسے بیٹھنے کا کہا تھا۔

میں کیسے یقین کرلوں تم سچ بول رہے ہو۔اس کی بتائی گئی ساری باتوں کو شک کی نگاہ سے سنتا ہوا وہ پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔

میں جھوٹ نہیں بول رہا عارفین میں کوئی پولیس کی ٹریننگ نہیں لے رہا میں بچپن سے اشفاق نیازی کے لیے کام کرتا آیا ہوں ان کے وفادار ہونے کی وجہ سے ہی مجھے یہاں تم پر نظر رکھنے کے لیے بھیجا گیا تھا اشفاق نیازی کے کہنے پر ہی میں یہاں آیا تھا۔

اس کے علاوہ بات کرو یہ سب فضول ہے۔روانگی سے کہتا ہوا وہ اپنے چہرے پر رینگتی گن سے خوفزدہ ہوا تھا۔

مجھے جانے دو میں تمہیں ہر وہ جگہ ہر وہ اڈاد کھاؤں گا جہاں جہاں اشفاق نیازی اسمگلنگ کرتا ہے بس میری جان بخش دو۔ تھوڑی دیر میں وہ سب اگلتا ہوا وہ اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگا تھا۔

جو بچپن سے لے کر اب تک اپنے مالک کا وفادار نہیں ہوا وہ میرا وفادار ہونے کی بات کر رہا ہے تمہیں میں بیوقوف نظر آتا ہوں۔عارفین کے مسکراتے چہرے کو دیکھ مظہر کے لبوں پر کمینگی مسکراہٹ رینگی تھی۔

جانتا تھا میں تم اتنی جلدی میری باتوں میں نہیں، آنے والے اس لیے پلین بی سوچا ہوا تھا میں نے۔

عارفین نے پیشانی پہ بل لیے اس دیکھا۔

جانتا ہے ایس ایس پی پہلے تیرا بھائی مرے گا، پھر تیرا باپ۔ عارفین نے اسے دیکھ نفی میں گردن ہلائی جس پر وہ مزید گویا ہوا۔

اور انہیں کون مارے گا تو، پہلے خود کی جان تو بچا لے۔

اور سب سے مزے دار بات جس بیوی سے تو اتنی محبت جتا رہا تھا ناں اس کی ذات کی دھجیاں اڑائی جائیں پھرررر۔ دونوں لب آپس میں پیوست کیے عارفین نے اس ٹانگ پر گولی چلائی تھی جس پر کرلاتا ہوا وہ زخمی مسکراہٹ لیے اس دیکھتا رہا۔

تجھے میری شفا کو بیچ میں نہیں لانا چاہیے تھا عارفین جیلانی سب برداشت کر سکتا ہے مظہر الٰہی مگر اپنے گھر والوں پر اٹھی غلیظ نظر نہیں براداشت کرتا ۔شعلہ بار نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے عارفین نے اس کے دل کے مقام پر گن تانی تھی۔

میری شفا پر گندی نظر رکھنے والوں کی نظریں نوچ لونگا میں، غور سے دیکھ لے میرے چہرے کو مظہر الٰہی یہ چہرہ تو قیامت تک نہیں بھولے گا۔
خونخوار لہجے میں کہتا ہوا وہ مظہر کے چہرے کے پھیلی مسکراہٹ دیکھ کر

مزید
خونخوار ہوا تھا۔

یہ بات تو اپنے اوپر کر لے ایس ایس پی۔جوتوں کے اندر اڑکائی ہوئی گن نکال کر عارفین پر تان گیا تھا۔

تو تو یوں نہیں سمجھے گا لاتوں کے بھوت باتوں سے کہاں سمجھتے ہیں۔ سیکنڈ کے تاخیر کیے بنا دونوں طرف سے ایک ساتھ گولیاں چلی تھی جو عارفین کے بائیں ہاتھ کی بازوں کو چیرتی ہوئی نکلی تھی وہیں مظہر الٰہی کا مردہ وجود زمین پر ڈھیر ہوا تھا۔

اپنے زخمی ہاتھ کو لیے عارفین دروازے کی سمت بڑھا تھا وہیں دروازہ کھلتے ہی دانیال نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

کیا لگا تھا تجھے مر گیا میں یا پھر یہ سوچ کر دکھی ہو رہا تھا کہ جوان بہن بیوہ ہو گئی۔ عارفین کے لبوں پہ پھیلی زخمی مسکراہٹ دیکھ دانیال نے اسے گلے لگایا تھا۔

بے غیرت ڈیش۔۔۔۔انسان۔اس کی پیٹھ پر چیت رسید کرتا ہوا دانیال نم آنکھوں سے مسکرایا تھا۔

مر گیا ہے اسے اٹھالیں اور یہ چیپ ہے اس میں اشفاق نیازی کے خلاف تمام ڈیٹا موجود ہے۔اپنی بازوں پر لگے زخم سے بہتے خون پر دباؤ دیتا ہوا وہ اس سے الگ ہوا تھا۔

تجھے گولی لگی ہے۔سیلف ڈیفنس میں مرا ہے وہ زخمی تو ہونا بنتا تھا میرا بھی۔ سب ہی کے اندر جانے پر عارفین نے اپنے بازو سے بہتے خون کو دیکھا تھا۔

دانیال تم عارفین کو ہاسپٹل لے کر جاؤ یہاں ہم دیکھ لیں گے۔ڈی سی صاحب کے کہنے پر عارفین اجازت لیتا ہوا وہاں سے نکلا تھا۔

تو مر بھی سکتا تھا آج عارفین۔ مرا تو نہیں ناں بس یہ سوچ کر خوش ہو جا میرے یار۔ سیٹ کی پشت پر سر رکھے ہوئے وہ آنکھیں موند گیا تھا شفا سے ہوئی باتوں کو سوچ وہ کرب سے مسکرایا تھا۔

جمالِ یار سے آنکھوں میں عکس بنتا ہے
عکس جب روح میں اترے تو نقش بنتا ہے
واعظو آو! میں سمجھاؤں رقص کی تشکیل
روح جب وجد میں آئے تو رقص بنتا ہے

دکھ کا تو نہیں پتا مجھے مگر شفا بھی نہیں رہے گی عارفین سر۔" سرد آہ بھرتا ہوا وہ خود سے مسکرایا تھا جس کی مسکراہٹ دانیال سے مخفی نہیں رہی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○

ابھی تک نہیں آئے ہیں عارفین سر۔شفا کی پر نم آنکھیں دیکھتی ہوئیں اس کے ساتھ بیٹھی ہوئیں ردا بیگم کا حال بھی اس کے جیسا ہی تھا مگر وہ ماں تھیں جو صبر کا پکڑے ہوئے تھیں۔

عارفین کا فون مسلسل آف جا رہا تھا وہیں دانیال، سرفراز صاحب ان کے نمبر بھی مل کر نہیں دے رہے تھے۔

تم ایسے رونا پیٹنا ڈال رہی ہو جیسے عارفین مر۔۔اپنی زبان کو لگام دو امرحہ، تمہاری ہر بات قابل برداشت نہیں ہے جسے ہم خاموشی سے سن لیں۔ردا بیگم کے غصے سے غرلانے پر امرحہ پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔

مما میں۔۔۔کچھ نہیں سننا مجھے تم سے اپنے کمرے میں جاؤ تم۔پہلی بار ردا بیگم کو اس قدر غصے میں دیکھ امرحہ وہاں سے گئی تھی وہیں شفا کے آنسو میں اضافہ ہوا تھا۔

تم رونا بند کرو شفا کچھ نہیں ہو گا ہمارے عارفین کو۔اسے خود سے لگاتی ہوئیں وہ ہاتھ میں پکڑی تسبیح کو نم آنکھوں سے دیکھ گئیں تھیں۔

ooooooooooooo

نرس کتنا گہرا زخم ہے۔ان سب کے جانے کے بعد عارفین نے راز سے استفادہ کیا۔

شکر ہے سر کہ گولی چھو کر نکلی ہے، زیادہ نقصان نہیں ہوا۔اس کے مسکرا کر کہنے پر عارفین نے منہ کے زاویے بگاڑے اسے دیکھا تھا۔

مطلب زخم گہرا نہیں ہے۔ چڑ کر پوچھتے عارفین کو دیکھ وہ پریشان ہوئی تھی

۔

گہرا ہے پر زیادہ نہیں ہے سر، جتنے آپ بہادر ہیں آپ چند دنوں میں ریکور کر لیں گے۔ مسکراتے لہجے میں کہتی ہوئی وہاں سے گئی تھی۔

میں تین دن ریسٹ کروں گا۔عارفین نے حکمانا انداز اپنائے ہوئے کہا۔

تم تین دن کیوں پورا ویک ریسٹ کر سکتے ہو ویسے بھی اشفاق نیازی کے خلاف تم نے جو ثبوت اکھٹے کیے ہیں، اب اشفاق تک پہنچنے کے لیے تمہارا

فٹ ہونا زیادہ ضروری ہے۔ کمشنر سرفراز کے تحمل سے کہنے پر بینڈ تیج کر کے جاتی ہوئی نرس کو دیکھنے لگا تھا وہیں سرفراز صاحب بھی وہاں سے نکلے تھے۔

بہت شکریہ سر۔ پہلے اپنے زخم کو اور پھر وہاں کھڑے دانیال کو دیکھتا ہوا عارفین کھڑا ہونے لگا تھا کہ دانیال فوراً سے اس کی مدد کے لیے آگے بڑھا تھا۔

بہت شکریہ پر اب تو بھی گھر جا بھابھی انتظار کر رہی ہو نگی تیرا۔ اس کی مدد سے انکار کرتا ہوا وہ خود سے اٹھنے لگا تھا۔

چلا جاؤں گا پہلے تجھے گھر ڈراپ کر دیتا ہوں تیرے گھر والے بھی پریشان ہو رہے ہونگے۔ رات کا ایک بجتے دیکھ دانیال نے فکر سے کہا تھا۔

شمن ہے ناں وہ چھوڑ آئے گا گھر مجھے۔اس نے مسکرا کر کہا۔

دیکھ لے جو تجھے مناسب لگے۔ مناسب ہی ہے یار چل شاباش گھر جا۔اس کا شانے پر تھپتھپکتے ہوئے وہ آگے بڑھا تھا۔

عارفین۔دانیال کے پکارنے پر گردن مڑ کر اسے دیکھتا ہوا وہ سوالیہ انداز میں بھنویں آچکا گیا تھا۔

شفا سے اپنی محبت کا اظہار کر دینا،تا کہ اس کے دل میں بھی تمہارے لیے محبت بیدار ہو جائے۔ مسکرا کر اثبات میں گردن ہلاتا ہوا وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

ooooooooooooooo

شفا،، ششششششش ابھی سوئی ہے آواز نا کریں۔ زید جیلانی کے ہلکی سی آواز پر اسے پکارنے پر بھی ردا بیگم نے انہیں مزید بولنے روکا تھا۔

عافی گھر آرہا ہے۔ان کی آہستگی سے کہنے پر ردا بیگم نے تشکر سے آنکھیں بند کی تھیں۔

کیسا ہے وہ ٹھیک تو ہے ناں کب آئے گا وہ گھر۔ دروازہ بند کرتی ہوئیں وہ بے چینی سے پوچھ گئی تھیں۔

ہاں ٹھیک ہے بازو پر گولی لگی ہے بس آنے والا ہے۔ سیٹنگ ایریا میں جاتے ہوئے وہ دل ہی دل میں شکر خدا کا کلمہ پڑھتے نہیں تھکے تھے۔

عافی تم ٹھیک ہو ناں۔ دس منٹ کے انتظار کے بعد بلآخر وہ گھر پہنچا تھا کہ زید جیلانی نے اسے گلے لگایا تھا۔

ٹھیک ہوں میں بابا، ایسی نجانے کتنی گولیاں کھائی ہوئی ہے میں نے پچھلے سال جو سینے پر لگی تھی شرٹ اتار کر اس کا نشان دیکھاؤں آپ کو۔ مسکرا کر کہتے ہوئے عارفین نے شفا کی تلاش میں متلاشی نظریں دوڑائیں تھیں جو اسے کہیں بھی نہیں دکھی تھی۔

تم نے تو ہماری جان ہی نکال دی تھی۔ ردا بیگم کے نم لہجے میں کہے شکوے پر وہ مسکرایا تھا۔

وہاں سب ہی تھے سوائے اس کے جس کی اسے تلاش تھی۔

یہ سب ہوتا رہتا ہے ماں، ڈرنے والی کیا بات ہے اس میں اور آپ کو کس نے بتایا تھا۔انہیں خود سے لگائے آہستگی سے چلتا ہوا وہ پوچھ گیا تھا جبکہ دل نے اس جان جہاں کو دیکھنے کی خواہش کی تھی۔

تم نے جانتے تمہیں دیکھ کر بہت سکون ملا ہے ہمیں عافی۔جہانگیر کے پوچھنے پر وہ اثبات میں گردن ہلاتا ہوا مسکرایا تھا۔
جبکہ جہانگیر کے برابر میں کھڑی ہوئی امرحہ نے مہذا اسے دیکھا تھا۔

شفا نے بتایا تھا کہ تم ٹھیک نہیں ہو اور دیکھو وہ سہی کہہ رہی تھی تم ٹھیک نہیں تھے۔اس کے زخمی بازو کو دیکھتی ہوئیں وہ نم آنکھیں لیے اس کی پیشانی چوم گئی تھیں۔

شفا نے، پر وہ خود کہاں ہے۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہوئے وہ بلآخر پوچھ ہی گیا تھا۔

سارا دن تمہارے لیے دعائیں کرتی ہوئی روتی رہی ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آنکھ لگی ہے۔ آنسو صاف کرتی ہوئی وہ شفا کو سوچ کر مسکرائی تھیں۔

روتی رہی ہے اچھا کیا آپ نے اسے سلا دیا۔ لب دبائے ہوئے زخم سے اٹھتی ٹھیس پر ضبط کر رہا تھا۔

تم کچھ کھاؤ گے عافی۔ ردا بیگم نے محبت سے پوچھا تھا۔

نہیں آرام کروں گا بس، ان کی پیشانی پر عقیدت سے بوسہ دیتا ہوا وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھتی سیڑھیوں کی سمت بڑھا تھا۔

جہانگیر عافی کو کمرے میں چھوڑ آؤ۔عارفین نے انہیں مسکرا کر دیکھا تھا۔

گولی میرے بازو پر لگی ہے ٹانگوں پر نہیں میں چل سکتا ہوں آپ لوگ آرام کریں خوامخواہ آپ لوگ پریشان ہو گئے ہیں۔اس کے انکار کرنے پر جہانگیر نے اسے گھورا تھا جس پر وہ اس کی مسکراہٹ اچھالتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔

تکلیف میں ہے مگر ہم پر ایسے ظاہر کر رہا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ جہانگیر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے زید جیلانی اس کے ضبط کو سہرا گئے تھے۔

چلو تم بھی آرام کرو مجھے بھی کیس کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا ہے۔ ان کے کہنے پر جہانگیر اثبات میں گردن ہلاتا ہوا امرحہ کے ساتھ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○

کمرے کے ادھ کھلے دروازے کو حیرت سے دیکھتے ہوئے عارفین نے ابھی کمرے میں قدم رکھے ہی تھے شفا اچانک سے آکر اس کے گلے لگی تھی جس کی اچانک افتاد پر وہ سانس روک گیا تھا۔

اپنے ہاتھ اس کے گرد پھیلاتا ہوا وہ درد سے کرلایا تھا مگر کہاں فرق پڑا تھا اس درد سے اسے تو فقط سکون ملا تھا شفا کی اس قدر نزدیکی سے جسے محسوس کرتا ہوا وہ محفوظ کن مسکرایا تھا۔

آپ بہت برے ہیں عارفین سر۔اپنے آنسوؤں سے اس کی شرٹ بھگوتی ہوئی وہ عارفین کو سکون بخش رہی تھی۔

اتنا برا ہوں پھر بھی میری فکر میں سارا دن روتی رہی ہو اور جب تمہیں پتا چل گیا تھا کہ میں آگیا ہوں تب بھی مجھ سے ملنے نیچے نہیں آئیں تم۔اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے عارفین کے لبوں پر شکوہ آن ٹھہرا تھا۔

ہاں کیونکہ میں ناراض تھی آپ سے۔اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑے ہوئے وہ بھرائی آواز میں بولی تھی جس پر وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

اچھا تو ناراضگی گلے لگ کر بھی جتائی جاتی ہے یہ تو مجھے آج پتا چلا ہے۔
عارفین کے شرارت بھرے جملے پر وہ ہوش میں آئی تھی اور اس دور ہونے لگی تھی جس پر عارفین نے اس کے گرد اپنا حصار مضبوط کیا تھا۔

اگر تمہارا ناراضگی جتانے کا یہ انداز ہے تو مجھے بہت اچھا لگا ہے۔ شرم سے لب کاٹتی ہوئی وہ اس کی بات پر نظریں جھکائے ہوئے تھی۔

آہہہہ۔ اس کی گرفت میں مچلتی ہوئی وہ عارفین کے بینڈیج ہوئے بازو کو بلکل فراموش کر گئی تھی۔

درد ہو رہا ہے آپ کو سوری عارفین سر۔۔ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی اس کے بازو کر ہاتھ رکھتی ہوئی منمنائی تھی۔

پہلے درد دے رہی ہو پھر سوری کیوں کر رہی ہو۔اس درد سے زیادہ اس کا دل دکھا تھا شفا کا اس طرح خود سے دور ہونا اسے کہاں برداشت ہوا تھا۔

میرا ارادہ آپ کو تکلیف پہنچانے کا نہیں تھا۔آنکھوں میں آنسو لیے وہ عارفین کے بازو پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی تھی۔

کوئی بات نہیں۔اس کی پر نم آنکھوں کو دیکھ وہ مسکرا کر بولا تھا۔

اللہ کرے گندی موت مرے وہ شخص جس نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے ۔شفا کے بد دعا دینے پر وہ مسکرایا تھا۔

گندی موت کا تو کچھ پتا نہیں مگر مر ضرور گیا ہے، اگر وہ نا مرتا تو مجھے تو مرنا ہی تھا آج اس کے ہاتھوں فل تیاری کے ساتھ آیا تھا بیچارہ۔ شفا کے دوبارہ سے گلے لگانے پر وہ لب دبائے آنکھیں بند کر گیا تھا۔

آپ کو کچھ نہیں ہو سکتا، میں نے اتنی ساری دعائیں کی تھیں۔ اس کے سینے پر سر رکھے وہ بول رہی تھی کہ اس کے ہلتے لبوں نے عارفین کے دل کی دھڑکنیں منتشر کی تھیں۔

ردِ وحشت کے لیے میں نے جلائی لیکن
اِتنی خاموش ہے آتش کہ دُھواں گونجتا ہے
تُجھ کو شِکوہ ہے ترا نام مرے لَب پہ نہیں
کان سِینے سے لگا، دیکھ یہاں گونجتا ہے

ہم کیا ساری رات یہاں گزاریں گے۔شفا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو دنیا جہاں کی محبت اپنی آنکھوں میں سمائے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔شرارت سے کہتا ہوا وہ بنا شفا کی مزاحمت کے اسے خود سے الگ کر گیا تھا۔

آئیں آرام سے۔اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے وہ اس سے زیادہ آہستہ چل رہی تھی۔

ہمارے درمیان کے پردے کہاں گئے؟بیڈ پر بیٹھتے ہی عارفین نے پوچھا تھا۔

مما آئی تھیں ہمارے کمرے میں۔ پھر۔۔اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

انہوں نے پردے دیکھے تو مجھ سے پوچھا کہ کیوں لگائے ہیں۔دونوں ہاتھوں کو انگلیاں آپس میں الجھائے ہوئے وہ تمہید باندھنے کی سعی کرنے لگی تھی۔

پھر کیا جواب دیا تم نے۔اپنی شرٹ اتارتا ہوا وہ ضبط سے لب دبائے ہوئے تھا۔

میں نے کہا میں آپ سے ناراض تھی اس لیے۔اس کے سامنے آکر رکتی ہوئی وہ اسے تکلیف میں دیکھ کر غمزدہ ہو رہی تھی۔

اب کیا ہوا ہے شفا؟ میں تمہارے سامنے ہوں وہ بھی بلکل ٹھیک اب رونے کی کیوں تیاری پکڑ لی ہے تم نے۔ شرٹ کے نیچے پہنی ہوئی ہاف سلیوز بلیک ٹی شرٹ میں ملبوس عارفین نے ٹھہر کر اسے دیکھا تھا۔

میں ہیلپ کر دوں آپ کی۔ شفا کی نم آنکھوں میں دیکھتا ہوا وہ مبہم سا مسکرایا تھا۔

بڑی مہربانی ہو گی تمہاری۔ سیدھا ہو کر بیٹھتا ہوا وہ اس کے قریب آنے پر اپنے اندر امڈتے جذباتوں پر قابو پائے ہوئے تھا۔

مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنی صفائی سے جھوٹ بول لیتی ہو۔ آہستگی سے اس کی شرٹ اتارتی ہوئی وہ عارفین کو ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

میرا مطلب ہے تم کیسے مما کو جھوٹ بول کر کنویس کر گئیں یار۔شفا نے
گھور کر اسے دیکھا جو لب بھینچے ہوئے تھا۔

آہہ کیا کر رہی ہو۔اس کے زخم پر دباؤ دیتی ہوئی وہ خاموشی سے اپنا بدلہ
لے گئی تھی۔

میں جو سب سے جھوٹ بول رہی ہوں ناں صرف آپ کی وجہ سے۔
میری وجہ سے۔اس نے انگشت کی انگلی اپنی سمت کیے پوچھا تھا۔

ہاں نا آپ کانٹریٹ میرج کا کہتے نا میں ہاں کرتی نا مجھے سب سے جھوٹ
بولنا پڑتا۔آنکھوں میں نمی لیے وہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔

آپ کی وجہ سے میں جھوٹی بن کر رہ گئی ہوں ہر وقت آپ کے اپنے رشتے کا جھوٹ بولتی رہتی ہوں آپ کا کیا ہے خود تو آپ ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں اس جھوٹ کو سارا ٹائم میں فیس کرتی ہوں۔ دو مہینے گزر چکے تھے اور وہ آج اس پر برس رہی تھی۔

تو پھر ختم کر دیتے ہیں اس کانٹریکٹ کو۔ شبنمی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی وہ اس کے ہلکا سا کھینچنے پر اس کے چوڑے سینے سے ٹکراتی ہوئی عارفین کے سینے سے جا لگی تھی۔

نہیں ہو سکتا۔ پلکیں جھکائے ہوئے وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔

کیوں نہیں ہو سکتا۔ شفا کے چہرے کو محبت سے دیکھتا ہوا وہ افسردگی سے پوچھ گیا تھا۔

میں کبھی اپنی زبان سے پیچھے نہیں ہٹتی۔ چاہے پھر سامنے والا مر ہی کیوں نا جائے۔ شفا نے تڑپ کر اسے دیکھا جو چہرے پر سنجیدگی طاری کیے ہوئے تھا۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ ایسی ہی باتیں کر رہا ہوں جیسی تم سننا چاہتی ہو۔ اسے بیڈ پر چھوڑ وہ ڈریسنگ روم کی سمت بڑھا تھا جبکہ شفا وہیں بیٹھی ہوئی دیکھتی رہ گئی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○

اس ہی کی وجہ سے سب مسئلے مسائل ہو رہے ہیں ناں نا یہ رہے گا اور ہی کوئی مسئلے ہونگے۔ کانٹریکٹ پیپرز کو اس کے سامنے لہراتے ہوئے عارفین نے چبا کر کہا تھا۔

کیا کر رہے ہیں آپ ؟ اس کے دوبدو کھڑی ہوتی ہوئی وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی تھی جو اپنا ہر درد بھلائے بس اس کانٹے کو اپنی زندگی سے نکال باہر کرنے کا مضبوط ارادہ کیے ہوئے تھا۔

وہ ہی جو مجھے ٹھیک لگ رہا ہے، میرا اور تمہارا رشتہ کسی پیپر کا محتاج نہیں ہے شفا نا تھا نا ہے اور ہی کبھی ہو گا کیونکہ ایسا میں ہونے ہی نہیں دونگا، لو آج یہ قصہ ختم۔ پیپرز کے ایک ساتھ کئی ٹکڑے کرتا ہوا وہ سکون کی سانس خارج کر گیا تھا جبکہ شفا اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

اب بولو۔اس کے قریب آتا ہوا وہ اس کی ویسٹ میں ہاتھ ڈال کر اسے خود کے قریب کر گیا تھا۔

کلکیا بولنا ہے مجھے۔عارفین کے سخت عمل پر وہ گھبراہٹ کا شکار ہوئی تھی
۔

کچھ مت بولو تم آج صرف میں بولوں گا اور تم سنو گی۔ان دونوں کے درمیان ایک انچ بھر کا فاصلہ بھی نہیں رہا تھا۔
لمحوں کی تاخیر کیے بنا وہ اس کے لبوں پر میٹھی سی جسارت کر گیا تھا۔

یہ آپ غلط کر رہے ہیں۔عارفین کی نزدیکیوں پر شفا کے وجود میں لرزش پیدا ہوئی تھی آنکھوں میں نمی لیے وہ روہانسی ہوئی۔

کیا غلط کر رہا ہوں وہ پیپر پھاڑ کر میں نے کچھ غلط نہیں کیا جو پیپرز مجھے میری بیوی کے قریب آنے سے روک رہے ہیں ہمارے درمیان ان دیکھی دیوار کے مانند حائل ہیں انہیں پھاڑ کر میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ عارفین کے سخت گیر لہجے پر وہ اسے دیکھنے تک سے گریزاں ہوئی تھی۔

آپ رولز توڑ رہے ہیں۔ عارفین کو اپنے چہرے پر جھکتے دیکھ وہ منمنائی تھی

۔

میں نے کانٹریکٹ پیپرز پھاڑ کر پھینک دیئے ہیں اور تم اب بھی رولز کی بات کر رہی ہو۔ اس کی معصومیت پر وہ جی جان سے مسکرایا تھا۔

پر میں نے نہیں پھاڑے میں ابھی بھی ان پیپرز کو ماننے پر قائم ہوں۔ عارفین کے مسکراتے لب سمٹے تھے ساتھ ہی شفا پر سے اس کی گرفت

ڈھیلی پڑی تھی وہیں شفا نے سکون کا سانس لیا تھا اور دو قدم پیچھے ہوئی تھی

۔

میری نظروں میں ان کانٹریکٹ پیپرز کی ویلیو اس ہی دن گر گئی تھی جس دن میری آنکھوں میں تمہارا عکس لہرایا تھا شفا بگٹی، میں نے اس ہی دن سے ان کی پاسداری کرنی چھوڑ دی تھی، نجانے کتنی میں نے خود کو تمہارے قریب آنے سے روکا ہے چھوٹی سی جسارت سے ہی خود کو معطر کیا ہے مگر اب اور نہیں، میں اپنی بیوی سے مزید دور نہیں رہ سکتا۔ ہونک بنی ہوئی عارفین کو سنتی ہوئی وہ دنگ رہ گئی تھی کہ عارفین نے دوبارہ سے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔

آپ نے پھاڑے ہیں میں نے نہیں، میرے پاس اس کی فوٹو کاپیز موجود ہیں۔ اس کی گرفت میں وہ مچلتی ہوئی دبی دبی آواز میں غرلائی۔

تم کانٹریکٹ پر چلنا بھئی میں پراپر شوہر بن کر رہوں گا اب تمہارے ساتھ۔
اس کے گال پر شدت سے لب رکھتا ہوا وہ اسے اسٹل کر گیا تھا۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تم کانٹریکٹ کے رولز نبھانا میں اپنے شوہر ہونے کے سارے فرض نبھاؤں گا جب میں شوہر ہونے کے سارے فرائض نبھاؤں گا تو تم پر فرض ہو جائے گا بیوی ہونے کے سارے فرض نبھانے، ویسے تو تم ہر اچھی بیوی والے کام کرتی ہو میرا ہر کام خود سر انجام دیتی سوائے اس کے۔ بنا اسے کوئی موقع دیئے اس کے لبوں پر جھکتا ہوا وہ شریر ہوا تھا وہیں شفا اسے دور کرنے کی کوشش میں تھک کر اس کی شرٹ کو مضبوطی سے جکڑ گئی تھی۔

مجھے خود سے دور رہنے کی بات مت کرنا شفا، میں اتنا شریف ہوں نہیں جتنا دکھتا ہوں جتنی تمہاری بات مانتا ہوں اتنا کافی ہے۔اس کی پیٹھ سہلاتا ہوا وہ ٹھوڑی اس کے سر پے ٹکائے ہوئے تھا۔

غلط ہے یہ آپ نے کانٹریکٹ میرج کا کہا تھا۔نم لہجے میں بولتی ہوئی وہ اس کی بے باکیوں سے بچنے کی سعی میں وہ اس کے سینے پر سر رکھے گئی تھی۔

میں نے کہا تھا تو میں ہی اس کانٹریکٹ کو ختم کر رہا ہوں شفا بے بی۔اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا ہوا وہ ذو معنی انداز میں بولا تھا۔

میں آپ کی بے بی نہیں ہوں۔اوکے شفا بے بی۔چڑ کر کہتی ہوئی وہ اس سے دور ہوئی تھی کہ عارفین کے زخم میں ٹھیس ہوئی تھی۔

زخمی ہو کر تو چھچھورے پن پر اترے ہیں آپ دکھ گئی ناں چوٹ۔ نرم گرم لہجے میں ڈانٹتی ہوئی وہ روہانسی ہوئی تھی۔

آج میں نے موت کو بہت قریب سے دیکھا ہے شفا، اگر آج بھی تم سے محبت کرنے کا اظہار نا کرتا تو پھر کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

محبت۔ بے یقینی سے پوچھتی ہوئی وہ عارفین کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ کو دیکھتی ہوئی اپنے بے ربط دھڑکتے دل پر ٹھنڈی پڑی تھی۔

دل دھڑکتا ھے تو ڈر سا لگتا ھے

کوئی سن نہ لے میری دھڑکنوں میں نام آپ کا

محبت کرتا ہوں تم سے ، تب ہی تو تم سے یہ کانٹریکٹ میرج کی تھی ورنہ جو شخص شادی سے بھاگتا آیا ہو وہ اچانک سے شادی کرنے کے لیے تیار ہو جائے ایسے تو نہیں ہوتا ناں سب ، تمہاری چاہ نے ، تمہاری محبت نے مجھے شادی کرنے پر مجبور کیا۔ شفا کی پر نم آنکھوں میں دیکھتا ہوا وہ مخمور لہجے میں بول رہا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○

فرمان سوئے ہوئے ہو۔ نیم اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں داخل ہوتی ہوئی فریال نے کمرے میں چھائے سناٹے سے جو اخذ کیا تھا وہ ہی سوال کر کے پوچھ لیا تھا۔

جن سے ان کی محبت چھین لی جائے کیا ان پر نیند کی دیوی مہربان ہوتی ہے آپی؟ فرمان کی غمزدہ آواز پر فریال نے گہری سانس خارج کی تھی اور ساتھ ہی کمرے کی لائٹس آن کرتی ہوئی اس کی سمت بڑھی تھی جو نیچے بیٹھا ہوا سر بیڈ پر سر ٹکا ہوئے تھا۔

کیا مجنوں بنے ہوئے ہو تم، تمہارے بھائی آنے والے اور انہیں تمہاری آمد کا پتا چل گیا ہے چلو شاباش جلدی سے فریش ان اپ ہو جاؤ۔اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتی ہوئی وہ عام سے انداز میں بولی تھی جیسے وہ کسی بات سے واقف ہی نا ہو۔

بھائی۔ سرخ آنکھیں لیے وہ فریال کو دیکھ کر زخمی سا مسکرایا تھا۔

پتا ہے آپی جب دل ٹوٹتا ہے تو انسان نا زندہ لوگوں میں شامل رہتا ہے اور نا ہی مردہ لوگوں میں، بس سانس لینے والی مخلوق میں اس کا شمار ہو کر رہ جاتا ہے۔لب دبائے مسکراتا ہوا وہ ترچھی نظر خاموش کھڑی فریال پر ڈال گیا تھا۔

فرمان اب شفا کے بارے میں سوچنا چھوڑ دو، میں سمجھی تھی تم سمجھدار ہو مگر نہیں تم تو بیوقوف نکلے جو اس طرح ایک لڑکی کی محبت میں اپنا حال خراب کر کے بیٹھے ہو۔فریال نے اسے غصے سے ڈپٹا تھا جس پر وہ لب بھینچے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

ہمیں معلوم ہے محبت میں

گزارے کس طرح سے ہوتے ہیں

ہمارا تھا وہ پر اب نہیں ہے

خسارے اِس طرح سے ہوتے ہیں

میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں آپی جو محبت نا ملنے پر اپنی زندگی کو برباد کردوں، میں ان میں سے ہوں جو اپنی محبت کو حاصل کیے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتے، مجھ سے یہ توقع ہرگز مت رکھئیے گا کہ میں شفا کو بھول بھال کر زندگی میں آگے بڑھ جاؤنگا۔ فریال نے تعجب سے اپنے بھائی کو دیکھا تھا جس کا لہجے جس کے طور اطوار بلکل بدلے ہوئے تھے وہ کہیں سے بھی ہنستا مسکراتا فرمان نہیں لگ رہا تھا وہ تو کوئی اور ہی شخص تھا جس کا لہجہ اس کے انداز اس فرمان سے بدل الگ تھے۔

میں شفا سے محبت کرتا ہوں اور اس ہی سے محبت کرتا رہوں گا۔ جیکٹ بیڈ پر پھینکتا ہوا وہ پنجوں کے بل گھما تھا۔

ایک اور بات شفا کو صرف میرا ہونا ہے یہ بات آپ جتنی جلدی ہو سکے اپنے دماغ میں بیٹھا لیں۔ فریال نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا جس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔

بکواس بند رکھو اپنی میرا سسرال ہے یہ۔ فریال نے غصے سے دانت دبائے ہوئے کہا۔

بے فکر رہیں صبح ہوتے ہی آپ کے سسرال سے چلا جاؤ نگا میں دوبارہ تب آؤ نگا جب یہ میرا بھی سسرال بن جائے گا۔ تنفر سے کہتا ہوا وہ باتھروم میں بند ہوا تھا۔

یہ لڑکا کچھ غلط نا کر بیٹھے، دانیال کو بتاؤں یا نہیں۔ پریشانی سے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتی ہوئی وہ وہاں سے نکلی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○

اب بھی اس زخمی عارفین کے دل پر اپنی محبت کی مرہم نہیں رکھو گی۔ عارفین کے اظہار محبت پر وہ سرشار ہوئی تھی اس آنکھوں میں اپنے لیے محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیکھتی شفانروس ہوئی تھی جسے عافی نے بخوبی محسوس کیا تھا۔

محبت۔ہاں محبت کروگی مجھ سے تک بھی اتنی ہی محبت جتنی میں تم سے کرنے لگا ہوں۔اس کے ہاتھوں پر لب رکھتا ہوا وہ اس کے جواب کا منتظر ہوا تھا۔

محبت ایسے ہو جاتی ہے جیسے آپ کو مجھ سے ہوئی ہے۔ آنکھوں میں نمی لیے وہ معصومیت سے پوچھ گئی تھی۔

ہاں ہو جاتی ہے میں ہوں ناں تمہیں محبت کرنا سیکھا دونگا۔ شفا نے نم نگاہیں جھکائی تھیں۔

آپ سیکھائیں گے، آپ تو اپنی زبان پر بھی قائم نہیں رہتے۔ شفا کے ٹونٹ پر وہ مسکرایا تھا۔

میری زبان میرے قریبی رشتوں کے سامنے قائم نہیں رہتی، پر تمہیں محبت پر نالایا تو میرا نام عارفین جیلانی نہیں۔ شفا کے مسکرانے پر وہ پر سکون ہوا تھا۔

دل اس شخص کی باتوں پر ایمان لانے کو بے تاب ہوا تھا جسے دیکھ کر شفا نے محبت جیسے خوب جذبے کو محسوس کیا تھا آج وہ ہی شخص اس کی محبت کا دعویدار بنا ہوا تھا وہ کیسے نا اپنی قسمت پر رشک کرتی ہوئی نم پلکیں جھپکاتی ہوئی وہ شرم سے سرخ ہوئی تھی۔

تم میری میری چاہ نہیں ہو تم میرا سکون ہو جسے دیکھ کر عارفین جیلانی مسرت کے لمحات کو محسوس کرتا ہے، شفا عارفین جیلانی ہو تم، میری ہو تم ۔عارفین کو بے یقینی سے دیکھتی ہوئی وہ اس محبت لٹاتی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کرتی ہوئی دونوں لب سختی سے بھینچے ہوئے تھی۔

عارفین سر رر۔اپنے پیروں پر کھڑے رہنا اسے محال لگا تھا اوپر سے عارفین کی بڑھتی جسارتیں اسے پلکیں اٹھانے سے بھی عاری کیے ہوئے تھیں۔

مجھے نہیں پتا تھا جب محبوب سامنے ہو تو واقع ہی انسان بے باک ہو جاتا ہے ۔شفا کے لرزتے ہوئے وجود کو خود سے لگاتا ہوا وہ پر سکون سا ہوا تھا۔

پڑھتا رہتا ہوں میں یہ چاند چہرہ
اچھی لگتی ہے یہ کتاب مجھے

تمہیں نہیں پتا شفا میں نے نجانے کتنے پہر ان لمحوں کو سوچنے میں صرف کیے ہیں۔اس کے سینے پر سر رکھے ہوئے وہ آنکھیں موندے ہوئے تھی۔

عاارفین۔۔۔ سررر۔۔اپنی ویسٹ پر اس کی رینگتی ہوئی انگلیوں سے گھبراتی ہوئی وہ منمنا اٹھی تھی۔

ٹیک یور ٹائم شفا، جب تک میرے یہ زخم بھر نہیں جاتے جب تک کا وقت ہے تمہارے پاس، ویسے تم جو مجھ سے اتنا گھبرا رہی ہو اس سب کا تو تمہیں اول روز سے پتا تھا، پھر اتنی معصوم کیوں بن رہی ہو۔ شرارت سے اس کی ناک دباتا ہوا وہ شفا کے چہرے پہ بکھرے کہکشاں کے رنگوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

میں معصوم ہوں۔ چڑ کر کہتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

اچھا تو پھر وہ تمہاری بڑی مما اور فریال بھابھی تمہیں جو کچھ سمجھا رہی تھیں اور تم خاموشی سے سن کر گردن ہلا رہیں تھیں ویسے کیا کچھ سمجھا رہی تھیں وہ تمہیں۔ دونوں ہاتھ اس کی ویسٹ پر رکھے وہ جان بوجھ کر انجان بنا تھا۔

وووہ۔۔۔مجھے تو کچھ یاد نہیں ہے۔اس نے شانے اچکائے اور عارفین سے دور ہوئی۔

کوئی بات نہیں وقت دے رہا ہوں تمہیں اچھے سے بیٹھ کر سب یاد کر لینا۔ گھبراہٹ سے شفا کی پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں نمودار ہوئیں تھیں۔

اس دن میں کچھ نہیں سنوں گا اور وہ جو کانٹریکٹ پیپرز کی کاپیز ہیں وہ پھاڑ کر پھینک دینا ورنہ میں تو پھاڑ ہی دونگا۔اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوا وہ دلفریبی سے مسکرایا تھا۔

مجھے نیند آرہی ہے۔سو جاؤ جتنے دن سکون سے سونا ہے اس کے بعد تو تمہاری نیند بھی میری سکون بھی میرا اور تم بھی میری۔بنا عارفین کو دیکھے وہ بیڈ کی سمت بھاگی تھی۔

اسے خود سے بھاگتے دیکھ عارفین کا جاندار قہقہہ کمرے میں گونج اٹھا تھا۔

شفا کے برابر میں لیٹتا ہوا وہ اسے خود کے قریب کر گیا تھا۔

ششششش یہاں سر رکھو اور چپ چاپ سو جاؤ۔ لب کاٹتی ہوئی وہ عارفین کو دیکھنے لگی اور الٹا اس کے حکم پر وہ جی جان سے کانپ اٹھی تھی۔

شفا۔ شفا کو اپنے سینے پر سر رکھ کر سونے کا کہتا ہوا وہ اس کا منتظر ہوا تھا۔

شفا میں انتظار کر رہا ہوں خود سے لیٹ جاؤ ورنہ میں بہت طریقے سے پیش آؤنگا۔ عارفین کی دھمکی پر لب کاٹتی ہوئی وہ بھرائی آنکھوں سے اسے

دیکھتی ہوئی لیٹی ہی تھی کہ عارفین نے اس کے گرد بازوں حائل کیے تھے

۔

اپنی نزدیکیوں سے دور مت کرنا مجھے

میرے پاس جینے کی وجہ بہت کم ہے

دوبارہ مجھے کہنا نا پڑے۔آنکھیں موندے ہوئے وہ حکمانہ انداز میں بولا تھا

جس پر وہ سمیٹ کر رہ گئی تھی۔

OOOOOOOOOOOOOO

تیری موجودگی کا جو یہ احساس ہے

کاش یہ خواب نا ہو میرا

مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا، یہ شادی کانٹریکٹ میرج تھی اور رہے گی جس دن میرے بابا سجائے گے میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ نیند میں بھی وہ اس کے دور ہونے کے خیال سے بے چین ہو کر اٹھا تھا۔

کیا ہوا عارفین سر؟ کن سوچو میں گم ہیں آپ۔ عارفین کے سامنے ہاتھ لہراتی ہوئی وہ اسے ہوش کی دنیا میں لائی تھی۔

کچھ نہیں، اگر یہ خواب تھا تو بہت برا تھا۔ خود سے بڑبڑاتا ہوا وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔

لائیٹس آف کر دوں۔ شفا نے بغور اسے دیکھا۔

ہاں مرضی ہے تمہاری۔ گم سم سا وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔

کسی چیز کی ضرورت ہو تو آپ مجھے اٹھا لیجئے گا۔ مسکرا کر کہتی ہوئی وہ اس کے برابر میں لیٹی تھی اور لیٹتے ہی چت ہوئی تھی وہیں عارفین کی آنکھوں سے تو جیسے نیند روٹھ گئی تھی۔

کاش یہ خیال نا ہوتا، لیکن جتنا میں آسان ہو گا جتنا میں سمجھ رہا ہوں، تمہیں اتنا تو میں سمجھ چکا ہوں۔ اپنے دکھتے سر کو دباتا ہوا وہ اپنی بے صبری کو سوچ کر شدید بدمزہ ہوا تھا۔

OOOOOOOOOOO

کیسی طبعیت ہے عافی کی اب۔ بریک فاسٹ کرتے جہانگیر نے فکر سے پوچھا۔

سویا ہوا ہے ابھی تک۔ شفا کو بریک فاسٹ لگاتے دیکھ ردا بیگم نے جواب دیا تھا۔

شفا بچے آپ بھی کھانا کھالیں۔ زید جیلانی کے بولنے پر وہ مسکرائی تھی۔

آپ لوگ کھائیں میں عارفین سر کو دیکھ کر آتی ہوں۔ عاجزی سے کہتی ہوئی وہ وہاں سے گئی تھی۔

ساری غلطی تمہاری ہی عارفین جیلانی کیا سوچ کر یہ کانٹریکٹ میرج کا بیج بویا تھا اچھی خاصی شادی ہو رہی تھی لیکن نہیں تمہیں تو عادت ہے ناں ہمیشہ

سیدھے کام کو ٹھہرے طریقہ سے انجام دینے کا لواب بھگتو، اس حالت میں جہاں بیویاں اپنے شوہروں کی خدمتیں کرتی نہیں تھکتی تم بیوی ہونے کے باوجود بھی چھڑے بن کر رہ گئے ہو۔ اپنی ٹریسنگ کرتا ہوا وہ غصے سے آگ بگولہ ہوا تھا۔

کیا جاتا تمہارا عارفین صاحب جو کل رات تم اسے کہہ دیتے تم کہ تمہیں یہ شادی نبھانی ہے، مگر نہیں تم تو بس خیالی دنیا میں خوش ہو، تو رہو خوش پر خدا کے لیے مجھے بخش دو۔ دونوں ہاتھ جوڑے وہ شیشے میں ابھرتے اپنے عکس کو دیکھ کر غصے سے بول رہا تھا کہ ڈور ناک ہونے پر سیدھا ہو کر بینڈ تج کرنے لگا۔

آپ اٹھ گئے۔ اندر آتی شفا نے پوچھا۔

نہیں سویا ہوا ہوں۔ جلے بھنے ہوئے انداز میں جواب دیتا ہوا وہ اپنے کام میں مصروف رہا۔

میں کر دوں۔ وہ آگے بڑھی تھی۔

کل رات والے عارفین اور صبح والے عارفین میں دن رات کا فرق تھا۔

نہیں بہت شکریہ شفا بگٹی، یہ سارا بکھیڑا میں نے بکھیرا ہے تو سمیٹنا بھی مجھے ہی پڑے گا۔ شفا نے نا سمجھتی سے اسے دیکھا تھا۔

رات سے آپ عجیب بی ہیو کر رہے ہیں سب ٹھیک ہے ناں۔ آنکھیں بند کیے وہ خود کو کام ڈاؤن کرتا ہوا وہ اپنے دکھتے سر کو تھام گیا تھا۔

مجھے خود نہیں پتا مجھے کیا ہو رہا ہے، میں کرنا کچھ چاہ رہا ہوں کر کچھ رہا ہوں اور ہو کچھ اور ہی رہا ہے۔اپنے اندر چلتی جنگ سے عاجز آتا ہوا بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔

کیا ہوا ہے۔اس نے مزید استفسار کیا۔

شفا کل میں نے یہ کہا کہ میں کانٹریٹ میرج سے تھک گیا ہوں تو تم نے کچھ کیوں نہیں کہا۔شفا نے لب آپس میں پیوست کیے اسے دیکھا۔

آپ نے مجھے وقت دیا تھا سوچنے کا تو پھر۔اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑا۔

سوچنے کا وقت نہیں دیا میں نے تمہیں خود کو قبول کرنے کا وقت دیا ہے، مگر اب مجھے لگ رہا ہے میری لائف میں کچھ سیٹ نہیں ہو گا۔اس کے لہجے میں چھپے خوف کو محسوس کرتی ہوئی شفا اس کے پاس آن بیٹھی تھی۔

کیوں لگ رہا ہے۔اس کے شانے پر سر رکھتی ہوئی وہ عارفین کی گھبراہٹ پر بے سکون ہوئی تھی۔

اگر تمہیں کسی نے مجھ سے چھین لیا تو۔اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے وہ اس پر اپنا خوف عیاں کر گیا تھا۔

آپ ایسا ہونے دیں گے۔اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

ہمم یہ ہی تو میں کہوں عارفین جیلانی جس کی دی گئی زبان پتھر کی لکیر ہوتی ہے وہ اپنی بیوی کو کسی اور کا ہونے دے سکتے ہیں۔اس کے بازو کو پکڑتی ہوئی مسکرائی تھی۔

تمہارے معاملے میں سب الٹ ہو رہا ہے۔وہ بے بسی سے بولا۔

تو بس پھر ہم بھی سب الٹ الٹ کر کے چلیں گے۔وہ ہنسی تھی۔

ویسے آپ اتنے ڈرپوک ہیں تو نہیں پھر یہ ڈر کہاں سے ڈرانے آگیا آپ کو ۔شفا نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

تم جو صبح صبح کمرے سے غائب ہو گئی تھیں بس اس نے ہی خوفزدہ کر دیا مجھے۔اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑے وہ آہستگی سے بولا۔

میں بریک فاسٹ بنانے گئی تھی،اور آپ کو چھوڑ کر جانا ہوتا ناں تو آپ سے شادی ہی نا کرتی۔اس نے جتاتے ہوئے کہا۔

آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں نے آپ سے کانٹریکٹ میرج کیوں کی۔
عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اس لیے کی کیونکہ مجھے پتا تھا ایک نا ایک دن یہ کانٹریکٹ والی شادی محبت والی شادی میں ضرور بدلے گی۔وہ محبت سے اسے دیکھتا ہوا گہرا مسکرایا۔

اور بھی یہ پتا تھا نا کبھی بابا مجھے لینے آئیں گے اور نا ہی کبھی ہماری شادی ختم ہو گی۔عارفین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

مطلب تم نے ڈبل گیم کھیلی میرے ساتھ۔اس نے حیرت سے پوچھا۔

نہیں بس آپ کی انا کو برقرار رکھنے کے لیے کیا اور مجھے بھی وقت چاہیے تھا آپ کو سمجھنے کے لیے۔اس کی ناک دباتی ہوئی وہ شرارت سے گویا ہوئی تھی۔

جان لیا۔ہمم بہت اچھے سے جان لیا ہے تو پلیز اب ڈر نکال کر باہر پھینکیں کہ میں کہیں جاؤں گی اب تو ساری زندگی آپ کو مجھے جھیلنا ہے۔آنکھوں میں محبت لیے وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

میں نے سب کچھ برباد کر دیا ہے ناں شفا۔دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لیے وہ افسردگی سے گویا ہوا تھا۔

جس پر شفا نے لب بھینچے اسے دیکھا۔

مگر میں اب سب ٹھیک کر دونگا۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

کیا تم میرے لیے دوبارہ سے دلہن بنو گی پور پور صرف میرے لیے سجوں گی۔ مخمور لہجے میں کہتا ہوا وہ اس کے صبیح چہرے کو حفظ کرنے لگا تھا۔

آپ کی ہر خواہش سر آنکھوں پر۔ اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی مس کرتی ہوئی وہ دلفریبی سے مسکرائی تھی۔

دنیا کی ساری خوشیاں تمہارے قدموں میں لا کر رکھ دونگا، تمہیں اتنی محبت دونگا کہ محبت کو جلن محسوس ہو گی۔ اس کی نم آنکھوں کو عقیدت سے چومتا ہوا وہ اس خود سے لگا گیا تھا۔

جہاں محبت ہو وہاں کھونے کا خوف نا ہو یہ کیسے ممکن ہے۔

oooooooooooo

دانیال اور فریال عارفین کی طبیعت کا پوچھنے کی غرض سے آج جیلانی ہاؤس میں موجود تھے وہیں ان کے ساتھ آئے فرمان کو دیکھ جہاں شفا کو خوشگوار حیرت نے آن گھیرا تھا وہیں عارفین کو اس کی موجودگی کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی۔

یہ اچانک سے تم کہاں سے نمودار ہو گئے فرمان زمانی۔ مسکرا کر پوچھتے ہوئے عارفین اس کے ساتھ بغلگیر ہوا تھا۔

میں تو ہمیشہ سے تھا عارفین جیلانی۔ مقابل کے تند و تیز لہجے پر عارفین نے اپنے دانت دبائے تھے۔

کبھی سنا تو نہیں تمہارے بارے میں خیر! یہ بات تم کہہ رہے ہے تو مان لیتا ہوں مگر اب تک کی کہانی میں تمہارا ذکر تک نہیں تھا تو تم بوتل کے جن کی مانند میری اور شفا کی زندگی میں کیوں آن ٹپکے ہو۔ لبوں پر مسکراہٹ سجائے عارفین نے دانت دبائے کہا۔

میں اس کہانی کے اول روز سے نا سہی مگر اختتام سے ضرور جڑا ہوا ہوں عارفین جیلانی۔ اس کی بات عارفین قہقہ لگا گیا تھا۔

ویل سیڈ، مطلب تم تو بڑے منجھے ہوئے کھلاڑی لگ رہے ہو۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا عارفین دوستانہ انداز اپنا گیا تھا۔

میں اس کہانی کا ہیرو ہوں اور تم یقیناً ولن اور یہ کیسے ممکن ہے بھلا کہ ہیرو کو شکست مل جائے اور ولن سکندر کہلوائے۔ عارفین کے کہنے کی دیر تھی فرمان کے پپ سمٹے تھے۔

میں تمہاری اس سو کولڈ کہانی کو پھاڑ کر پھینک دونگا عارفین جیلانی۔ عارفین کی مسکراتے چہرے کو دیکھ وہ کلس اٹھا تھا۔

اور تمہیں یہ کس نے کہہ دیا کہ میں تمہیں ایسا کرنے دونگا فرمان زمانی، نفرت اور محبت کی جنگ میں ہمیشہ محبت جیتتی آئی ہے۔ پر اعتمادی سے کہتے ہوئے فرمان کی نظریں مسکراتی ہوئی شفا پر ٹھہری تھیں۔

غلط بات نا شفا تم سے محبت کرتی ہے اور نا میں تمہیں نفرت کے قابل سمجھتا ہوں تو پلیز خود کو اتنی اہمیت نا دوں کہ اپنی ہی کہی بات پر تمہیں شرمندہ ہونا پڑے فرمان زمانی۔ فرمان کے چہرے کو اپنی طرف کرتا ہوا ضبط سے گویا ہوا۔

چلو تم نا مانو۔ فرمان نے کہا اور وہاں سے چلتا بنا جبکہ عارفین اسے دیکھ کر لب دبائے کافی دیر تک وہیں کھڑا ہوا سوچوں میں گم تھا کہ شفا کے پکارنے پر وہ مسکرایا تھا۔

میرے بارے میں سوچ رہے تھے۔ دونوں ہاتھ پیچھے کی سمت باندھے ہوئی وہ شرارت سے بولی۔

تمہارے علاوہ کوئی اس قابل ہے کہ اسے سوچا جا سکے۔ حسب توقع جواب پاتی ہوئی شفا نظریں جھکا گئی تھی۔

ویسے کیا باتیں ہو رہی تھیں فرمان سے۔

ایسے ہی، وہ بتا رہا تھا کہ تم دونوں کتنے اچھے دوست رہ چکے ہو۔ تفتیشی نظروں سے شفا کے بے تاثر چہرے کو دیکھتا ہوا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

دوست کو پتا نہیں پر ہاں جب جب وہ آتے تھے وہ اچھا ٹائم اسپینڈ ہو جاتا تھا۔ آہستگی سے کہتی ہوئی شفا نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔
وہ ہمیشہ میری بات پر ہامی کرتے تھے جو کھاتی تھی وہی کھالیا کرتے تھے مطلب کہ انھوں کی کوئی چوائس نہیں ہوتی تھی، فرینڈز ایسے تھوڑی نا ہوتے۔ روانگی سے کہتی وہ عارفین کو دیکھ کر بول رہی تھی۔

مطلب دوست نہیں تھے تم دونوں۔عارفین نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

بھابھی کے بھائی ہیں تو بات اچھے سے کرنی پڑتی تھی ورنہ میرا صرف ایک بوائے فرینڈ رہا ہے۔آنکھیں گھماتی ہوئی وہ رخ موڑ گئی تھی۔

بوائے فرینڈ۔اسے دھچکا ہی تو لگا تھا بوائے فرینڈ سن کر۔

ہاں بوائے فرینڈ۔پلکیں جھپکتی ہوئی وہ معصومیت سے بولی۔

تمہارا بوائے فرینڈ ہے۔اس کے سامنے آتے ہوئے عارفین کڑے ضبط سے استفسار کیا تھا۔

ہاں ہے۔عارفین کے سپید پڑتے چہرے کو دیکھتی بمشکل اپنی مسکراہٹ پر ضبط کیے ہوئی تھی۔

تم نے کبھی بتایا نہیں۔کچھ توقف بعد عارفین نے پوچھا تھا۔

آپ کو نہیں پتا۔لب دبائے عارفین نے نفی میں گردن ہلائی۔

شفاعارفین آجاؤ بیٹا کھانا لگ گیا ہے۔ردا بیگم کی آواز پر شفا کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

کہیں نہیں جانے والی ہو تم پہلے بتاؤ کون ہے تمہارا ابوائے فرینڈ۔شفا کا ہاتھ پکڑے ہوئے وہ سختی سے بولا تھا۔

کیوں بتاؤں آپ کو۔ کمر پر ہاتھ رکھتی ہوئی وہ شرارت سے کہتی ہوئی عارفین کی سرخ آنکھوں میں دیکھتی ہوئی اس کی کیفیت کو محسوس کرتی ہوئی لب تر کرنے لگی تھی۔

میری ضبط مت آزماؤ شفا، جلدی بولو کون ہے تمہارا بوائے فرینڈ، کیا وہ ابھی تک تمہارا بوائے فرینڈ ہے۔ وہ جس ضبط سے پوچھ رہا تھا یہ صرف وہ جانتا تھا شفا ہے جواب کو سننے کے لیے اس نے اپنے اندر بے تحاشا ہمت پیدا کی تھی وہ کمزور نہیں پڑنا چاہیے تھا چاہے اس کا جواب کچھ بھی ہو۔

اگر وہ چاہیں تو ساری زندگی کے لیے میرے بوائے فرینڈ بن کر رہ سکتے ہیں مجھے کوئی پروبلم نہیں ہو گی۔ عارفین نے اپنے لب سختی سے آپس میں پیوست کیے تھے۔

مطلب اب تک تم اس کے ساتھ کانٹیکٹ میں ہو۔اس نے اثبات میں گردن ہلائی وہیں عارفین کو کھلی ہوا ہونے کے باوجود سانس لینے میں دشواری پیش آئی تھی۔

بس کانٹیکٹ میں تو اس سے ہر روز ملتی ہوں۔ مسکرا کر کہتی ہوئی وہ عارفین کے چہرے کو محبت سے دیکھ رہی تھی۔

تم اس سے ملتی بھی ہو، تم میرے بیوی ہو شفا تم۔۔۔وہ کہتا ہوا لب دبا گیا۔

میں آپ کی بیوی ہوں مگر اس سے پہلے میں آپ کی دوست ہوں عارفین سر اور میرے اکلوتے بوائے فرینڈ آپ ہی تو ہیں، اپنے آپ سے جیلس

نہیں ہوا کرتے۔عارفین کے لبوں پر مسکراہٹ درآتے دیکھ وہ محبت سے بولی تھی۔

صرف میں۔ہاں صرف آپ۔اس کا ہاتھ پر دباؤ دیتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

تم نے تو میری جان نہیں نکال دی تھی۔میٹھا سا شکوہ کرتا ہوا اپنے بالوں میں ہاتھ چلانے لگا تھا۔

میں نے کہا تھا ناں آپ کو اب آپ کو مجھے ساری زندگی جھیلنا ہے،مجھے جھیلنا اتنا آسان تھوڑی ہے۔شرارت سے کہتی ہوئی عارفین کے ساتھ چل دی تھی۔

جھیلنا کیا ہوتا ہے، میں تو اپنی ساری زندگی تمہیں سمجھنے میں صرف کرنے کو تیار ہوں بے بی گرل۔ شفا کے گہرے ڈمپل پر محبت بھری ثبت سے نوازتا ہوا وہ شریر ہوا تھا۔

ایس ایس پی عارفین جیلانی نہیں ہیں آپ، چھچھورے عارفین جیلانی بن گئے ہیں۔ شرم سے نگاہیں جھکائے ہوئی شفا نے خفگی سے کہا۔

ابھی تو تم نے میرا چھچھوراپن دیکھا ہی نہیں ہے اور ابھی سے طے کر لیا کہ میں چھچھوراپولیس والا ہوں۔ مسکرا کر کہتے ہوئے عارفین نے شفا کے گھورنے پر دانتوں کی نمائش کی تھی۔

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے میں نے کہا چہرا تیرا

آپ شاعر بھی بن گئے ہیں۔عارفین کی سرگوشی پر وہ جذب کے عالم میں مبتلا ہوئی تھی۔

پہلے نہیں تھا مگر اب تمہاری محبت میں بنتا جارہا ہوں۔اثبات میں گردن ہلاتی ہوئی اب کی بار وہ محض مسکرائی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○

یہ لیں مما مٹھائی کھائیں اور عارفین تک بھی لو۔امرحہ نے مٹھائی سے بھری پلیٹ عارفین کے سامنے کی جس نے پیشانی میں بل لیے گلاب جامن اٹھایا تھا۔

کس خوشی میں مٹھائی کھلائی جارہی ہے۔شفا کو گلاب جامن دیتا ہوا وہ امرحہ کو دیکھنے لگا جس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔

ماشاءاللہ سے میری بہن امبر رشتہ فکس ہو گیا ہے،چاند سالڑکا ڈھونڈ نکالا ہے امی نے ہماری امبر کے لیے۔
جتا کر کہتی ہوئی وہ عارفین کو جلانے کی غرض سے بولی۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ پھر یہ ساری مٹھائی کھانے کا حق صرف میرا ہے آخرکار میرے زندگی سے امبر نامی بلا توٹلی۔ویسے بھابھی جان آپ یہ کیسے بھول گئی ہیں چاند میں بھی تو داغ ہوتا ہے۔اس کے انداز میں کہتا ہوا امرحہ کو آگ لگا گیا تھا۔

میری بہن تمہارے لیے بلا کیسے ہو گئی اور تم امبر کو بد دعا دے رہے ہو

۔ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے امرحہ بھن کر بولی۔

ارے بھابھی جان میری یہ مجال میں تو بس بتا رہا ہوں سیاہ آسمان کو بلآخر اس کے حصے کا چاند مل ہی گیا، اور اب وہ ستاروں کی جھلملاہٹ کو دیکھ افسردہ نہیں ہو گا،

رہی بات بلا کی تو ویسے ہی جیسے آپ ہر وقت مجھے اور میری بیوی کو دیکھ دیکھ کر کلستی رہتی ہیں، اب کم از کم اس کی شادی ہو جائے گی تو ہمیں تو سکون ملے گا آپ کی حاسد بھری نظروں اور انگارے نکالتی زبان سے۔ مسکرا کر کہتا ہوا بنا لحاظ کے گویا ہوا۔

عارفین اب بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ امرحہ نے خاموش بیٹھی ردا بیگم کو دیکھا

۔

ارے بھابھی جان ابھی تو میں نے کچھ کہا کہ نہیں ہے اور آپ کی بس ہو گئی چلیں خیر کوئی بات نہیں، ویسے لڑکا کیا کام کرتا ہے۔امرحہ کی گھوری کو اگنور کرتا وہ مزید گویا ہوا۔

ویسے جو بھی کرتا ہو کرنی تو اسے زن مریدی ہی ہے، آپ کی بہن ہے آپ سے چار ہاتھ آگے ہی ہو گی۔اسے چھیڑنے میں آج عارفین نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

تم سے تو کم ہی ہونگے دنیا میں جورو کے غلام، جب سے زخمی ہوئے ہو جب دیکھو اپنے کمرے میں پائے جاتے ہو، کمرے سے نکلتے ہو تو بیوی کے پیچھے پیچھے چلتے پھرتے دیکھائی دیتے ہو۔اب کی بار شفا کی نظریں شرم سے جھکی تھیں اور عارفین کے لبوں پر شریر مسکراہٹ رینگی تھی۔

اووتو جلن ہو رہی ہے آپ کو بھابھی جان، کہ آپ کے علاؤہ بھی کوئی لڑکی ہے جس کا شوہر اس کا غلام بن رہا ہے یا میں کچھ زیادہ ہی اچھا لگتا ہوں شفا کے پیچھے چلتا ہوا۔ امرحہ نے غصے سے اسے دیکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کوئی بات نہیں اپنے بہنوئی کو کہہ دیجیئے گا مجھ سے آکر زن مریدی کی کلاس لے لے فری آف کاسٹ دونگا آپ کی قسم۔ مسکرا کر چنگاری لگاتا ہوا وہ وہاں سے گیا تھا وہیں امرحہ کی غصے سے بھری نظروں کا سامنہ شفا نے کیا تھا۔

oooooooooooooo

کیوں فضول میں آپ بھابھی کو تنگ کرتے ہیں۔ کمرے میں آتے ہی شفا نے افسوس سے اسے دیکھا جو ایل ڈی ان کیے ہوئے مزے سے مووی انجوائے کر رہا تھا۔

مزہ آتا ہے۔ سرسری سی نظر اس پر ڈال کر وہ مووی دیکھنے لگا۔

کسی کو تنگ کر کے بھی مزہ آسکتا ہے میں تو یہ سن کر ہی حیران ہو جاتی ہوں۔ بکھرے ہوئے کمرے کو دیکھ وہ صاف کرنے لگی تھی۔

تمہیں ابھی تک نہیں پتا چلا۔ اس نے مڑ کر اسے دیکھا جو بیڈ شیٹ سیٹ کرنے میں مصروف تھی۔

نہیں کیونکہ میں نے آج تک کسی کو پریشان نہیں کیا اور تنگ کرنا کسے کہتے ہیں مجھے تو وہ آپ کو دیکھ کر پتا چلا ہے، بات بے بات آپ بھابھی کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ مسکراتی ہوئی شفا کو دیکھ لب بھینچے ہوئے تھا۔

ڈاکٹر کے پاس کب جانا ہے۔ شفا کے سوال پر وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

کچھ پوچھا ہے میں نے عارفین سر۔ اس کے بال بگاڑتی ہوئی وہ اس کے پاس سے گزری تھی۔

تم تنگ آگئی ہو مجھ سے۔ جواب کے جگہ سوال کرنے پر اس نے عارفین کو رک کر دیکھا۔

آپ سب ہی پولیس والے شکی کیوں ہوتے ہیں۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ مسکرا کر بولی۔

سب کا تو نہیں پتا مگر میرا سین ہی کچھ ایسا ہے۔اس نے معصومیت سے کہا۔

اور کیا سین ہے آپ کا۔ٹیبل پر رکھی بکس اٹھاتی ہوئی وہ گہرا مسکرائی۔

میری بیوی مجھ سے محبت نہیں کرتی ناں۔اس کے ہاتھ سے بکس لے کر رکھتا ہوا وہ اس کے گرد حصار باندھ گیا تھا۔

اور آپ کو یہ الہام کب ہوا۔عارفین کی اچانک افتاد پر وہ سہمی تھی مگر اگلے ہی پل وہ خود کو پر سکون کرتی ہوئی مسکرائی۔

جب جب تم مجھ سے دور رہتی ہو، کبھی میری جانب پیش قدمی کر کے تو دیکھو پھر تمہیں پتا چلے گا، جن سے محبت کی جاتی ہے ان کا مقام کہاں ہوتا ہے۔

کہاں ہوتا ہے۔ عارفین کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی وہ شرارت سے مسکرائی تھی۔

یہاں ہوتا ہے۔ شفا کے ہاتھ کو دل کے مقام پر رکھتا ہوا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

یہاں کیا ہوتا ہے۔ شفا کے سوال پر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

یہاں پہلے دل ہوا کرتا میرا مگر اب یہاں تم ہو۔اس کے شرم سے سرخ ہوئے چہرے کو بغور دیکھتا ہوا وہ گھمبیر لہجے میں کہتا ہوا اسے مزید خود کے قریب کر گیا تھا۔

تمہیں میرا سکون بنا کر میری زندگی میں بھیجی گئی ہو شفا بگٹی اور مجھے میرا سکون اس دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔اس کی پیشانی کو عقیدت سے چومتا ہوا اپنے اندر اترتے سکون کو محسوس کرتا مسکرایا تھا۔

میں بس اب اس کے دن کے انتظار میں ہوں جس دن تم میری بن کر خود میرے پاس آؤ گی۔اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی مس کرتا شریر ہوا تھا۔

OOOOOOOOOOOO

شام بھی خوب ہے پاس محبوب ہے
عاشقی کے لیے اور کیا چاہیے

گنگناتے ہوئے عارفین کی آواز امرحہ کو دیکھ اونچی ہوئی تھی۔

ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا عارفین کو کام پر ناجاتے ہوئے آج بھی وہ ٹی وی لاونج میں بیٹھا ہوا میوزک سنانے میں مگن تھا کہ اپنے روم سے نکلتی امرحہ کو دیکھ وہ شرارت سے گنگنایا جس پر امرحہ نے ترچھی نظر اس پر ڈالی اور آگے کو بڑھی۔

بھابھی جان چائے ملے گی۔اسے خاموشی سے جاتے عارفین کو کہا برداشت ہوا تھا۔

کیوں تمہاری بیوی کے ہاتھوں پر مہندی لگی ہوئی ہے۔اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

تو پھر اسے ہی کہو وہ ہی بنا کر دے گی تمہیں میں کسی کی ملازم نہیں ہوں اس گھر کی بڑی بہو ہوں میں۔چڑ کر کہتی ہوئی عارفین کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ وہ غصے سے دیکھ گئی۔

ارے بھابھی جان آپ کو نہیں بنانی تو منع کر دیں پر میری بیوی کو بیچ میں مت لائیں۔
چھوٹی سی تو بیوی ہے میری اس سے چائے کا کہوں گا تو شرم نہیں آئے گی مجھے۔لفظوں پر زور دے کر کہتا ہوا وہ امرحہ کے بگڑتے زاویوں کو دیکھ مسکرایا تھا۔

اچھا۔ کمر پر ہاتھ ٹکائے وہ حیرت سے بولی۔

ہاں بھئی چھوٹی سی، حساس سی بیوی ہے ناں میری اب وہ کچن میں جائے گی ، کہیں اس کا ہاتھ نا جل جائے فکر رہتی ہے مجھے اس کی۔" چہک کر کہتا ہوا وہ مسکرایا وہیں امرحہ نے بھن کر اسے دیکھا۔

بڑے تم تو جہانگیر پر باتیں بناتے تھے جورو کا غلام کہتے نہیں تھکتے تھے اب اپنا حال دیکھا ہے۔
دونوں ہاتھ کمر پر وہ تیز طرار عورتوں کی مانند بولی۔

وہ جورو کے غلام تھے میں تو پکا زن مرید ہوں بھابھی جان، جو مزہ زن مریدی میں ہے وہ دنیا میں کسی چیز میں نہیں ہے ویسے میں تو کہتا ہوں جب کبھی امبر کے لیے لڑکا آپ لوگ دیکھیں اسے میرے پاس ٹیوشن کے لیے

بھیج دینا ایسی زن مریدی کی شاگردگی دونگا نا آپ مجھے دعائیں دیتی نہیں تھکیں گی۔ دونوں ہاتھ پاکٹ میں دیئے وہ اسے چڑتے دیکھ مزے سے بولا
۔

توبہ توبہ نہایت ہی بے غیرت ہو تم۔ وہ ڈھٹائی سے مسکرایا۔

زن مرید ہونا بے غیرتی کب سے ہو گیا بھائی بھی تو ایک طویل عرصے سے آپ کی مریدی میں ہیں۔ امرحہ نے غصے سے اسے گھورا۔

ویسے بھابھی جان ایک فری کی ایڈوائس دوں آپ کو۔ امرحہ نے اسے تاسف سے دیکھا۔

آپ پر ترس آرہا ہے اس لیے دے ہی دیتا ہوں، مجھ پر اور میری بیوی پر توجہ دینے سے بہتر ہے آپ تھوڑی توجہ اپنا شوہر پر ڈالیں کہیں یہ نا ہو آپ کا پلو چھوڑ کسی دوسری کے پلو نا پکڑ لیں۔ آہستگی سے کہتا ہوا امرحہ کی پیشانی پر ابھری شکنوں کو دیکھ لب بھینچ گیا تھا۔

میں فری کی ایڈوائس کسی کو نہیں دیتا بھابھی جان آپ کو دے رہا ہوں تھوڑا احتیاط برتیں۔ شانے آچکا کر کہتا ہوا وہاں سے گیا تھا۔

یہ کہنا کیا چاہ رہا تھا۔ عارفین کی پیٹھ دیکھتی ہوئی وہ صحیح معنوں میں سوچ میں پڑی تھی اگر عارفین نے اس سے سنجیدگی سے کوئی بات کی ہے وہ جھوٹ تو نہیں ہو سکتی تھی مگر جہانگیر بھی اسے کبھی دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔
ان ہی سوچوں میں الجھتی ہوئی وہ جہانگیر کو کال ملا گئی تھی جو آج صبح سے گیا ہوا تھا اور اس کی واپسی کی اسے تو کیا گھر میں کسی کو بھی خبر نہیں تھی۔

ooooooooooooooo

یار تم دیکھ لو ناعافی مجھے آنے میں دیر ہو جائے گی۔ بیڈ پر کتابیں پھیلائے بیٹھی شفا پر سرسری سی نظر ڈال کر وہ کمرے میں داخل ہو ہی رہا تھا کہ جہانگیر کی کال پک کرتا ہوا وہ وہیں دروازے پر رک گیا تھا۔

میں کیا دیکھ لوں بھائی، آپ کی بیگم اور میری بھابھی جان کی آج تک نہیں بنی ہے اور آپ کہہ رہے میں انہیں جا کر یہ کہوں کہ آپ کو آنے میں دیر ہو جائے گی کیونکہ آپ کیس کے سلسلے میں الجھے ہوئے ہیں۔ سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ دروازے سے ہی واپس ہوا تھا۔

شام سے کال کر کر کے مجھے پریشان کیا ہوا ہے اس نے، ویڈیو کالز کر رہی ہے بار بار تنگ آگیا ہوں یار عافی اس لیے کہہ رہا ہوں مجھے کام کرنا ہے پلیز اسے ایک بار جا کر کہہ دو۔

کہ میں دو بجے تک آجاؤں گا۔اب عارفین اسے کیا ہی کہتا امرحہ کی کالز کرنے کے پیچھے وہ خود ہی تھا جس نے اسے جہانگیر پر نظر رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔

دیکھتا ہوں مگر آپ کوشش کریں بارہ بجے تک آنے کی ورنہ میرے ہاتھ کھڑے ہیں۔ جہانگیر سوچ میں پڑا۔

اوکے میں بارہ بجے تک گھر آجاؤں گا تم جا کر اسے سمجھاؤ۔

اوکے میں دیکھتا ہوں بھابھی جان کے ساتھ میں بھی آپ کا انتظار کروں گا ۔شرارت سے کہتا ہوا وہ کال ڈسکنیٹ کرتا جہانگیر کے کمرے کی سمت بڑھا تھا۔

سلام بھابھی جان، بھائی تھوڑی دیر تک آجائیں گے۔دروازہ ناک کرتا ہوا عارفین باہر ہی کھڑا ہوا تھا۔

عارفین اندر آسکتے ہو تم۔امرحہ کی بھرائی آواز پر عارفین نے اسے بغور دیکھا۔

آپ رو رہی تھیں۔امرحہ کی سرخ آنکھیں دیکھ وہ حیرت سے دوچار ہوا تھا ۔

نہیں کیا کہہ رہے تھے جہانگیر تم سے۔امرحہ کا لہجہ آج اس کے ساتھ الگ تھا شادی کے کچھ عرصے تک وہ عارفین کے ساتھ ایسے ہی نرم لہجے میں بولتی آئی تھی اور آج اتنے عرصے بعد وہ نرم گوئی کرتی عارفین کو حیران کر گئی تھی۔

کہہ رہے ہیں بارہ بجے تک آجائیں گے۔اس نے آہستگی سے جواب دیا۔

شکریہ۔معیز کے بالوں میں ہاتھ چلاتی ہوئی وہ پھیکا سا مسکرائی تھی جس پر عارفین امرحہ کو دیکھ وہاں مزید نہیں رکا تھا۔

کیا کر رہے تھے آپ یہاں۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے شفا نے تفتیشی نظروں سے اسے دیکھا وہیں عارفین اس اچانک آمد پر ڈر کر دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

ڈرا ہی دیا تھا تم نے تو لڑکی۔ آگے بڑھتا ہوا وہ مسکرا کر بولا۔

آپ نے بتایا نہیں۔ شفا نے دوبارہ سے پوچھا۔

جہانگیر بھائی کا پیغام دینے گیا تھا بھابھی کو مگر وہ مجھے آج سیڈ لگ رہی تھیں کیا کر سکتے ہیں اپنے ہی اعمال ہیں۔ اس نے کہتے ہوئے شانے اچکائے۔

مطلب۔ اس نے ناسمجھی سے پوچھا جس عارفین نے اسے مڑ کر دیکھا۔

مطلب میں تمہیں کمرے میں چل کر بتاؤں گا۔ اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ گہرا مسکرایا تھا۔

بتائیں۔ کمرے میں آتے ہی شفا نے تجسس سے پوچھا۔

ادھر بیٹھو میرے سامنے۔اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے وہ شفا کو اپنے روبرو بیٹھتا ہوا ہلکا سا مسکرایا۔

پتا ہے تمہیں بھابھی اور بھائی کی لو میرج ہوئی تھی۔شفا نے اثبات میں گردن ہلائی۔

کیسے ہوئی تھی جہانگیر بھائی کو بھابھی سے محبت۔شفا نے تجسس سے پوچھا۔

ہم سب پھوپھو کے ہاں گئے تھے فاروق بھائی کی شادی میں، وہیں مایوں کی رات جہانگیر بھائی اور بھابھی جان کا زبردست تصادم ہوا یہ تو کہنے کی بات

ہے کہ تصادم ہوا مگر میں یہ یقین سے کہتا ہوں کہ بھابھی جان بوجھ کر بھائی سے ٹکرائی تھیں۔

پھر کیا ہوا تھا۔عارفین کے پریقین لہجے پر شفا مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی تھی ۔

پھر کیا ہوا معافی تلافی ہوئی اور پھر ساری شادی میں بھائی اور وہ ساتھ ساتھ ہی دیکھائی دینے کے ساتھ ساری زندگی کی وعدے قسمیں کھالی گئیں ۔افسوس سے کہتا ہوا وہ مسکرا بھی نہیں سکا تھا۔

پھر بھابھی آپ کے ساتھ ایسے کیوں بات کرتی ہیں۔شفا نے سوچ کر پوچھا ۔

ایک امبر سے شادی نہیں کی دوسرا شادی کے کچھ عرصے بعد ہی میری نقط چینی کرنے کی عادت پر وہ چڑ گئیں اور اب تک چڑ رہی ہیں۔ وہ شرارت سے بھرپور قہقہ لگاتا ہوا شفا کو مسکرانے پر اکسا گیا۔

تمہیں بتانے کا مقصد پتا ہے کیا ہے۔ شفا نے نفی میں گردن ہلائی۔

جہانگیر بھائی بھابھی کو محبت سے لائے تھے کیونکہ وہ انہیں اچھی لگی تھیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ مجھے لگتا ہے ان کی محبت میں اضافہ ہونا چاہیے تھا لیکن بھابھی نے اپنی ماشاءاللہ خوبصورت زبان سے وہ محبت چند سالوں میں ہی کہیں دور کونے جا سلائی۔ شفا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا جو اس کا نام چھوڑ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گیا تھا۔

مرد سب کچھ برداشت کرلیتا ہے صرف اپنی بیوی کی زبان برداشت نہیں کر پاتا پھر وہ دوسری راہ اختیار کرتا ہے کہیں اور سکون تلاش کرنے میں لگ جاتا ہے۔دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

دوسری راہ مطلب دوسری شادی، جہانگیر بھائی دوسری شادی کر رہے ہیں ۔شفا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

نہیں۔عارفین نے نفی میں گردن ہلائی اور شفا کے چہرے کے رنگ فق ہوتے دیکھ وہ لب دبا گیا۔

دوسری شادی وہ مرد کرتے ہیں مرد جن کی بیویاں ان کی ضروریات کا خیال نہیں کرتی ان کی فکر نہیں کرتی،بیوی کو چاہیے کہ جب شوہر کام سے تھک کر گھر آئے تو تھوڑا سا تیار ہو کر اس کے سامنے آئے،پانی کا پوچھے پھر

محبت سے اس حال احوال پوچھے نا کہ اس کے آتے سسرال والوں کی برائیاں لے کر بیٹھ جائے، ایسے میں شوہر کے دل میں جتنی بھی محبت ہوتی ہے وہ سب ختم ہو جاتی ہے۔

اب کی بار شفا کی آنکھوں میں حیرت گھلی تھی۔

یہ سب آپ مجھے کیوں بتا رہیں ہیں۔اس نے حیرت سے پوچھا۔

تم مجھے اپنا سر کہتی ہو۔اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اس لیے، اور میں بھی تم سے یہ ہی سب چاہتا ہوں، جب میں کام سے آؤں تم میرے لیے تیار ہو، پانی کا پوچھو پیار بھری باتیں کرو۔ مخمور لہجے میں کہتا ہوا وہ اس کے ہاتھوں کو محبت سے تھام گیا تھا۔

تو کیا میں نہیں کرتی ایسا۔اس نے بھنویں سکیڑے اسے دیکھا۔

کرتی ہو بس پیار بھری باتیں نہیں کرتی۔اس کی ناک دباتا ہوا وہ گہرا مسکرایا تھا۔

ٹھیک ہے میں یہ سب کروں گی بدلے میں مجھے کیا ملے گا۔عارفین کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی وہ مسکرائی۔

پورے کا پورا عارفین جیلانی اور اس کی محبت، جس سے تم تھک جاؤ گی یہ بندہ نہیں تھکے گا تم محبت کرتے کرتے۔اس کے ہاتھ کی پشت چومتا ہوا وہ شفا کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر پر سکون ہوا تھا۔

تم میرا سکون ہو شفا، تمہاری غیر موجودگی کا خیال ہی مجھے بے سکون کر دیتا ہے۔ گھمبیر لہجے میں کہتا ہوا وہ اسے خود سے لگا گیا تھا۔

میں کہیں بھی نہیں جانے والی ساری زندگی آپ کے سر پر سوار رہنے کا پکا ارادہ ہے میرا۔ اس کے سینے پر سر رکھے ہوئے وہ شرارت سے بھرپور لہجے میں بولی۔

ooooooooooooooo

آج بیٹھ کر مجھ سے باتیں کر سکتی ہو۔ عارفین کی خواہش پر لب دباتی ہوئی اپنی کتابیں سمیٹنے لگی تھی۔

ساری رات۔ کتابیں سینے سے لگائے ہوئی وہ اسے بغور دیکھنے لگی۔

ساری رات کل سے میری لیو و ختم ہو رہی ہے تو کیا آج کی رات میری بیوی میرے ساتھ باتیں کر کے نہیں گزار سکتی۔ عارفین کے انداز پر وہ مہذ مسکرائی اور اپنی کتابیں ٹیبل پر رکھ کر واپس اس کے برابر میں آ کر بیٹھی تھی۔

ساری رات کیا میں تو صبح تک آپ کے ساتھ باتیں کر بھی سکتی ہوں اور آپ کی باتیں سن بھی سکتی ہوں۔ عارفین کے کندھے پر سر رکھتی ہوئی وہ اس کے بازو کو پکڑے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

اگر اتنی قریب آؤ گی تو مجھ بیچارے شوہر کو اپنے جذباتوں کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ عارفین کے بیچارگی سے کہنے پر وہ مسکراتی ہوئی اس کے شانے پر سر رکھتی ہوئی اسے دیکھنے لگی۔

کس نے کہا ہے آپ کو کہ آپ اپنے جذباتوں پر قابو رکھیں۔ اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے شرارت سے کہا۔

ایسی بات ہے کیا؟ اس کی شرارت پر شوخ ہوتے عارفین نے اسے خود کے مزید قریب کیا۔

ابھی کے لیے اتنی نزدیکیاں کافی ہے شفا بے بی۔ آہہ۔۔اس کی ناک کو ہلکا دانتوں ہوا وہ غصے سے گھورتی ہوئی شفا کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

آپ بہت برے ہیں۔ جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں۔ عارفین کے فوری جواب پر آنکھیں بند کیے وہ سکون سے مسکرائی۔

ساری رات باتیں سننے کی بات کرنے والی شفا چند ہی گھنٹوں میں نیند کی وادیوں میں اتری ہوئی اس کے سینے پر سر رکھے سوئی تھی وہیں وہ بے خبری سے بولتا جا رہا تھا۔

تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں ؟ شفا کچھ پوچھ رہا ہوں۔ دو بار پوچھنے پر اس کی طرف سے کوئی جواب نا ملنے پر وہ اسے سوتے دیکھ مسکرایا تھا۔

تم میری زندگی کا وہ خوبصورت اثاثہ ہو شفا جس پر میں کسی کی نظر تک برداشت نہیں کر سکتا تھا اور تم سے دور رہنا میرے لیے وہ سزا ہے جو شاید

جس کا خیال ہی میری جان لینے کے درپے ہو جاتا ہے۔ کنفرٹ کھینچتے ہوئے وہ اسے خود سے لگائے ہی سیدھا ہوا تھا۔

وہیں وہ اس کے سینے پر سر رکھے دنیا جہاں سے بے نیاز خواب خرگوش کے مزے لوٹتی ہوئی مسکائی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○

عارفین جیلانی از بیک۔ اس کی مسکراہٹ سے زیادہ اس کے لہجے کی کھنک کو محسوس کرتا دانیال اس کے ساتھ بغلگیر ہوا تھا۔

ناؤ یو فیلنگ ویل۔ اس نے فکر سے پوچھا۔

دو دن میں فٹ ہو گیا تھا میں پھر سوچا باقی کہ پانچ دن اپنی بیوی کے ساتھ گزاروں ورنہ تو ہمارے نصیب میں خوشگوار لمحے بہت کم ہوتے ہیں۔

سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ اپنی چیئر پر بیٹھا تھا ساتھ ہی دانیال کو بیٹھنے کا کہتا ہوا پھیکا سا مسکرایا۔

بات تو تمہاری ٹھیک ہے ویسے اب کیا ارادہ ہے؟ دانیال کے پوچھنے پر وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے عارفین نے لب دبائے۔

سوچ رہا ہوں اشفاق نیازی کا ٹائم ناٹ کر دوں کیا خیال ہے۔ دانیال اس کے انداز پر مسکرایا تھا۔

جب تم نے سوچ رکھا ہے تو سوال کیسا۔

کمشنر کے بیٹے ہو پوچھنا فرض ہے مجھ پر۔ شرارت سے کہتا ہوا دراز سے ساری فائلز نکال کر ٹیبل پر رکھنے لگا۔

لگتا ہے فل ہوم ورک کر کے آئے ہو۔ فائلز کو دیکھ دانیال نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں تو فضول میں گھر تو بیٹھنے سے رہا میں۔ اس نے شانے اچکائے اور فائلز دانیال کی سمت کھسکائی۔

آر یو شیور عارفین۔ فائلز پڑھتے ہوئے دانیال نے حیرت سے پوچھا۔

اس میں شیور ہونے کی کیا بات ہے میں نے ایک بار فیصلہ کر لیا ہے تو بس کر لیا ہے۔ اس کا انداز مضبوط تھا کسی چٹان کی مانند۔

میں بابا سے بات کرتا ہوں آج پھر۔

تم بات کر لو تو مجھے بتانا تاکہ میں تیار رہوں۔چیئر سے ٹیک لگاتے ہوئے عارفین نے مسکرا کر کہا۔

اتنا حوصلہ کہاں سے آیا تم میں۔

بچپن سے ہی ہے ہاں بس پہلے اس حوصلے کو میری ضد کا نام دیا جاتا تھا اور اب حوصلہ۔اس نے مسکرا کر وضاحت کی جس پر دانیال نے مسکرا کر نفی میں گردن ہلائی۔

آج کچھ کھانے کا نہیں پوچھو گے دانیال نے اسے خاموشی سے مسکراتے دیکھ پوچھا۔

ایک ہفتے کی لیو پر تھا میں سیلری خرچ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے میرا، اگر تم کہوں تو گورنمنٹ کے پیسوں سے کچھ منگوا دیتا ہوں۔ دونوں ہاتھ گردن کے نیچے رکھے ہوئے وہ ریلکس انداز میں مسکرایا۔

کیوں سوچ میں پڑ گئے۔ دانیال کو مسکراتے دیکھ وہ شرارت سے بھرپور لہجے میں گویا ہوا۔

کیا کر سکتے ہیں منگوا لو آج۔ دانیال کی ہاں کرنے کی دیر تھی کہ عارفین کا فلک شگاف قہقہہ کیبن کے درودیوار میں گونج اٹھا تھا۔

ہنس رہے ہو بے غیرتوں کی طرح۔ عارفین کے ہنسنے پر چوٹ کرتا ہوا وہ نفی میں گردن جھٹک رہ گیا۔

گورنمنٹ کے پیسوں پر ہمارا پورا حق بنتا ہے اور تو تو جانتا عارفین جیلانی اپنا حق کبھی نہیں چھوڑتا۔ شمن کو آتے دیکھ وہ گہرا مسکرایا۔

ooooooooooooooo

شفا ادھر آؤ ذرا۔ اپنے کمرے کی جانب بڑھتی شفا کو ردا بیگم نے اسے اپنے پاس آنے کا کہا تھا جس پر وہ مسکراتی ہوئی ان کے پاس آئی تھی۔

عارفین نے بتایا کہ وہ کیوں اتنی جلدی ڈیوٹی پر چلا گیا ہے۔

ہاں کیونکہ وہ ون ویک کی لیو پر تھے اس لیے۔انہوں کے آہستگی سے پوچھنے پر وہ مسکرا کر بولی۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ ویسے تم اور عارفین خوش تو ہونا ایک ساتھ۔ان کے چانک سوال پر شفا نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی۔

آپ کیوں پوچھ رہی ہیں سب ٹھیک ہے۔ردا بیگم کے افسردہ چہرے کو دیکھ وہ استفسار کرتی ہوئی انہیں بغور دیکھنے لگی۔

بس ایسے۔انہوں نے ٹالتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا وہیں سیٹنگ ایریا میں آتی امرحہ کی زبان پر زبردست قسم کی کھجلی ہوئی۔

میں بتاتی ہوں ان کے اس سوال کا مقصد۔ ردا بیگم کی خاموش گھوری کو اگنور کرتی ہوئی امرحہ اس کے دوبدو ہو کر بیٹھی تھی۔

کیسا مقصد۔ شفا نے نا سمجھی سے پہلے ردا بیگم کو اور پھر امرحہ کو دیکھا کے تاثرات پہلے جیسے نہیں تھے ہاں مگر کچھ ایسا تھا جو شفا کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

رہنے دو آپ امرحہ کی باتوں کو اپنے کمرے میں جاؤ اور آرام کرو۔ انہوں نے غصے سے امرحہ کو دیکھا اور شفا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

کیوں کیوں تم جاننا چاہتی ہو نا مما کے سوال کا مقصد۔ شفا نے اثبات میں گردن ہلائی وہیں ردا بیگم اپنے سوال پر ہی بے حد پچھتائیں تھیں۔

ناحق ہی وہ امرحہ سے ہوئی کل کی گفتگو کے بعد آج ہی شفا سے پوچھنے بیٹھ گئیں۔

کل میری اور مما کی بات ہو رہی تھی معیز کا برتھ ڈے آرہا ہے۔اس نے بات کی تمہید باندھی۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے کب ہے۔شفا نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

بس نیکسٹ ویک کو ہے۔شفا کی معصومیت پر ماتم کرتی ہوئی امرحہ لب دبائے مسکرائی۔

اس بارے میں بات ہو رہی تھی تو۔شفا نے عادتاً اپنا فقرہ ادھورا چھوڑا۔

تم کب مما کو دادی کے عہدے پر فائز کرنے والی ہو، خیر سے تمہاری شادی کو چار ماہ ہونے کو آرہے ہیں اور اب تک تم دونوں نے کوئی خوشخبری ہی نہیں سنائی ورنہ میں نے دو ماہ بعد ہی مما کو دادی بننے کی نوید سنا دی تھی۔

لب دباتی ہوئی شفا نے بمشکل خود پر ضبط کیا تھا۔

کوئی بات نہیں خدا کی طرف سے دیر ہے اللہ سب بہتر کرے گا۔ شفا کو خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے ہوئے دیکھ ردا بیگم نے فکر سے کہا۔

یہ تو اب اللہ ہی بہتر جانتے ہیں خدا کی طرف سے دیر یا پھر کوئی میڈیکل پرابلم۔ اس نے شانے اچکائے اور اپنی جگہ سے اٹھنے لگی۔

شفا تم عارفین سے بات کر لو پھر ہم تمہیں ایک اچھی ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں گے تاکہ کوئی بھی ایشو ہوا تو وہ اچھے سے کور کر سکیں۔ضبط سے آنسو پیتی ہوئی شفا کے لیے مزید وہاں رکنا محال ہوا تھا۔

امرحہ یہ تم نے صحیح نہیں کیا۔لو بھئی ایسی بھی کیا بات کر دی میں نے ٹھیک ہی تو کہا اگر شفا میں کوئی کمی ہوئی تو وقت رہتے سامنے آجائے گی۔ردا بیگم کے غصے سے کہنے پر اس نے وضاحت دی۔

وہیں سب سنتی ہوئی شفا مردہ قدم چلتی ہوئی اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

OOOOOOOOOOOOOOO

فرمان بات کرنی ہے مجھے تم سے۔فریال کو کمرے کے باہر کھڑے دیکھ فرمان نے اسے دیکھ کر نظرانداز کیا۔

فرمان۔اندر آتی ہوئی فریال نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پکارا۔

آپی میں فلحال کچھ بھی سمجھنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔اس نے بنا اسے دیکھے کہا۔

تم اس لڑکی سے ملو تو سہی بہت پیاری ہے وہ۔فریال کو خاص طور پر اسے منانے کے لیے بلایا گیا تھا۔

کوئی بھی لڑکی تو شفا جیسی نہیں ہو سکتی ناں۔اس نے شکوہ کن نظروں سے اسے دیکھا۔

کیا پتا وہ شفا سے بھی زیادہ اچھی ہو تمہارے لیے۔اس نے گردن جھٹکی۔

پتا ہے آپی اس دن میں نے جب شفا کو اس پولیس والے کے ساتھ اتنا کلوز دیکھا مجھے اپنا آپ بے معنی سا لگا۔شفا اور عارفین کے خوبصورت منظر کو اس رات اس نے جس ضبط سے دیکھا تھا یہ وہی جانتا تھا تب ہی گھر آتے ہی اس نے اپنی مما کو جلد شادی کرنے کا کہا تھا وہ تو جیسے اس کی ہاں کے انتظار میں بیٹھی تھی اور جھٹ سے لڑکی بھی پسند کر کے آ گئیں تھیں اور اب اسے جلد شادی کرنے کے لئے اسرار کیا جا رہا تھا۔

میاں بیوی ہیں وہ فرمان۔

یہ تو دکھ جینے نہیں دے رہا ہے مجھے کہ وہ آج میری ہوتی۔ بمشکل خود پر ضبط کرتا ہوا وہ سختی سے دونوں لب آپس میں پیوست کیے ہوئے تھا۔

وہ تمہارے نصیب میں نہیں تھی بس اتنی سی بات اپنے ذہن نشین کر لو فرمان تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔ فریال کی بات پر تلخی سے مسکراتا ہوا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

آپ یہاں مجھے اس لڑکی سے ملنے کے لیے کنوینس کرنے آئیں تھیں تو میں آپ کو بتادوں میں کنوینس ہو گیا ہوں جب آپ لوگ کہیں گے میں اس سے مل لونگا۔ وہ جس ضبط سے کہہ رہا تھا یہ وہی جانتا تھا ورنہ تو آج بھی اس دل کے مقام میں فقط شفا دھڑکنوں کے ساتھ دھڑکتی آئی تھی اس کی جگہ کسی اور دینا یہ ایک مشکل امر تھا۔

دیکھنا ایک دن تم اس فیصلے پر خوش ہو گے۔

خوشی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے میری خوشیاں شفا کے ساتھ تھی جو شاید اب کبھی بھی نصیب نہیں ہونے والی۔ تلخی سے کہتا ہوا وہاں سے گیا تھا جبکہ فریال نم آنکھوں سے اس کی پیٹھ دیکھتی رہ گئی تھی۔

oooooooooooooo

کہیں جا رہی ہو بیٹا۔ کچھ دیر بعد شفا کو آتے دیکھ ردا بیگم نے فکر سے پوچھا۔

جی وہ میں بڑے ابو کے گھر جا رہی ہوں، چلی جاؤں۔ اس کی سرخ متورم آنکھوں کو دیکھ ردا بیگم حد درجہ شرمندہ ہوئیں تھیں۔

ہاں کیوں نہیں۔ان کے ہاں کرنے کی دیر تھی اور شفا نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور وہاں سے تیزی سے نکلتی بنی۔

اسلام و علیکم بڑی مما۔شفا تم اچانک۔ جس سوال کے ڈر سے سارے راستے ڈرتی ہوئی تھی اس ہی سے اس کا سب سے پہلے سامنا ہوا تھا۔

کیوں میں اچانک نہیں آسکتی۔ان کی گردن میں ہاتھ ڈالتی ہوئی پر نم مسکرائی۔

آسکتی ہو بیٹی ہو تم میری شفا ڈر رہتا ہے۔شفا نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا

۔

مجھے آپ کی یاد آرہی تھی بس اس لیے آگئی۔ آنکھوں میں نمی لیے وہ انہیں دیکھ کر گویا ہوئی۔

تو اس میں رونے والی کیا بات ہے آگئی ہو ناں میرے پاس۔ اسے خود سے لگاتی ہوئیں اسے کہیں سے اپنی سگی ماں سے کم نہیں لگیں تھیں۔

پتا ہے شفا ہم ماؤں کا دل نا بہت چھوٹا ہوتا ہے یہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ڈر سا جاتا ہے اس لیے میں نے پوچھا تمہیں برا تو نہیں لگا ناں۔ شفا نے نفی میں گردن ہلائی جس پر وہ پرسکون ہوئیں تھیں۔

اور گھر پر سب کیسے ہیں تمہارے عارفین سر کیسے ہیں؟ اسے اپنے ساتھ کاؤچ پر بیٹھاتی ہوئیں وہ مسکرا کر پوچھنے لگیں۔

سب اچھے ہیں۔ان کے شانے پر سر رکھے ہوئے وہ آنکھیں بند کیے ہوئے بولی۔

لڑ کر تو نہیں آئی ہو ناں اپنے عارفین سر سے۔شفا کی خاموشی پر انہیں شک گزرا تھا۔

نہیں بتایا تو ہے بس آپ کی یاد آرہی تھی اس لیے چلی آئی اگر آپ کہتی ہیں تو چلی جاتی ہوں۔آنسو صاف کرتی ہوئی وہ شرارت سے گویا ہوئی۔

کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے پاگل لڑکی میں تو مذاق کر رہی تھی۔اس کے ہاتھوں کو پکڑتی ہوئیں مسکرائیں۔

یہ گھر تمہارا ہے صبح آؤ شام یا رات میں جب تمہارا دل کرے تم آسکتی ہو بس کبھی عارفین سے جھگڑ کر مت آنا۔انہوں نے اسے پیار سے سمجھایا تھا
۔

میں آپ کو ایسی لگتی ہوں کہ میں عارفین سر سے لڑائی کرونگی۔مسکرا کر پوچھتی ہوئی وہ واپس سے ان کے شانے پر سر رکھ گئی تھی۔

بلکل بھی نہیں مجھے پتا میری شفا سب سے زیادہ سمجھدار ہے۔اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر پیار سے کہتی ہوئیں وہ خود بھی اسے دیکھ کر پہلے پہل پریشان ہوئیں تھیں مگر اب خوش ہوتی ہوئیں مسکرائی تھیں۔

کیا کھاؤ گی۔آپ کے ہاتھوں سے بنی بریانی اور فرائیڈ فیش۔فرمائش کرتی ہوئی وہ انہیں آج بھی کوئی چھوٹی بچی لگی تھی۔

بھابھی نظر نہیں آ رہی۔ وہ اپنے میکے گئی ہے وہ فرمان ہے نا اس کے رشتے کی بات چل رہی ہے بس اس ہی سلسلے میں گئی ہے شام تک آ جائے گی۔ شفا نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی۔

عارفین آئے گا شام میں۔ انہوں نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

پتا نہیں۔ اس نے بنا سوچے کہا۔

کیا مطلب پتا نہیں۔ انہوں نے پریشانی سے استفسار کیا۔

مطلب وہ جب آئیں گے تو بتا دوں گی۔ جلدی سے کہتی ہوئی وہ مسکرائی کر گویا ہوئی۔

میں آرام کرلوں اپنے کمرے میں۔شفا کے پوچھنے پر وہ گہرا مسکرائیں۔

تمہارا کمرہ ہے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے جاؤ۔ان کے کہنے کی دیر تھی وہ خوشی سے اٹھی تھی۔

آئی لو یو بڑی مما۔اس کے رخسار کو محبت سے چومتی ہوئی وہ اپنے کمرے کی سمت بڑھی تھی۔

OOOOOOOOOOOOOOO

شفا کہاں ہے۔گھر آتے ہی عارفین نے اس کی عدم موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے پریشانی سے استفسار کیا۔

اپنے گھر گئی ہے۔ ردا بیگم نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

اپنے گھر اس نے مجھے بتایا بھی نہیں۔ شفا کے اچانک جانے پر عارفین نے مڑ کر امرحہ کو دیکھا جو اس آتے دیکھ ہی اپنے کاموں میں لگی تھی جیسے عارفین کے آنے کی خبر ہی نا ملی ہو۔

ہاں بس اچانک سے کہا کہ اسے گھر جانا ہے تو میں نے منع نہیں کیا۔ اثبات میں گردن ہلاتا ہوا عارفین اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔
جب کے ذہن میں شفا کے اچانک جانے کی بات گردش کرتی ہوئی اسے کچھ غلط ہونے کا سائن دیتے تھک نہیں رہے تھے۔

فون تو اٹھاؤ کم از کم۔ کمرے میں آتے ہی اسے فون کرتا ہوا وہ صبح جس طرح کمرہ چھوڑ کر گیا تھا کمرے کو اس ہی حالت میں دیکھ اسے اب اندیشہ ہی نہیں بلکہ کچھ غلط ہونے کا یقین ہوا تھا۔

کھانا لگ گیا ہے عافی آجاؤ۔ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے عارفین کی پریشان کن نظریں ردا بیگم پر ٹھہری تھیں۔
جو معمول سے ہٹ کر آج کچھ پریشان نظر آرہی تھیں۔

کوئی بات ہے ماں۔ لب بھینچے اس نے پوچھا۔

نہیں بس طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے تم فریش ہو کر کھانا کھانے آجاؤ۔ لب دباتے ہوئے عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی۔

بتا کر گئی ہے کب تک آئے گی۔اس نے مزید پوچھا۔

نہیں۔انہوں نے کہااور وہاں سے واک آؤٹ کر گئیں۔

ہیلو دانیال شفا کہاں ہے ذرا بات کروانا اس سے میری۔ بنا کوئی بات کیے وہ اپنے مؤقف پر آیا تھا۔

کروا دیتا مگر وہ سوئی ہوئی ہے۔دانیال جو گھر آتے ہی شفا کی آمد کا سن کر ہی چہک اٹھا تھا اب عارفین کی کال پر جی جان سے مسکرایا تھا۔

کیا ہوا دل نہیں لگ رہا بیوی کے بغیر، پر یاد رکھ میری جان آج رات شفا یہاں پر رہے گی۔ شرارت سے کہتا ہوا دانیال فریال کو مسکراتے دیکھ کر ہنسا تھا۔

میں فریش ہو کر بات کرتا ہوں تجھ سے۔عارفین نے افسردگی سے آنکھیں میچی اور کال ڈسکنیکٹ کر گیا۔

کیا بات ہے شفا تم مجھ سے بات بھی نہیں کر رہی ہو۔کل رات سے لے کر اپنی صبح میں ہوئی شفا کے ساتھ ہر بات کو سوچتا ہوا حد درجہ پریشان ہوا تھا۔

OOOOOOOOOOOOOOO

میں جاؤں اسے لینے ؟وہ خود سے پوچھنے لگا۔

مجھے کیا بتا کر گئی تھی جو میں جاؤں اسے لینے۔ کروٹ بدلتا ہوا وہ شفا کی غیر موجودگی میں حد درجہ بور ہوتا ہوا واپس سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا جبکہ کمرے کی ہر چیز اسے اداس لگی تھی اس کے دل کی مانند۔

بندہ کنوارا ہی اچھا ہوتا ہے یہ بیوی نامی مخلوق زندگی میں آکر پہلے تو اپنی عادت ڈالتی ہے اور جب مرد کو اچھی طرح اس کی عادت ہو جاتی ہے ایسے اسے بنا بتائے میکے چلی جاتی ہیں، بنا اپنے شوہر کی فکر کیے کہ وہ کس طرح پاگل دیوانوں کی طرح یاد کر رہا ہوگا اسے۔ بالوں میں انگلیاں چلاتا ہوا وہ افسردگی سے بڑبڑایا جبکہ نظریں اپنے خاموش پڑے فون ر ٹکی ہوئیں تھیں

۔

شاید اس کی بے رحم بیوی کو اس کی حالت پر رحم آجائے اور وہ اسے خود سے فون کرلے۔

عارفین اگر اسے کال کرنی ہوتی تو تیری لگی ہوئی کالز دیکھ کر کر چکی ہوتی مگر نہیں کی نا، اب ایسی بھی کیا نیند کہ شوہر کال پر کال کرے اور آگے سے بیوی کو پرواہ تک نا ہو۔ خود سے سوال کرتا ہوا خود ہی جواب دینے میں مصروف تھا۔

میں نے ایسی تو اس سے کوئی بات نہیں کی تھی کہ جس پر وہ ناراض ہو کر اپنے گھر چلی جائے۔ وہ پھر سے سوچ میں پڑا۔

کہیں وہ کانٹریکٹ پیپرز پھاڑنے کی وجہ سے تو نہیں چلی گئی۔ اب کی بار وہ اچھل کر سیدھا ہوا۔

اگر جانا ہوتا تو بہت پہلے ہی چلی جاتی، میرا خیال نا رکھتی، مجھے خود کے قریب آنے سے روکتی۔ خود ہی جواب دیتا ہوا وہ پر سکون ہوا۔

صحیح کہتے ہیں خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے ویسے ہی میرا دماغ بھی شیطانی وسواسوں سے بھر گیا ہے۔اپنے دکھتے ہوئے سر کو پکڑے وہ کافی دیر تک خود سے الجھتے ہوئے وہ عاجز آیا تھا۔

بہت ہو گیا۔ بال سیٹ کرتا ہوا موبائل، والٹ اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتا ہوا کمرے سے نکلا تھا۔

کہیں جا رہے ہو عافی۔ زید جیلانی کی آواز پر وہ رک کر انہیں دیکھنے لگا۔

ہاں وہ تھوڑا کام تھا مجھے، آپ کو کوئی کام تھا کیا؟اس نے جواب کے ساتھ سوال داغا۔

نہیں بس ایسے پوچھا۔انہوں نے کہااور مسکرائے تھے۔

اوکے خداحافظ۔ مسکراکر کہتاہوا وہ وہاں رکا نہیں تھا۔

ایسا بھی کونسا کام آن پڑا ہے عارفین صاحب جو تمہیں رف ٹف حلیے میں جانا پڑرہا ہے۔ عجلت میں جاتے عارفین کو ٹراؤزر اور ڈھیلی سی شرٹ میں ملبوس دیکھ وہ سوچ میں پڑے تھے۔

○○○○○○○○○○○○○○

دل نہیں لگا بیوی کے بغیر۔عارفین کو دیکھ دانیال نے مسکراکر طنز کیا۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے وہ میں نے سوچا کیوں نا میں بھی مل لوں سب سے اپنی چوری پکڑی جانے پر وہ لب دبائے اس کے پیچھے بڑھا جبکہ نظریں اس دشمن جاں کی تلاش میں دوڑائی جو ناکامی لیے عارفین کے دل کو مزید افسردہ کر گئی تھیں۔۔

سو گئے ہیں کیا سب ؟رات کی تاریکی اور بگٹی مینشن کے سکون کو محسوس کرتے ہوئے عارفین نے پوچھا۔

نہیں بابا ابھی تک آئے نہیں ہیں اور فریال اور سونو بھی گھر پر نہیں ہے بس مما اور شفا ہی ہیں گھر پر اور اپنے کمروں میں سو رہی ہیں، میں بھی سو جاتا اگر تیری کال کا آتی تو۔دانیال نے تفصیلی جواب دیا جس پر گردن ہلاتا ہوا مسکرایا۔

بھابھی کہاں گئی ہیں؟

اس کے بھائی کے رشتہ فکس ہو گیا ہے بس اس ہی سلسلے میں آنٹی نے روک لیا اسے، کیا لوگے؟ دانیال نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

جو بھی تمہارا دل کرے۔اس نے آہستگی سے کہا۔

کھانا کھا کر آئے ہو۔عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی اور کاؤچ پر بیٹھے کے انداز سے ڈھے گیا۔

دونوں مل کر چائے پیتے ہیں باتیں بھی ہو جائیں گی۔دانیال کے کہنے پر اس نے مسکرا کر ہامی بھری۔

بس شرط یہ ہے کہ چائے تم ہی بناؤ گے۔ عارفین کی فرمائش پر وہ ہنسا تھا۔

بیٹا جی میں نے آج تک خود سے پانی لے کر نہیں پیا اور تو بات کر رہا ہے چائے بنانے کا، ملازمہ کے ہاتھ کی بنی چائے پینی ہے تو بات کر۔ دانیال کے ہاتھ کھڑے کرنے کے انداز سے کہا۔

بلکہ ایک کام کر چائے تو بنا اور پھر ہم دونوں مل کر پیتے ہیں۔ دانیال نے مشورہ دیا جس پر عارفین نے ہنستے ہوئے نفی میں گردن ہلائی۔

کیسا سالا ہے یار تو۔ عارفین نے ہنستے ہوئے کہا۔

دیکھا جائے ناں سارے سالے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے دانیال نے شرارت سے کہا۔

ارے بھئی رہنے دو میں تو ایسا نہیں ہوں۔عارفین نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا
۔

ویسے وہ مؤرخہ کیا لکھے گا ایک داماد ایسا تھا جو اپنے ہی سسرال میں آدھی
رات کو چائے بنا رہا تھا اور اپنے سالے کے ساتھ چائے کے مزے لے رہا
تھا۔مزے لیتے ہوئے عارفین نے دانیال کو قہقہ لگانے پر مجبور کیا۔

اب ہنستے رہو گے یا کچن میں آکر میری ہیلپ بھی کرو گے۔اسے ہنستے دیکھ
عارفین رکا تھا۔

چائے بنانے کے لیے تمہیں ہیلپ چاہیے۔دانیال نے حیرت سے پوچھا۔

میرے گھر کا کچن تھوڑی ہے جو مجھے پتا ہو گا چینی اور چائے پتی کہاں رکھی ہیں۔ عارفین نے سنجیدگی سے کہا۔

او وہاں آجاؤ سب دیتا ہوں تمہیں مگر عارفین اچھی چائے بنانا بدذائقہ چائے میرے حلق سے نہیں اترتی۔ اس نے جتاتے ہوئے کہا۔

بے فکر رہے چائے اچھی بناتا ہوں میں۔ دانیال کے چہرے کے زاویے دیکھ وہ مسکرا کر بولا۔

کون ہے کچن میں۔ کچن سے آتی کھٹ پٹ کی آوا سنتی ہوئیں مسسز سرفراز آتی ہوئی پوچھنے لگی۔

مما ہم ہیں۔ کچن سے باہر گردن نکال کر کہتا ہوا دانیال ہلکی سی آواز میں جواب دیتا ہوا انہیں وہاں آتے دیکھ مسکرایا۔

ہم سے مراد۔ انہوں نے نا سمجھی سے پوچھا اور کچن میں آتی ہوئیں عارفین کو دیکھ کر حیران ہوئیں۔

ہم سے مراد ہم دونوں۔ اب کی بار عارفین نے مسکرا کر کہا۔

عارفین بیٹا تم یہاں اور یہ کیا دانیال شرم کرو تھوڑی داماد ہے عارفین ہمارے گھر کا اور تم اس سے چائے بنوا رہے ہو، بیٹا تم سائیڈ ہو میں بنا دیتی ہوں۔ دانیال کو غصے سے گھورتی ہوئیں وہ عارفین کے ہاتھ سے کپ لیتی ہوئیں بولیں۔

اٹس اوکے آنٹی چائے ویسے بھی بن گئی ہے اور میں یہاں دانیال کا دوست ہونے کے ناطے کھڑا ہوا ہوں ابھی یہاں آپ کا داماد نہیں کھڑا یہاں دانیال کا دوست کھڑا ہوا چائے بنا رہا ہے اپنے دوست کی فرمائش پر۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے دانیال نے آبرو چڑھائے اسے دیکھا جو انہیں لاجواب کرتا ہوا کپ واپس سے لے گیا تھا۔

پھر بھی بیٹا، ویسے تم اتنی رات کو یہاں کیسے ؟ انہوں نے حیرت سے پوچھا جبکہ یہ سوال انہیں پہلے پوچھنا تھا۔

دانیال نے بلایا تھا مجھے۔ عارفین نے گیند دانیال کی جھولی میں ڈالی اور اپنا پلہ جھاڑا۔

میں نے، ہاں میں نے۔عارفین کی آنکھوں نکالنے کی دیر تھی کہ وہ فوراً سے بولا۔

خیریت۔ایک مسسز سرفراز تھیں جن کے سوال ہی ختم ہو کر نہیں دے رہے تھے۔

دل نہیں لگ رہا تھا اس کا بھابھی کے بغیر بس اس لیے مجھے بلا لیا۔شرارت سے کہتا ہوا عارفین چائے کپوں میں نکالنے لگا۔

سچ میں دانیال۔۔مذاق کر رہا ہے بابا کا انتظار کر رہے تھے ہم دونوں ایک کیس کے سلسلے میں بات کرنی تھی۔اس نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا جبکہ عارفین کے لبوں پر پھیلی شریر مسکراہٹ ناگوار گزری تھی۔

یہ لیں آنٹی پی کر بتایئے گا کیسی بنی ہے۔ان کی سمت کپ بڑھاتا ہوا وہ گہرا مسکرایا۔

اچھی ہی ہو گی۔ان کے پر اعتماد لہجے پر وہ مسکراتا ہوا دانیال کے ہمراہ واپس سے سیٹنگ ایریا کی سمت بڑھا۔

کیا ارادہ ہے پھر کل سے اشفاق نیازی کے مشن کو اسٹارٹ کرتے ہیں۔ دانیال نے اپنی رائے دی۔

کمشنر سرفراز کو بتادیتے تو زیادہ بہتر رہتا۔چائے کی سیپ لیتے عارفین اب بھی اپنی بات پر قائم تھا۔

اگر بابا نے منع کر دیا تو۔دانیال نے آبرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

میں صرف پوچھنا چاہ رہا ہوں ورنہ کرونگا تو میں اپنی ہی۔ عارفین کی بات پر نفی میں گردن ہلاتا ہوا دانیال اس کی فطرت سے پہلے سے ہی واقف تھا تبھی تو اس نے خود سے بات کی تھی۔

تو کبھی نہیں سدھر سکتا۔

میں عارفین جیلانی ہوں کوئی موسم نہیں ہوں جو بدل جائے گا۔ مضبوط لہجے میں کہتا ہوا وہ وال کلاک میں دو بجتے دیکھ لب بھینچ گیا۔

کب تک آئیں کمشنر سر۔ انگڑائی لیتے ہوئے عارفین کی بس ہوئی تھی۔

پتا نہیں یار ویسے تو ہر روز وقت پر آجاتے ہیں آج اب تک کیوں نہیں آئے ۔دانیال نے لاعلمی سے شانے اچکائے۔

کہیں تیرے باپ نے دوسری شادی تو نہیں کرر کھی۔بیٹھے بیٹھے عارفین کو پھر سے شرارت سوجھی۔

شرم کر بے غیرت شریف انسان پر الزام لگا رہا ہے۔دانیال نے ہنستے ہوئے کہا۔

کیا یار یہ شیطانی کام کب کس کے دماغ میں آجائیں کس کو پتا چلتا ہے۔بولتے ہوئے عارفین سنجیدہ ہوا تھا۔

ہاں اب جہانگیر کو ہی دیکھ لے کون کہہ سکتا ہے گھر والی اور باہر والی ایک ساتھ سنبھال رہا ہے۔ رازدارانہ انداز میں کہتا ہوا دانیال عارفین کے لبوں پر پھیلی افسردہ مسکراہٹ پر افسوس سے گردن جھکا گیا۔

کیا کہہ سکتے ہیں۔ اس نے شانے اچکائے۔

کب سے پتا ہے تمہیں عارفین جہانگیر کے بارے میں۔ اس نے مزید پوچھا
۔

یار بس ایک مہینہ پہلے ہی پتا چلا بھابھی کو بھی الرٹ کیا مگر وہ تو ہیں ہی اپنی دشمن آپ۔ اس نے افسوس سے کہا۔

اور جہانگیر نے کیا کہا؟

انہوں کا ایک ہی جواب ہے افیئر ہے کوئی شادی وادی نہیں کرنے والا ایک کر کے پچھتا رہا ہوں اب تک۔اب کی بار عارفین نے ہنستے ہوئے کہا۔

میری ماں بھابھی کو صاف صاف بتا دے۔

رہنے دے یار تھوڑا کر کے بتاؤں گا اتنی زبان چلاتی ہیں کم از کم آنسو بہاتے ہوئیں تو دیکھنے کو ملیں گی۔عارفین کے لہجے میں چھپی شرارت پر دانیال قہقہ لگا کر رہ گیا۔

کیسے دیور ہو تم۔۔

سارے ہی دیور ایسے ہی ہوتے ہیں بھابھی اگر ایک سائیڈ دکھاتی ہیں تو پھر دیور دس بار سائیڈ دکھا کر چلتے ہیں۔اس نے ہنستے ہوئے گردن جھٹکی۔

پھر بھی یار۔۔

ہاں کر تو رہا ہوں کوشش کافی حد تک بھائی کو بھی روک لیا ہے آگے بھی ان شاءاللہ سب ٹھیک کر ہی دونگا آگے اللہ کی مرضی۔عارفین کے سنجیدگی سے کہنے پر دانیال نے سکون کی سانس خارج کی۔

یار مجھے بہت نیند آرہی ہے پتا نہیں کمشنر سرفراز کب آئیں گے میں چلتا ہوں۔ٹائم دیکھتا ہوا عارفین اٹھا تھا۔

اب اس وقت گھر واپس جائے گا۔عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی۔

جبکہ دل نے اس دشمن جاں کو دیکھنے کی خواہش کی تھی کہ شاید وہ آ ہی آجائے۔

رہنے دے گھر جانے کو یہاں پر ہی رات رک جا صبح صبح ہی بابا سے بات کرلیں گے پھر ساتھ ہی کام پر چل لیں گے۔دانیال کو خاموشی سے دیکھتا ہوا وہ دونوں لب آپس میں پیوست کیے ہوئے تھا اب وہ انکار کیسے کرتا اس کی تو مراد برآئی تھی اب انکار کرکے وہ اپنے دل کے ساتھ دشمنی تھوڑی کرسکتا۔

آر یو شیور۔اس نے کمال کی اداکاری کی۔

ہاں بھئی میں بھی سونے جارہاہوں تو بھی سوجا کیونکہ یہاں سے گھر پہنچتے پہنچتے ہی تجھے چار بج جائیں گے پھر سوئے گا کیا خاک۔ دانیال کے لہجے میں فکر گھلی تھی۔

اوکے گڈ نائٹ۔ دانیال کہتا ہوا اپنے کمرے کی سمت بڑھا۔

کمرا تو بتاتا جا۔ عارفین نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

اوپر جاتے ہی سیدھے ہاتھ پر پہلا کمرا ہے وہاں سو جا کر۔ دانیال نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے جاتا بنا۔

میری بیوی والا کمرا نہیں بتایا بے غیرت نے، کوئی بات نہیں عارفین جیلانی آج تیرے نصیب میں اس کا دیدار نہیں ہے سو جا میری جان، یہ تو وہی

بات ہو گئی کنویں کے پاس آکر بھی پیاسا رہنا۔افسردگی سے بڑبڑاتا ہوا وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا کمرے کی سمت بڑھا۔

نیم اندھیرے کمرے میں داخل ہوتا ہوا وہ ناک کی سیدھ میں چلتا ہوا بیڈ کے پاس آکر رکا تھا۔

ناراضگی ہے بھی تو کوئی ہنگامہ کیوں نہیں کیا تم شفا کم از کم مجھ بتاتی تو سہی کہ تم مجھ سے ناراض ہوا گر میں تمہیں نا مناتا تو پھر تم مجھے اگنور کرتی ہوئیں اچھی لگتی۔بیڈ پر بیٹھتا ہوا وہ خود کلامی کرتا ہوا دراز ہوا تھا کہ اپنے بلکل قریب سے آتی تیز سانسوں کی آواز محسوس کرتا ہوا وہ بری طرح چونک کر اٹھا اور سائیڈ لیمپ آن کرتے ہی اپنے برابر میں سوئی ہوئی شفا کو دیکھ وہ بے اختیار مسکرایا۔

بات یہ نہیں کہ تیرے بن جی نہیں سکتے

بات یہ ہے کہ تیرے بنا جینا نہیں چاہتے

میں کیوں نہیں سمجھا کہ تم ہو۔اس کی بے داغ پیشانی کو محبت سے چھوتا ہوا وہ گہرا مسکرایا تھا وہیں وہ جانے پہچانے لمس پر نیند میں کسمسائی تھی۔

بڑی بے رحم ہو تم۔عارفین کی آواز پر اچھل ہی پڑی تھی جبکہ آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔

آپ یہاں۔کچی نیند سے اٹھنے کے باعث اس کی آنکھیں سرخ متورم ہوئیں تھیں جنہیں دیکھ عارفین کو اپنی بے اختیاری پر غصہ تو بہت آیا تھا جسے وہ اگلے ہی پل ہوا میں اڑتا ہوا اس کے روبرو ہوا۔

ہاں میں ! کیا سمجھا تھا تم نے، تم مجھے بنا بتائے یہاں آ کر رہ لو گی اور میں کچھ نہیں کرونگا۔ عارفین کے روانگی سے بولنے پر وہ اب بھی ٹرانس کی کیفیت تھی۔

یہاں آنے سے پہلے کیوں نہیں بتایا مجھے ؟ عارفین کے سوال پر وہ حیرت سے آنکھیں وا کیے اسے اپنا خواب سمجھتی ہوئی لیٹنے لگی تھی کہ عارفین نے اسے لیٹنے سے روکا۔

میری نیندیں حرام کر کے تم یہاں مزے سے سو رہی ہو، کیسی بیوی ہو یار تم شوہر کی ذرا فکر نہیں ہے، کہ وہ بیچارہ کیسے پریشان ہو گا اس کی بیوی اسے بنا بتائے اپنے میکے جا کر بیٹھ گئی ہے، پتا ہے ایک پل کے لیے بھی مجھے سکون نہیں ملا یہ سوچ سوچ کر میں ہلکان ہوئے جا رہا تھا کہیں میری کسی بات نے تمہیں ہرٹ تو نہیں کر دیا اگر ایسا ہے بھی تو شفا تمہیں مجھ سے بات کرنی

چاہیے لڑنا چاہیے تھا مجھ سے نا کہ اس طرح گھر چھوڑ کر چلی آؤ۔ روانگی سے بولتا ہوا وہ شفا کی نم ہوتی آنکھوں میں دیکھ نرم پڑا تھا۔

میری کوئی بات بری لگی ہے تمہیں شفا ایم سوری۔ دونوں کان پکڑتا ہوا وہ بنا اپنی کسی غلطی کے شرمندہ تھا۔
اسے ایسے دیکھ شفا آ کے رونے میں روانگی آئی تھی۔

سوری بول تو رہا ہوں اب کیوں رو رہی ہو۔ اسے خود سے لگاتا ہوا اس کے رونے پر پریشان ہوا تھا۔

شفا ایم سوری اب تو رونا بند کر و یار مجھے فکر ہو رہی ہے تمہاری۔ اسے خود سے لگائے ہوئے وہ فکر سے گویا ہوا تھا۔

کیا ہوا ہے میری جان کیوں خود کو اور مجھے پریشان کر رہی ہو۔اسے چپ نا ہوتے دیکھ وہ دونوں ہاتھوں کے پیالوں میں اس کا چہرہ بھرے محبت سے چور لہجے میں بولا۔

مم۔۔۔میں آآآپ سے ناراض نہیں ہوں۔لب کاٹتی ہوئی وہ رونے کے درمیان بولی۔

پھر کیوں رو رو کر خود کو ہلکان کر رہی ہو اور یہاں کیوں آئی تھیں تم۔ایک سکون تو عارفین کے اندر اترا تھا کہ وہ اس سے ناراض نہیں تھی۔۔۔

بڑی مما یاد آرہی تھیں۔نم لہجے میں کہتی ہوئی وہ منمنائی۔

مجھے کہتی تم تو کیا میں تمہیں نالاتا ملوانے۔ شفا نے پر نم نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا جو اس کی ناراضگی کے خوف سے رات کی اس پہر اس کے پاس موجود تھا۔

اسے روتے دیکھ خود کو دنیا کا کمزور ترین انسان سمجھ رہا تھا۔

بس میرا دل کیا میں آگئی۔ نظریں چراتی ہوئی وہ اسے سچائی سے گمراہ کر گئی تھی۔

شفا کوئی بات ہوئی ہے کسی نے کچھ کہا تم سے۔

نہیں کسی نے کچھ نہیں کہا بس اس وقت مجھے یہاں آنا تھا اس لیے آگئی۔

عارفین نے گہری سانس اپنے اندر اتاری اور اسے محبت سے دیکھا۔

بعد میں بھی تو بتا سکتی تھی تم مجھے، میری کالز بھی پک نہیں کی تم نے۔اس نے شکوہ کن لہجے میں کہا۔

مجھے ڈر لگ رہا تھا۔وہ بھرائی آواز میں منمنائی۔

مجھ سے کیسا خوف سے میری جان میں تو خود تم سے ڈرتا ہوں۔اس کو رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ وہ شرارت سے بولا۔

کہیں آپ ناراض نا ہو جائیں مجھ سے۔لب دبائے ہوئے وہ عارفین کو اپنی جان سے زیادہ عزیز لگی تھی۔

تم نے نا بتا کر مجھے ناراض کیا ہے شفا۔شفا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

آپ ناراض ہیں مجھ سے۔عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی۔

ایم سوری۔اس کی ضرورت نہیں ہے تمہیں دیکھ لیاناں ساری ناراضگی نجانے کہاں غرق ہوگئی ہے ورنہ سوچا تو یہ ہی تھا کہ تم سے بات نہیں کرونگا۔اسے خود کے مضبوط حصار میں بھرتا ہوا زندگی سے بھرپور مسکرایا۔

میں نے آپ کو بہت مس کیا۔عارفین گہرا مسکرایا۔

جو یاد کرتے ہیں ناں وہ ایسے چھوڑ کر نہیں جایا کرتے۔آئندہ سے نہیں جاؤں گی۔شفا کے کہنے کی دیر تھی کہ عارفین کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

وعدہ۔ عارفین نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

پکا وعدہ۔ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی وہ مسکرائی تھی جسے دیکھ عارفین کو اپنے اندر نئے سرے سے سکون اترتا ہوا محسوس ہوا۔

ooooooooooooooo

ایک ماہ بعد

سر خیال بھی تو ھے پس خیال بھی تو
تیری مثال کہاں ھے کہ بے مثال بھی تو

تیری ہی ذات سے منسوب روز و شب میرے
کہ میرا دن میرا لمحہ بھی ماہ و سال بھی تو

شفا میری بات تو سنو یار۔ وہ اسے جاتے دیکھ عارفین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔

مجھے کچھ نہیں سننا مجھے بے بی چاہیے۔ عارفین کے ہاتھ کو جھٹکتی ہوئی وہ اس سے دور ہوئی تھی جبکہ سرخ متورم آنکھیں عارفین کو دنگ کر گئیں تھیں۔

ایسے کیسے کل تک تو کوئی بے بی کی بات نہیں تھی تو یہ بے بی آج کہاں سے ہمارے بیچ آگیا ہے۔ عارفین نے بیچارگی سے کہا۔

اب تک ہمارے درمیان بے بی کو آجانا چاہیے تھا مگر نہیں آیا ناں، پر آنا چاہیے۔ وہ سرخ آنکھیں لیے بضد ہوئی۔

شفا بے بی ایسے نہیں آجاتے۔ اس کے آنسو صاف کرتا ہوا وہ خود کو کوسنے لگا تھا جس اس کے ذہن کے خرافات سے کیسے انجان رہ گیا تھا۔

جیسے بھی آتے ہیں پر مجھے ہمارا بے بی چاہیے۔ پر نم آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی وہ منمنائی تھی۔

شفا بے بی کے لیے پلیننگ کرنی پڑتی ہے میری جان۔

ہاں تو کرلیں پلیننگ میں نے کب روکا ہے بس مجھے ہمارا بے بی چاہیے۔ عارفین کا دل بے ساختہ اپنا ماتھا پیٹنے کو کیا مگر پیٹنے سے قاصر رہا۔

ٹائم بھی تو چاہیے ہوتا ہے ان سب کے لیے۔اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ کیسے اسے سمجھائے۔

کتنا ٹائم اور چاہیے آپ کو، ہم آج ہی چلتے ہیں۔اپنے بالوں کو پیچھے کرتی ہوئی وہ اپنا آنسوؤں سے تر چہرے کو صاف کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

کہاں ؟اس نے حیرت سے پوچھا۔

شاپنگ کرنے بے بی کے لیے کپڑے وغیرہ لینے۔اب کی بار عارفین کی بس ہوئی۔

ابھی سے۔پولیس اسٹیشن جانے کی تیاری میں کھڑے عارفین نے صدمے
سے اسے دیکھا۔

ہاں آپ نے تو کہا ہے بے بی کے لیے پہلے پلیننگ کرنی پڑتی ہے تو ہم آج
سے ابھی سے اسٹارٹ کرتے ہیں۔بڑی بڑی آنکھوں میں بلا کی معصومیت
لیے وہ عارفین کو آج حیرت کے جھٹکے دینے میں مصروف تھی۔

ہاں تو پہلے ہمیں تیاری کرنی پڑے گی پھر کہیں جا کر بے بی آئے گا اور رہی
بات شاپنگ کی وہ تو بہت دور کی بات ہے پہلے بے بی کو لانے کی کوشش ہم
دونوں کو مل کرنی پڑے گی۔کہتے ہوئے عارفین نے جھٹکے سے اسے اپنے
قریب کیا جس پر وہ جذبذ کا شکار ہوتی ہوئی اس کی اچانک افتاد پر اس سے
سینے سے ٹکرائی تھی۔

میں بھی تو یہ ہی کہہ رہی ہوں کہ ہم دونوں کو کوشش کرنی پڑے گی ناں ہم شاپنگ کریں گے تو بے بی کو لا سکیں گے۔ وہ اب بھی قدرت معصومیت سے بولی۔

اس کوشش کو سائیڈ کرو اور مجھے پہلے ایک بات بتاؤ یہ رخصتی کے وقت تمہاری بڑی مما نے تمہارے کان میں کیا کہا تھا جس پر تم نے مسکرا کر گردن بھی ہلائی تھی۔ اس کے ویسٹ پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ اسے اپنے مزید قریب کرتا ہوا مسکرایا۔

یہ ہی کہ آپ کی ہر بات مانوں، آپ کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کروں آپ کا خیال رکھوں اور جو جیسا آپ کہیں وہ کروں۔ آنکھیں جھپکتی ہوئی وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

بس یہ ہی کہا تھا۔عارفین نے مسکرا کر پوچھا۔

ہاں یہ سب کہا تھا اور میں کرتی بھی ہوں مگر اس بار آپ کو میری بات ماننی ہو گی مجھے بھی ہمارا بے بی چاہیے عارفین سر۔اس کے سینے پر سر ٹکراتی ہوئی وہ اس کے گرد اپنا حصار باندھ گئی تھی۔

تم ابھی چھوٹی ہو شفا بے بی کی زمیداری بہت بڑی ہوتی ہے۔اس نے جواز پیش کیا۔

اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں اور آپ ہیں ناں میرے ساتھ ہم مل کر سنبھال لیں گے آپ ہاں کریں بس۔ ٹھوڑی اس کے سینے پر ٹکائے وہ اسے دیکھنے لگی جس کے چہرے پر پریشانی کے عناصر صاف ظاہر ہوئے تھے۔

آر یو شیور۔اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے عارفین نے فکر سے پوچھا۔

ہنڈریڈ آف ڈین پرسنٹ۔خوشی سے چہکتی ہوئی وہ عارفین کو قائل کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

چلیں۔اس نے پُرجوشی سے کہا۔

کہاں۔حیرت سے اسے دیکھتا ہوا عارفین مسکرا ابھی نہیں سکا تھا۔

بے بی کے لیے شاپنگ کرنے۔اس نے معصومیت سے جواب دیا۔

پہلے بے بی کے بابا کی ساری باتیں تو مان لو پھر ہی کوئی بے بی آئے گا نا۔اس کے گرد حصار تنگ کرتا ہوا وہ گہرا مسکرایا۔

مانتی تو ہوں ساری باتیں پھر بھی بے بی نہیں آیا ہمارا۔ وہ پر سکون سی مسکرائی۔

آج رات میں تیار رہنا پھر ساری رات مل کر بے بی کو لانے کی پلاننگ کریں گے کہو منظور ہے۔ اس کی معصومیت کا بھرپور فائدہ اٹھاتا ہوا وہ مسکرایا۔

ساری رات۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔

اگر تم کہو گی تو ہم صبح تک پلاننگ جاری رکھ سکتے ہیں۔ اس نے لب دبائے شرارت سے کہا۔

پھر میں سوؤں گی کب۔ شفا نے پلکیں جھپکتے ہوئے کہا۔

جب میں کہوں گا بولو منظور ہے تو ٹھیک ورنہ ہم بعد میں پلین کر لیں گے
مجھے ویسے بھی جلدی نہیں ہے۔
نہیں نہیں میں نے کب انکار کیا ہے مجھے منظور ہے۔ عارفین کو بدلتے دیکھ
وہ فوراً سے پہلے بولی۔

اچھے سے تیار رہنا میں انکار نہیں سنوں گا پھر۔ اس کے گال سہلاتا ہوا وہ
مخمور لہجے میں گویا ہوا۔

اوکے مگر آپ ساتھ میں پاپ کارن لے آئیے گا اب رات بھر پلاننگ
کریں تو کھانے کے لیے تو کچھ ہونا۔ عارفین نے بمشکل اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا جس
کے باعث اس کا چہرہ سرخی مائل ہوا تھا۔

میں ابھی جا رہا ہوں تیار رہنا۔اس کے دائیں گال کو محبت سے چوم کر وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔

وہیں شفا خود کو اس کے ہاں کرنے پر ہی خوشی کے ساتویں آسمان پر محسوس کرتی ہوئی چہکی تھی۔

اب تو رات ہونے پر ہی اس کی خوشی کی جد د دیکھنی باقی تھی۔

OOOOOOOOOOOOO

یار میں بس اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔اشفاق نیازی کو دیکھنے کی غرض سے آج عارفین اور دانیال دونوں کورٹ پہنچے ہوئے تھے۔

کیوں بھائی تجھے کیوں اسے دیکھنے کی حسرت تھی۔ دانیال نے تڑخ کر پوچھا

۔

میرے بھائی وہ بندہ مجھے ٹکر دینے کی بات کرتا تھا ناں تو بس دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ دیکھنے میں ہے کیسا میرے لیول کا ہے بھی کی نہیں۔ شرارت سے بھرپور لہجے میں بولتے ہوئے عارفین بائیں آنکھ ونگ کی۔

پھر کیسا لگا تجھے وہ۔ دانیال نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

میرے لیول کے تو آس پاس بھی فٹ نہیں ہوتا کمینہ، دیکھنے میں ہی ایک نمبر ڈیش انسان ہے تب ہی تو آج سلاخوں کے پیچھے سڑ رہا ہے۔ لب ترچھے کیے وہ سامنے کھڑے جہانگیر کو دیکھ آنکھیں چھوٹی کرتا ہوا تفتیشی

نظروں سے اسے دیکھنے لگا جو کسی لڑکی کے ساتھ کھڑا ہوا باتوں میں مصروف تھا۔

تو یہاں پر رک میں ابھی آیا۔ دانیال کو وہیں رکنے کا کہتا ہوا وہ جہانگیر کی سمت بڑھا تھا۔

السلام علیکم غالباً آپ ہانیہ ہی ہیں ناں۔ جہانگیر کے ساتھ کھڑی ہوئی اس کی اسسٹنٹ کو دیکھ کر عارفین نے مسکرا کر پوچھا تھا جس پر وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔

آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ عارفین نے آنکھیں چھوٹی کیے جہانگیر کو دیکھا جس کے چہرے کا رنگ اسے یہاں دیکھ کر سپید پڑا تھا۔

انہوں نے نہیں بتایا تو کوئی بات نہیں میں ہوں ایس ایس پی عارفین جیلانی یہیں پاس والے تھانے کا بڑا ہی زبردست تھانے دار ہوں اور بیرسٹر جہانگیر جیلانی کا چھوٹا بھائی ہوں میں۔عارفین نے مسکرا کر کہا جس پر ہانیہ کے تاثرات ڈھیلے پڑے تھے۔

آپ تو مجھے دیکھ کر اتنا گھبرا گئیں ہیں میری بھابھی سے مل کر تو یقیناً بے ہوش ہی ہو جائیں گی آپ۔جہاں ہانیہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا وہیں جہانگیر لب بھینچے ہوئے اسے گھورا تھا۔

بھابھی۔اس نے جہانگیر کو دیکھا جس پر جہانگیر نے بے بسی سے شانے اچکائے۔

بھابھی ہی نہیں ہے یار دو پیارے پیارے بچے بھی ہیں بھائی آپ نے بتایا نہیں ہانیہ کو۔ آنکھوں میں شرارت لیے وہ جہانگیر کو بیچ میں لایا تھا جو خاموشی سے اسے سن رہا تھا اور ہانیہ کی حیرت سے پھٹی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

کبھی پوچھا ہی نہیں انہوں نے۔ ہانیہ کی نم آنکھوں کو دیکھ وہ لب بھینچ کر رہ گیا تھا۔

ایم سوری مجھے بتانا چاہیے تھا آپ کو۔

اٹس اوکے سر ویسے بھی تو ہمارا یہ پہلا اور آخری کیس تو تھا ساتھ میں تو پھر اتنا پرسنل ہونے کی کیا ضرورت پڑی ہمیں۔ اپنی بیوقوفی پر ماتم کرتی ہوئی وہاں رکی نہیں تھی۔

غلط کیا بھائی آپ نے۔ عارفین نے تاسف سے گردن ہلاتے ہوئے کہا جس پر جہانگیر گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔

ویسے کہاں تھے آج کل بھائی آپ؟ ہانیہ کو جاتے دیکھ عارفین نے جہانگیر کو دیکھتے ہی پوچھا۔

کیا مطلب کہاں تھا کیس کے سلسلے میں مصروف تھا۔ عارفین کے اچانک پوچھے گئے سوال پر دانیال ڈگمگایا تھا۔

کونسے کیس کی بات کر رہے ہیں آپ۔ اس نے بھنویں سکیڑے پوچھا جبکہ جہانگیر اپنے خشک لب تر کیے۔

وہی اشفاق نیازی والا اور کونسا جو آج ختم ہو گیا ہے۔اس نے مسکرا کر اپنی خفت مٹانے کی سعی کی۔

اچھاااا کیس کے سلسلے میں افئیر چلانا جائز ہے کیا اگر ایسا ہے تو شکر ہے میں وکیل نہیں بنا ورنہ میرے بھی نجانے کتنے افیئرز ہوتے۔دونوں ہاتھ سینے پر باندھے عارفین نے مزے لیتے ہوئے۔

پہلی بار کوئی لڑکی اچھی لگی تھی مجھے افیئر نہیں چلایا میں نے اس کے ساتھ اور ویسے اگر میں نے افئیر چلایا بھی ہے تو کیا برائی ہے۔عارفین نے حیرت سے اپنے کم گو بھائی کو دیکھا جو ہمیشہ سے ہی اپنے کام سے کام رکھنے والا تھا۔

بھابھی کے بارے میں نہیں سوچا آپ نے جب انہیں پتا چلے گا تو کیا گزرے گی ان پر۔

کیا گزرے گی اس پر وہی زبان درازی کرے گی بات بے بات شکوے شکایت کرے گی اور ساری رات رو رو کر میرا سر کھائی گی مگر چپ نہیں ہو گی وہ، عاجز آ گیا ہوں یار میں اس کی دن رات کی کٹ کٹ سے۔ بے بسی سے کہتا ہوا عارفین کو وہ قابل رحم لگا تھا۔

ہانیہ بھی تو لڑکی ہے مگر جب ضرورت ہے تب بولتی ہے ورنہ خاموش رہتی ہے بات کو پہلے سنتی ہے پھر اپنی کوئی رائے دیتی ہے مگر امرحہ اسے بس بولنا سے مطلب ہے کسی کی فکر نہیں ہے اسے۔ اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا وہ عارفین کو خاموش دیکھ گردن جھٹک کر رہ گیا تھا۔

آپ انہیں ایک چانس تو دے کر دیکھیں۔ عارفین نے بوسیدہ سے جملے کا استعمال کیا۔

دنیا یہاں کی وہاں ہو جائے گی مگر امرحہ کی زبان کبھی بند نہیں ہو گی۔ جہانگیر نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

اگر میں کہوں کہ ہو جائے گی تب کیا کہیں گے آپ۔ عارفین نے دونوں ہاتھ پاکٹ میں اڑستے کہا۔

مان جاؤں گا تمہیں کہ تم اپنی زبان کے پکے انسان ہو۔ پھر تو میں ہی جیتنے والا ہوں۔ عارفین نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا۔

چھوڑو اس بات کو تم یہ بتاؤ آج یہاں کیسے۔
اپنی آبرو رب کرتے ہو جہانگیر نے نظریں چرائیں۔

اشفاق نیازی کو سلاخوں کے پیچھے جاتے دیکھنے کی چاہ یہاں تک کھینچ لائی تھی مجھے۔

عارفین کے ہمراہ ہوتے جہانگیر نے اسے تعجب سے دیکھا تھا جو معمول کے حساب آج کچھ زیادہ ہی خوش نظر آ رہا تھا۔

ایک خوشی تو اشفاق نیازی کو اس کے مقام پر پہنچانے کی تھی مگر اس کی آنکھوں کی چمک اور لہجے کی کھنک اسے خاصی الگ لگی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○

میں نے کہا بھی تھا مجھے اپ ٹو ڈیٹ کرتے رہنا مگر مجال ہے کہ تم لوگ کبھی کوئی ایک کام بھی وقت پر کرو۔ عارفین نے غصے سے شمن کی سمت دیکھا جو خاموشی سے گردن جھکائے ہوئے تھا۔

اب جاؤ یہاں سے شکل گم کرو۔ صبح ہی وہ شفا کو گھر چھوڑ پولیس اسٹیشن پہنچا تھا اور شمن کی غیر زمیداری کے مظاہرے پر وہ عش عش کرتا ہوا اپنے دکھتے سر کو دبانے لگا تھا کہ ڈورناک ہونے پر وہ مقابل کو بنا دیکھے اندر آنے کی اجازت دے گیا تھا۔

تمھارے بعد جسارت نہ ہوئی، آگے بڑھوں
تمھارے بعد بھلے بھی برے لگے مجھ کو

ایس ایس پی عارفین جیلانی آپ کے پانچ منٹ مل سکتے ہیں۔ جانی پہچانی آواز پر عارفین نے چونک کر دیکھا جہاں سامنے اورنج کلر کے خوبصورت ڈریس میں ملبوس مسکراتی ہوئی امبر کو دیکھ اس کا موڈ شدید بدمزہ ہوا تھا۔

اگر میں یہ کہوں نہیں مل سکتے تو۔ سرد لہجے میں کہتا وہ امبر کے کھلے ہوئے چہرے کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

اگر میں ریکوسٹ کروں گی تب بھی۔اس نے مسکرا کر پوچھا۔

او بھئی میرا پیچھا چھوڑ دو تم بیوی والا ہوں۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوا امبر کی گہری مسکراہٹ کا سبب بنا تھا۔

پیچھا کر کون رہا ہے میں تو نہیں کر رہی۔اس نے مسکرا کر عارفین کو دیکھا جس کے چہرے پر فقط بیزاری ہی بیزاری تھی۔

پیچھا نہیں کر رہی۔اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

پھر یہاں کیا رہی ہو کسی کے خلاف ایف آئی آر درج کروانے آئی ہو نہیں ناں۔اس نے سوال کے ساتھ خود ہی جواب دیا جس پر لب دباتی ہوئی چیئر پر ٹکی تھی۔

کوئی مینرز ہیں تم میں۔اس کے بنا پوچھے بیٹھنے پر چوٹ کرتا ہوا وہ بھن کر بولا۔

مینرز کی بات ہی نا کرو عارفین جیلانی وہ تو مجھ میں بہت ہیں ہاں بس پہلے کبھی تمہیں دیکھ کر ختم ہو جاتے تھے۔ معصومیت سے کہتی ہوئی وہ عارفین کی پریشانی کو مزید بڑھا رہی تھی۔

کیوں آئی ہو یہاں۔ وہ سیدھا مدعے پر آیا۔

میں یہاں ہم دونوں کے درمیان جو بھی مس انڈرسٹینڈنگ کو کلیئر کرنے آئی ہوں۔ اس نے سادگی سے کہا۔

ہمارے درمیان ایسا نہیں ہے اور نا کبھی تھا جسے کلیئر کیا جائے سو پلیز مس امبر ملک آپ یہاں سے تشریف لے جا سکتی ہیں۔ دانت دبائے ہوئے ضبط سے گویا ہوا۔

تمہارا ہر انداز تمہاری ہر بات مجھے ہمیشہ سے اچھی لگتی ہے یہ جاننے کے باوجود کہ میں تمہیں بلکل اچھی نہیں لگتی، اور لگتی بھی کیوں میری آپی ہیں ہی کمال، میں یہ نہیں کہوں گی کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہوئی یہ جھوٹ ہو گا مگر کیا کر سکتے ہیں انسان ہیں اور ہر چیز انسان کے ہاتھ میں نہیں ہوتی اور یہ رشتے تو ویسے بھی آسمانوں پر طے پائے جاتے ہیں کون کس کا ہے اور کسے کس کا ہونا ہے سب پہلے طے ہوتا ہے اس لیے میں بھی قسمت کے فیصلے پر بہت خوش ہوں اس لیے تمہارے پاس ہوں۔ ناگواری سے سنتا ہوا عارفین اسے دیکھنے سے گریزاں تھا۔

یہ میری شادی کا کارڈ ہے اور میں یہ سب سے پہلے تمہیں دینے آئی ہوں۔

عارفین نے تعجب سے اسے دیکھا۔

مطلب کیا لڑکی تھی وہ اس سے محبت کا بھی اظہار کر رہی تھی اور اسے ہی اپنی شادی کا کارڈ دینے آئی تھی۔

تمہیں کیا لگتا ہے میں آؤں گا۔ ٹیبل پر رکھے کارڈ کو دیکھ عارفین نے اسے دیکھا۔

آؤ گے تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔ کیا عارفین ہم دوست نہیں بن سکتے دیکھو تمہارے اور میرے درمیان تو کبھی کوئی اختلافات نہیں ہوئے تو پھر تم آ تو سکتے ہی ہو۔ پر امید سی کہتی ہوئی وہ مسکرائی۔

دیکھوں گا۔ اس نے سرسری سے انداز میں ٹالنا چاہا۔

دیکھوں گا نہیں تمہیں آنا پڑے گا اور ساتھ میں اپنی بیوی کو لانا ہے۔
دوستانہ لہجے میں کہتی ہوئی وہ عارفین کو حیران کرنے میں کامیاب ہوئی تھی

۔

کون ہے وہ بیچارہ جس کے نصیب پھوٹنے جارہے ہیں۔ مصنوعی مسکراہٹ لیے وہ امبر کے منگیتر پر ٹونٹ کر گیا تھا۔

فورسٹ آفیسر فرمان زمانی نام ہے تم تو جانتے ہی ہو گے اسے۔

فرمان زمانی۔ لب دبائے وہ اپنا بے ساختہ امڈ آنے والی قہقہے کو دبا گیا تھا۔

آؤ گے نا تم۔ اس نے پُرامید نظروں سے اسے دیکھا۔

ہاں اب تو ضرور آؤں گا اور شفا کو بھی اپنے ساتھ لاؤنگا وہ بھی تمہاری شادی کے ہر فنگشن پر۔ وہ پل میں چہک اٹھا تھا۔

بہت شکریہ تمہارا عارفین میں انتظار کروں گی تم دونوں کا۔ مسکرا کر کہتی ہوئی وہ اٹھی تھی عارفین کے چہرے پر الوداعی نظریں ڈالتی ہوئی وہ وہاں مزید نہیں رکی تھی اور وہاں سے گئی تھی۔

یہ بھی صحیح دو گھر ڈوبنے تھے اب ایک ڈوب جائے گا ویسے اب یہ سوچنا ہے کہ دونوں میں سے کون زیادہ بدنصیب ہے۔ مزے لیتا ہوا وہ ویڈنگ کارڈ دیکھنے لگا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

گڈ ایوننگ سر۔ گونڈل کو دیکھ عارفین نے مسکرا کر سر کو ہلکا سا خم دیا۔

کہاں گم تھے بھئی تم میری بھابھی کی زبان سے تنگ آ گئے تھے کیا؟ شرارت سے پوچھتا ہوا قدرے آہستگی سے بولا کہیں یہ نا ہو امرحہ سن لے اور پھر ہنگامہ برپا نا کر دے جو وہ آج بلکل بھی افورڈ نہیں کر سکتا۔

میری اماں نے روک لیا تھا اتنے دنوں بعد گیا تھا ناں اس لیے۔ گونڈل کے مسکرا کر کہنے پر گھر پر خاصی خاموشی محسوس کرتا دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے ہوئے تھا۔

گھر والے کہیں گئے ہیں۔ عارفین نے پوچھا۔

جی وہ امرحہ بھابھی اپنے گھر گئیں ہیں اور بڑی میڈم ور سر جی باہر گئے ہیں۔ اس نے مختصر سے انداز میں تفصیل دی۔

کہاں گئے ہیں بتا کر گئے ہیں کچھ۔ تفتیشی انداز میں پوچھتا ہوا وہ سیٹنگ ایریا کی سمت بڑھا۔

اور شفا میم بھی کہیں گئی ہوئیں ہیں۔ کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے عارفین نے افسردگی سے پوچھا۔

نہیں اپنے کمرے میں ہیں۔ آئی کیوں نہیں نیچے آنے سے پہلے بتایا بھی تھا پھر بھی۔ خود سے بڑبڑاتا ہوا وہ اپنے حکم کے انتظار میں کھڑے گونڈل کو دیکھا۔

ٹھیک ہے تم جاؤ میں بھی آرام کرونگا۔ اپنا سامان اٹھائے وہ اپنے کمرے کی سمت بڑھا۔

عجیب ہے یہ لڑکی ایک طرف کہتی ہے آپ کا ہر کام کرتی ہوں ہر بات مانتی ہوں اور پھر مجھ سے لاپرواہی بھی برتنے لگی ہے۔اپنے سوچوں میں گم وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے کے سامنے آ کر رکا تھا۔

کیا پتا تیار ہو رہی ہو۔یہاں سوچ ذہن میں آتے ہی عارفین کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

شفا، شفا کہاں ہو تم؟ کمرے میں متلاشی نظریں دوڑاتا ہوا وہ آہستگی سے پوچھا ہوا اس کے کوئی جواب نا دینے پر پریشان ہوا تھا۔

میں یہاں ہوں۔شفا کے پیچھے سے پکارنے پر مڑا تھا مگر اسے دیکھ چار سو چالیس والٹ کا جھٹکا دیا تھا۔

یہ سب کیا ہے ؟ اسے صبح والے کپڑوں میں دیکھ اسے صدمہ ہی تو پہنچا تھا وہ تو اس کی سوچ سے زیادہ معصوم+بیوقوف تھی۔

کیا کیا؟ آپ نے مجھے تیاری کرنے کے لیے کہا تھا ناں بس وہ ہی سب ہے۔ عارفین کو نا سمجھی سے دیکھتی وہ اس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی اسے اپنے ساتھ لائی تھی۔

یہ دیکھیں یہ رہے پیپرز اور پین، جس پر ہم سب پلیننگ تفصیل سے لکھا گے۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھے سامان کو دیکھتا ہوا وہ اپنی اس قدر بری قسمت پر رو بھی نہیں سکا تھا۔

اور یہ سب۔ گہری سانس خارج کرتا ہوا وہ خود کو کام ڈاؤن کرتا ہوا دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہوا۔

کھانے کی چیزیں ہیں تو کھانے کے لیے ہوئی ناں، آپ کو پتا ہے یہ میں نے خود بنایا ہے سب کچھ اور۔۔۔۔

ہم بے بی پلین کرنے والے ہیں پکنک نہیں کرنے والے شفا جو تم نے یہ پین کیک، نگٹس، کافی، چاکلیٹس یہ سب اکٹھا کر کے رکھا ہوا ہے۔ شفا کی بات بیچ میں کاٹتا ہوا وہ سخت بیزار ہوا تھا۔

ہاں تو بے بی پلین کریں گے تو کیا ہمیں بھوک نہیں لگے گی آپ کو لگے یا نا لگے مجھے تو بہت بھوک لگتی ہے، آپ مت کھائیے گا میں خود کھالوں گی۔ آنکھیں چھوٹی کیے ہوئے اسے دیکھتی ہوئی چاکلیٹ کھانے لگی تھی۔

سچ سچ بتانا شفا بے بی جب عقل تقسیم ہو رہی تھی آپ کہاں تشریف فرما تھیں۔ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے عارفین نے بھن کر پوچھا۔

کہاں تھی کا کیا مطلب میں وہیں تھیں۔اس نے آنکھیں گھماتے ہوئے معصومیت سے جواب دیا۔

نہیں نہیں اگر تم وہاں ہوتی ناں اتنی بیوقوف ناہوتی تم۔اس کے ہاتھ سے چاکلیٹ لے کر واپس سے ٹیبل پر رکھتا ہوا سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

آپ مجھے بیوقوف کہہ رہے ہیں۔

ہاں کہہ رہا ہوں کبھی عقل مندی کا مظاہرہ کروگی تو ہی تمہیں سمجھدار یا عقل مند کہوں گا نا۔اس کی کلائی کو مضبوطی سے پکڑتا ہوا وہ جھٹکے سے اسے اپنے قریب کر گیا تھا۔

یہ کیا کر رہے ہیں۔اس کی گرم سانسوں کی تپش کو اپنے چہرے پر محفوظ کرتی ہوئی گھبرائی تھی۔

وہ ہی جو تم بھی چاہتی ہو اور اب میں بھی۔اس کی گردن پر ہاتھ رکھتا ہوا شفا کے چہرے کو مزید قریب کرتا مخمور لہجے میں گویا ہوا وہیں شفا کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

مممممیں ایسا تو نہیں چاہتی۔میں چاہتا ہوں اب۔نم آنکھوں سے منمناتی ہوئی وہ عارفین کے سرخ آنکھوں میں دیکھتی ہوئی نظریں جھکا گئی تھی۔

دس منٹ ہیں تمہارے پاس اچھے سے تیار ہو جاؤ پھر میں تمہیں کلاس دیتا ہوں کہ بی بیز کیسے پلین کیے جاتے ہیں،ایک بات اور مسسز عارفین جیلانی اس بارمیں کوئی بھی بات نہیں سننے والا خاموشی سے جاؤاور ہماری شادی پر

جو ڈریس تم نے پہنا تھاناں وہ ہی ڈریس پہن کر آؤ تھوڑا سا میک اپ وغیرہ کرو مجھے بلکل ہماری ویڈنگ نائیٹ والی وائب چاہیے شفا بے بی۔اس کے دونوں گاؤں کو باری باری چومتا ہوا وہ گھمبیر لہجے میں سرگوشی کرتا ہوا شفا کی بولتی بند کر گیا تھا۔

عارفین سر۔اس کی بڑھتی جسارتوں پر وہ سہم اٹھی تھی۔

آج کچھ نہیں سنوگا میں شفا بے بی کیونکہ میرے سوئے ہوئے جذبات تم نے بیدار کیے ہیں میں تو نجانے کب تک انہیں سلانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر اب تمہاری ہر خواہش پوری کرنا بھی تو میری زمیداری ہے ناتو شاباش جلدی جاؤ ورنہ میں اپنے آپ پر کیے سب ہی ضبط کے پیمانے توڑ دونگا۔اس سے دو قدم پیچھے ہوتا ہوا وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے اسے راستہ دے گیا تھا۔

ایم وڈینگ مسسز عارفین جیلانی۔عارفین کے مسکرا کر کہنے پر وہ فورا سے بھاگنے کے انداز سے ڈریسنگ روم میں بند ہوئی تھی وہیں عارفین نے ٹیبل پر رکھے سامان کو مسکرا کر دیکھا تھا جہاں شفا کی معصومیت پر اسے ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

ooooooooooooo

میں نے سب کچھ برباد کر دیا ہے ناں شفا۔دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ" لیے وہ افسردگی سے گویا ہوا تھا۔
جس پر شفا نے لب بھینچے اسے دیکھا۔

مگر میں اب سب ٹھیک کر دونگا۔وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

کیا تم میرے لیے دوبارہ سے دلہن بنو گی پور پور صرف میرے لیے سجوں گی۔ مخمور لہجے میں کہتا ہوا وہ اس کے صبیح چہرے کو حفظ کرنے لگا تھا۔

آپ کی ہر خواہش سر آنکھوں پر۔اس کی پیشانی سے اپنی "پیشانی مس کرتی ہوئی وہ دلفریبی سے مسکرائی تھی۔

آج ہی کیا آپ کی خواہش پوری کروانی تھی۔شادی کا جوڑے پہنے ہوئے وہ منہ لٹکائے ہوئے بولی تھی جبکہ ذہن کے پردے پر عارفین کی خواہش لہرائی تھی جسے سوچ کر اس کے لبوں پر میٹھی سی مسکراہٹ رینگی تھی۔

بیس منٹ ہو گئے ہیں شفا بے بی۔ڈورناک کر کے اسے یاد کرواتا ہوا عارفین بیڈ پر لیٹنے کے انداز سے بیٹھا تھا۔

عارفین سر میں اس دن جیسی نہیں لگ رہی۔ شفا کی منمناتی ہوئی آواز پر عارفین گہرا مسکرایا تھا۔

مطلب تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ تم شادی والے دن میک اپ کا کمال لگ رہی تھیں۔ شرارت سے کہتا ہوا وہ ڈریسنگ روم کی سمت بڑھا۔

عارفین سرررررر۔ زچ آتی ہوئی وہ روہانسی ہوئی۔

مذاق کر رہا تھا یار تم باہر تو آؤ۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے وہ اس کے باہر آنے کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔

آ رہی ہوں۔ لہنگا سنبھالتی ہوئی وہ بمشکل ڈور کھولتی ہوئی سامنے کھڑے عارفین کو دیکھ لب کاٹنے لگی تھی۔

رک کر جو چلیں ہوائیں وہ چاند چہرہ
ستاروں کی جھلملاہٹ میں مسکرائے وہ چاند چہرہ

خوبصورت ہے وہ جچتا ہے غرور اس پہ
حسین شاموں میں وہ چاند چہرہ

شفا کی جھکی ہوئی نگاہوں کو دیکھ کر وہ لب دبائے مسکرایا تھا جبکہ اس کی لو دیتی نگاہوں سے جھلستی ہوئی وہ اسے دیکھنے سے گریزاں تھی۔

کتنی پیاری تو لگ رہی ہو۔اس کی سمت ہاتھ بڑھاتا ہوا وہ شفا کو نروس ہوتے دیکھ خود کو ہنسنے سے باز رکھا تھا۔

کہہ رہی تھی ناں میں اس دن۔ جیسی نہیں لگ رہی۔منہ لٹکائے ہوئے وہ معصومیت سے بولی۔

خود ہی سب اخذ کرنے کا ارادہ رکھتی ہو کیا تم۔اس کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھا جہاں میک اپ کے نام پر ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک اور آنکھوں میں کاجل لگایا گیا تھا۔
جبکہ جیولری کو کافی اچھے سے پن اپ کیا ہوا تھا جس وہ میں اس کی معصوم و حسین شفا بے بی ہی تو لگ رہی تھی۔

میری آنکھوں سے دیکھو کہ تم اس وقت کس قدر دلکش اور حسین لگ رہی ہو۔عارفین کی لودیتی نگاہوں میں دیکھتی ہوئی نگاہیں جھکا گئی تھی۔

اب بتاؤ کیسی لگ رہی ہو۔

پتا نہیں۔عارفین کے مسکراتے لہجے پر وہ اسٹل ہوئی تھی۔

آؤ تمہاری خوبصورتی کو پریکٹیکلی طور پر سہرایا جائے۔اس کے شانے کے گرد بازوں پھیلاتا ہوا وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا۔

پریکٹیکل۔اس نے ناسمجھی سے عارفین کو دیکھا جس نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

مگر یہاں بات میری خوبصورتی کو سہرانے کی نہیں ہو رہی عارفین سر یہاں بات ہمارے بے بی کی ہو رہی ہے جس کے لیے ہمیں پلیننگ کرنی ہے اس لیے تو میں نے آپ کی یہ خواہش پوری کی ہے اب آپ کی باری ہے۔وہ معصومیت سے کہتی ہوئی اپنی شامت بلوا گئی تھی۔

ہاں ہاں میں بھی تو یہ بات کر رہا ہوں شفا بے بی۔اس کی گال کھینچ ہوئے شرارت سے بھرپور مسکرایا تھا۔

اب یہ بتاؤ کہاں سے شروع کریں۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے ہوئے وہ شفا کو دیکھ کر مسکرایا۔

کہیں سے بھی آپ بڑے ہیں مجھ سے آپ کو زیادہ اندازہ ہو گا کہ کہاں شروع کرنا ہے۔اسے مسکراتے دیکھ شفا نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور بیڈ پر بیٹھنے لگی تھی۔

شفا۔اسے بیڈ پر بیٹھتے دیکھ عارفین نے اہس سے اسے پکارا تھا۔

جی۔اس کی خواہش جھیل سی آنکھوں میں عارفین کے لیے اعتبار تھا،یقین تھا،لبوں پہ مطمئن سی مسکراہٹ کا راج تھا۔

آر یو شیور۔اس نے ایک بار پھر سے پوچھا جبکہ شفا نے مسکرا کر شانے اچکائے۔

مجھے لگتا تھا کہ تم بہت چھوٹی ہو شفا لیکن اب تمہیں دیکھ کر دل کر رہا کہ تمہاری عقل کو تین سو توپوں کی سلامی پیش کروں۔ سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ اس کے سامنے آ کر رکا تھا۔

میری عقل کو سلامی کیوں پیش کرنی ہے آپ کو۔ دوپٹہ سیٹ کرتی ہوئی مسکرا کر بولی۔

دل چاہ رہا ہے۔ اس نے ہنس کر شانے اچکائے۔

میری بات سنو مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا کہ تمہیں میں کیسے سمجھاؤں۔ اس نے بے بسی سے اسے دیکھا جو اسے منتظر نگاہوں سے تک رہی تھی۔

کیا سمجھ نہیں آ رہا بس صاف صاف بات کرتے ہیں۔اس نے اپنے طور پر مشورہ دیا۔

دیکھو بے بی کے لیے ہم دونوں کا قریب آنا بہت ضروری ہے تم سمجھ رہی ہو نا میں کیا کہہ رہا ہوں۔اس کے سامنے بیٹھتا ہوا وہ خود جذبز کا شکار ہو رہا تھا۔

کتنا قریب آنا ہو گا۔اس کے قریب ہوتی ہوئی وہ سرگوشیانہ انداز میں گویا ہوئی۔

اتنا کہ ہم دونوں کی سانسوں کی آواز بھی ہم باآسانی سن سکیں۔اس کی ویسٹ پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ جھٹکے سے اسے اپنے قریب کر گیا تھا۔

رکیں عارفین سر رکیں۔۔۔عارفین کی اچانک افتاد پر وہ سہم اٹھی جبکہ شبنمی آنکھوں میں عارفین کا عکس لہرایا تھا۔

اب نہیں رک سکتا۔اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

عارفین سر۔ ششششششش۔۔۔اس کے لبوں پر انگشت کی انگلی رکھ کر عارفین نے اسے خاموش کروایا تھا۔

پہلے یہ بتاؤ مجھے یہ بے بی کا خیال تمہارے دماغ میں آیا کہاں سے۔دوپٹہ کو پنوں سے آزاد کرتا ہوا وہ معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی تک ودو میں لگا تھا۔

ااامرحہ بھابھی کہہ رہی تھیں۔عارفین کی ٹریس کرتی انگلیوں کو اپنی ویسٹ پر محسوس کرتی ہوئی شفا کی جان حلق میں اٹکی تھی۔

کیا کہہ رہی تھیں؟ کان میں پہنے آویزوں سے آزاد کرواتا ہوا وہ اس کی لو کو استحقاق سے چومتا ہوا اس کی جان لینے کے لیے درپے ہوا تھا۔

ہمارے ہونٹ بھی مَرہم کا کام کرتے ہیں
تمہارے زَخم کو چُومیں،، تمہیں شفاءِ دے دیں؟

ڈاکٹر کے پاس لے کر جانے کی بات کر رہی تھیں آپ سے بات کرنے کے لیے کہا تھا مگر آپ بات نہیں کر رہے۔ تیزی سے کہتی ہوئی وہ اب کی بار رو دی تھی۔

اس لیے تم اپنے گھر گئی تھیں۔ شفا کا چہرے کو بغور دیکھتا ہوا وہ اس سے قدرے فاصلے پر ہوا تھا۔

ہاں تو اور کیا کرتی۔ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی عارفین کے تھوڑا سا دور ہونے پر پر سکون ہوئی تھی۔

شفا تک نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ اس نے نرم گرم لہجے میں استفسار کیا تھا۔

آپ کیا کرتے لڑتے ہی ناں ان سے اس لیے نہیں بتایا، میں نے سوچا ہم خود سے ہی بے بی کی پلاننگ کرلیں گے۔ آنسو صاف کرتی ہوئی وہ عارفین کو حد درجہ معصوم لگی تھی۔

اب رو کیوں رہی ہو۔ اسے روتے دیکھ وہ مسکرایا۔

رونے دیں مجھے۔عارفین کے ہاتھ جھٹکتی ہوئی وہ غصے سے اٹھی تھی۔

کہاں جارہی ہو؟وہ اس کے پیچھے چل دیا تھا۔

چینج کرنے جب آپ میری خواہش پوری نہیں کر سکتے تو میں کیوں پوری کروں آپ کی کوئی بھی خواہش۔غصے سے کہتی ہوئی وہ ڈریسنگ روم کی سمت بڑھی تھی کہ عارفین نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے روکا تھا۔

ایسے کیسے شفا بے بی ہم تو کب سے تیار بیٹھے ہیں آپ کی خواہش پوری کرنے کے لیے۔اسے گود میں اٹھاتا ہوا وہ شریر لہجے میں گویا ہوا وہیں شفا نے خفگی سے اسے دیکھا تھا جس کا لہجہ اور انداز پل میں بدل گیا تھا۔

رہنے دیں جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔ شکوہ کن لہجے میں کہتی ہوئی وہ رخ موڑ گئی تھی۔

سچ کہہ رہا بس تم میری ہر بات پر عمل کرو گی انکار نہیں سنوں گا کہو منظور ہے۔ شفا نے اثبات میں گردن ہلائی تھی جس پر جاندار مسکراہٹ لیے اسے دیکھنے لگا تھا۔

کیا کر رہے ہیں؟

آج کوئی سوال نہیں پوچھنا ہے شفا۔ کمرے کی لائٹس آف کرتا مخمور لہجے میں کہتا ہوا اس کی جانب بڑھا تھا۔

لذّتِ قُرب رہی شوخیٔ وِصال رہی

تُمھارے ساتھ جو گزری گھڑی کمال رہی

رہا نہ ہوشِ خُودی نا گرفت لفظوں پر
خاموشی گفتگو میں محوِ وجد و حال رہی

تُمھارا حکم ھو اور ردّ کروں میں ناممکن
کبھی بھی ایسی نہیں ہے میری مجال رہی

OOOOOOOOOOOOOOOOO

تکلیف کیا ہے آپ کو، نہیں ایک بار نا مجھے بیٹھ کر بتا دیں کہ آپ کا میرا ساتھ کونسا بیر چل رہا ہے جو آپ میری بیوی کو الٹی سیدھی پٹیاں پڑھا رہی

ہیں۔ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ لڑاکا عورتوں کی مانند لڑنے کے لیے تیار کھڑا ہوا تھا۔

وہیں امرحہ اس کے یوں اچانک سر پر آدھمکنے پر بوکھلا کر رہ گئی تھی۔

میں نے کیا کیا ہے۔اس نے خود کو س سے لڑنے کے لیے تیار کیا تھا۔

یہ بچوں کا شوشہ کس خوشی میں چھوڑا تھا آپ نے شفا کے آگے۔اس نے دوبدو چبا کر پوچھا۔

ہر کوئی پوچھ رہا تمیں نے بھی پوچھ لیا تو اس میں کونسی آفت ان گئی جو تم اس طرح بے دید ہو رہے ہو۔ تنفر سے گردن جھٹکتی ہوئی امرحہ نے نکھری نکھری سی شفا کو جانچتی نظروں سے دیکھا تھا جو معمول کے حساب سے آج کچھ زیادہ ہی شرم سے سرخ ہو رہی تھی۔

آفت تو آگئی ہے بھابھی جان آپ کی زندگی میں۔شفا کو دیکھ وہ آہستگی سے بولا تھا جبکہ امرحہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

کتنی بار مجھے آپ کو یہ بات سمجھانے پڑے گی بھابھی جان مجھ سے اور میری بیوی پر اتنا دھیان نا دیں اپنی شادی شدہ زندگی پر نگاہ رکھیں۔مصلحتاً مسکراتا ہوا عارفین امرحہ کے چہرہ پر پریشانی کے عناصر دیکھ کر محفوظ ہوا تھا۔

اور رہی بات ہمارے بچوں کی تو وہ بھی آجائیں گے جب ان کے آنا کا وقت ہو گا تو آپ تو یہ فکر کرنا چھوڑ دیں وقت سے پہلے بال سفید ہو جائیں گے آپ کے۔امبر کی شادی کے لیے کروائے سائے پر ٹونٹ کرتا ہوا وہ شرارت سے بھرپور مسکرایا تھا۔

وہیں امرحہ نے اسے گھورا تھا۔

بھابھی میری بات ہلکے میں مت لیجیئے گا یہ نا ہو آپ انتظار میرے بچوں کا کر رہی ہو اور سوتن کے بچے سنبھالنے پڑ جائیں۔ سرگوشی کرتا ہوا وہ امرحہ کی دنیا ہلا گیا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ خوف کے مارے امرحہ کی آواز دھیمی ہوئی تھی۔

میں کبھی بکواس نہیں کرتا بھابھی جان جو کہتا ہوں کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہتا ہوں، دھیان دیں یا نا دیں یہ اب آپ کی مرضی ہے ویسے امبر کو بتا دیجیئے گا ہم دونوں آج مہندی کے فنگشن پر ضرور آئیں گے۔ مدھم سی مسکراہٹ ان کی سمت اچھالتا ہوا وہ وہاں سے گیا تھا۔

جہانگیر مجھے دھوکا نہیں دے سکتے مگر یہ بھی تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

عارفین کو جاتے دیکھ وہ نم آنکھوں سے جہانگیر کی روٹین کو سوچتی ہوئیں آبدیدہ ہوئیں تھیں۔

امرحہ بھابھی۔

شفا میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔شفا کو اپنی سمت بڑھتے دیکھ وہ فوراً سے وہاں سے گئی تھی۔

انہیں کیا ہو گیا ہے اب۔امرحہ کو جاتے دیکھ وہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

ooooooooooooooo

چلیں ہمیں لیٹ ہو رہی ہے۔ گرین کلر کے کرتا پاجامہ کے ساتھ گرین کلر کی ڈیزائنر واسکٹ میں ملبوس عارفین تیار ہو کر ڈریسنگ روم سے باہر آیا تھا کہ اسے تیار ہوتے دیکھ خاموش ہوا تھا۔

مہندی کے فنکشن کی تھیم کی مناسبت گرین کلر کے لہنگا اور ہاف کرتی میں ملبوس وہ ہم رنگ ہی خوبصورت دوپٹہ کندھے پر ڈالے ہوئے تھی۔ لائیٹس میک اپ کے ساتھ بالوں کو اسٹریٹ کیے وہ سیدھی مانگ نکالے ہوئے تھی ماتھے پر لگایا گیا مانگ ٹیکا کانوں میں جھمکے پہنتی ہوئی وہ آبرو اچکاتی ہوئی خاموش بیٹھے عارفین کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

اس کے ساتھ کوئی چوکر بھی پہن لو اچھا لگے گا۔اس کے کہنے پر وہ ہنسی تھی ۔

اس میں ہنسنے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔ برا مناتا ہوا عارفین اٹھ کر اس کے پاس آکر رکا تھا۔

اگر میں نے وہ بھی پہن لیا ناں تو دلہن لگوں گی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں تو چاہتا ہوں ناں کہ تم ہر روز میری دلہن لگو۔ عارفین نے محبت سے چور لہجے میں کہا تھا جس پر وہ لب دباتی ہوئی چوکر نکالنے لگی تھی۔

مجھے دو میں پہناتا ہوں۔ شفا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

کیا ہوا ہر روز ہتھکڑیاں باندھتا ہوں تو کیا ایک دن اپنی بیوی کو چوکر نہیں پہنا سکتا میں۔ مسکرا کر کہتا ہوا وہ چوکر اس سے لیتا ہوا اسے پہنانے لگا تھا۔

آپ کے قرب سے پہلے مجھے معلوم نہ تھا
زندگی اتنی دل آویز بھی ہو سکتی ہے

سلگتا ہوا لمس اس کی گردن پر چھوڑتا ہوا وہ پیچھے ہوا تھا وہیں شفا پلکیں اٹھنے سے انکاری ہوئی تھی۔

اب ایسے شرماتی رہو گی تو میں مہندی پر جانا کینسل کر دونگا، پھر گھر پر مل کر ایک دوسرے کی کمپنی انجوائے کریں گے۔ شفا کو ہاتھ پکڑتا ہوا وہ اسے اپنے روبرو کرتا ہوا شرارت سے بھرپور مسکرایا تھا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے، عارفین سر ہمیں دیر ہو رہی ہے چلتے ہیں۔ اسے پٹڑی سے اترتے دیکھ وہ فوراً اسے پہلے بولی۔

چلو۔اس کے شانے کے گرد بازوں پھیلاتا ہوا زندگی سے بھرپور مسکرایا تھا
۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○

عارفین نہیں آیا آپ لوگوں کے ساتھ۔امرحہ کو دیکھ امبر نے افسردگی
سے پوچھا تھا۔

کہہ تو رہا تھا ہم آئیں گے۔عارفین کی نقل اتارتی ہوئی امرحہ نے دور
کھڑے جہانگیر کو دیکھا تھا جو اس وقت بھی فون پر مصروف تھا۔

تمہیں کیا ہے وہ آئے یا نا آئے اپنی شادی پر فوکس کرو، فرمان اور اس کی فیملی آنے والی ہے ان کی فکر کرو۔ سختی سے کہتی ہوئی وہ جہانگیر کی جانب بڑھی تھی۔

آپ بے فکر ہو جائیں میں ہوں نا آپ کے ساتھ۔ مقابل کے جملے پر وہ مسکراتا ہوا مڑا تھا کہ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے کھڑی امرحہ کو دیکھ اس کے لب سمٹے تھے۔

میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔ امرحہ کو دیکھ وہ بات ختم کرتا ہوا فون پاکٹ میں رکھ گیا تھا۔

کیا ہوا ہے ایسے کیوں گھور رہی ہو؟ امرحہ کی چھوٹی آنکھیں کر کے دیکھنے پر ڈگمگا گیا تھا۔

کس سے باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی ہنس ہنس کر۔ تفتیشی لہجہ اور جانچتی نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی امرحہ نے جہانگیر کو دیکھا تھا۔

کیس کے سلسلے میں بات کر رہا تھا فاروق صاحب سے۔ صبح سے امرحہ کے شکی پن سے اکتاتا ہوا وہ تنگ آیا تھا۔

دیکھاؤ۔

حد ہے تم تو ایسے بی ہیو کر رہی ہو جیسے میں تم سے جھوٹ بولتا آ رہا ہوں تم سے

سچ آتا ہوا وہ بلا آخر غصے سے بولا۔

اگر تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو تو فون دکھانے میں ہرج ہی کیا ہے۔ بنا جہانگیر کے غصے کو خاطر میں لائے وہ آہستگی سے بولی۔

افففف، یہ لو دیکھ لو ہو گئی تسلی۔ غصے سے فون دکھاتا ہوا وہ وہاں سے گیا تھا۔

تم غصہ کرو یا خوش ہو مگر مجھے صرف اتنا پتا ہے عارفین جھوٹ نہیں بولتا اگر اس نے تم پر نظر رکھنے کی تلقین کی ہے تو کوئی تو وجہ ہو گی ہی نا ایسے ہی تو وہ کچھ کہنے سے۔ جہانگیر کو جاتے دیکھ وہ عارفین کی باتوں کو سوچتی ہوئی اس کے پیچھے چل دی تھی وہ کہاں اب جہانگیر کا پیچھا چھوڑنے والی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○

کیسی لگ رہی ہوں؟امبر کے سوال پر فرمان نے اسے دیکھا تھا جو واقعی ہی خوبصورت لگ رہی تھی مگر پھر بھی وہ اس کی خوبصورتی سے قائل نہیں ہو پایا تھا۔

کیا ہوا؟

اچھی لگ رہی ہو۔ کہتا ہوا وہ ہلکا سا مسکرایا جبکہ نظریں تو سامنے سے آتے ہوئے شفا اور عارفین کو دیکھ کر ٹھہری تھیں۔

شکریہ۔ کہہ کر بھی کروائی تو کیا تعریف کروائی۔ مسکرا کر گردن جھٹکتی ہوئی وہ بھی عارفین اور شفا کی سمت متوجہ ہوئی تھی جو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے مکمل لگ رہے تھے۔

اسے بھی ترکِ محبت کی اِک نشانی سمجھ
یہ زخم چارہ گروں سے تو بھرنے والا نہیں
تم اس میں خواب اُگاؤ کہ کہکشاں سینچو
غروبِ شام کا منظر بدلنے والا نہیں

آپ کو پتا ہے عارفین آپی کے دیور لگتے ہیں۔امبر نے مسکرا کر بتایا۔

جانتا ہوں، فریال آپی سے معلوم ہوا تھا۔اس کے جواب میں وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا جبکہ نگاہیں تو بس ان کے مسکراتے چہروں پر ٹکی ہوئی تھی۔

ان دونوں کو ساتھ دیکھ لگتا ہے۔امبر نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔

کیا لگتا ہے ؟ فرمان نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔

جیسے دونوں بنے ہی ایک دوسرے کے لیے ہوں۔ ٹھنڈی آہ بھرتی ہوئی وہ لب دبا گئی تھی وہیں فرمان کی نظریں جھکی تھیں۔

وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی وہ دونوں ساتھ مکمل تھے ادھوری رہی تھی فرمان کی خواہش، اس کی محبت وہیں دوسری طرف امبر کا حال بھی اس سے مختلف نا تھا۔

میرے دل میں عارفین کا خاکہ آپ نے بنایا تھا آپی، اگر آپ مجھ سے اس کی باتیں نا کرتی اس کے لیے میرے دل کبھی بھی کوئی فیلنگز بیدار ہی نا ہوتی۔

میری دعا ہے اس سوکھی ہوئی مہندی کے طرح تم بھی عارفین جیلانی میرے دل و دماغ سے تمہارے تمام خیال بھی جھڑ جائیں اور اس گہرے

رنگ کی طرح فرمان کی محبت میرے دل میں رچ بس جائے۔اپنے ہاتھوں میں لگی مہندی کو دیکھتی ہوئی وہ پھیکا سا مسکرائی تھی جبکہ سوکھی ہوئی مہندی اب جھڑنے لگی تھی۔

مبارک ہو فرمان زمانی اب تو ہمارے دو دو رشتے ہیں۔اسٹیج پر چڑھتے ہی عارفین کی پر شوخ آواز نے ان دونوں کو اپنی سمت متوجہ کیا تھا۔

تھینک یو۔سادہ لہجے میں کہتا ہوا وہ مسکراتی ہوئی شفا کو دیکھ کر نظریں جھکا گیا تھا۔

مہندی کی رسم کی ادائیگی کے بعد میوزک پلے ہوا تھا جس پر عارفین شفا کا ہاتھ پکڑتا ہوا اسٹیج سے اترتا ہوا ڈانس فلور کی سمت بڑھا تھا۔

تیرے ورگا تاں مینو کوئی دسدا نئیں
میں تاں لایا بڑا دل کتھے لگدا نئیں
تیرے رنگ دا ملیا ستارہ وے یارا
تیرے بن میں تاں سارا بے رنگ سجنا

ہلکے پھلکے سے اسٹیپ لیتے ہوئے وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سب سے بے خبر ہوئے تھے۔

من دا نہیں یہ دل تیرے لیے ہر پل
تیری خیر منگدا را اوے
تو جو نینا اچ پیلا ہے شرابی رنگ لایا
تیرے عشق اچ ہویا میں ملنگ سجنا

شفا کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ اسے گھمانے لگا تھا۔

تیری ڈوریاں نوں لے کے
دل وادے اتے اب کے
آج اڈتا جیسے کی پتنگ سجنا

دونوں ہاتھ اوپر کرتے ہوئے وہ ایک جیسے اسٹیپ کرتے ہوئے ہر ایک کے پر اپنا سحر طاری کر گئے تھے۔

تو جو نیناں اچ پیلا ہے شرابی رنگ لایا
تیرے عشق اچ ہویا میں ملنگ سجنا

شفا کی ویسٹ پر ہاتھ رکھتا ہوا عارفین نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

عشق پردوں جیسے اب نکلنے لگا ہے

یہ تو آئے گا نظر سرِ عام

ہم دونوں کے علاؤہ کوئی اور نہیں ہے

عشق پنوں پہ ہے تیرا میرا نام

لکھ واری چھپالے چاہے تو

عشق بہہ گا تو نہیں چُھپنا

عشق پردوں سے جیسے اب نکلنے لگا ہے

یہ تو آئے گا نظر سرِ عام

سالسا اسٹیپ کرتے ہوئے وہ عارفین کو پہلی بار اس طرح ڈانس میں گم ہوتے دیکھ بس شفا اس کا ساتھ دے رہی تھی جبکہ وہ ڈانس کے ڈی تک سے انجان تھی۔

توجو نیناں اچ پیلا ہے شرابی رنگ لایا

تیرے عشق اچ ہو یا میں ملنگ سجنا

اسے خود کے قریب کرتا ہوا وہ لیرکس میں گم ہوا تھا وہیں شفا نے مسکراتے ہوئے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

تیری ڈوریاں نوں لے کے

دل وادے اتے بے کے

آج اڈتا جیسے کی پتنگ سجنا

توجو نیناں اچ پیلا ہے شرابی رنگ لایا

تیرے عشق اچ ہو یا میں ملنگ سجنا

تیری ڈوریاں نوں لے کے

دل وادے اتے بے کے

آج اڈتا جیسے کی پتنگ سجنا

پہلے مجھے دیوانہ کیا تم نے اس کے بعد سب سے بیگانہ کر رہی ہو تم خود نہیں جانتی شفا بگٹی تم کیسے عارفین جیلانی کو قابو کیا ہے۔اس کے کان میں میٹھی سی سرگوشی کرتا ہوا تھا گہرا مسکرایا تھا۔

یہ سچ ہے۔اس نے مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

یہ وہ سچ ہے جس کا عینی شاہد خود عارفین جیلانی ہے۔اس کے شانے پر ہلکی سی چیت رسید کرتی ہوئی شفا نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

دونوں کے ڈانس فلور چھوڑنے کی دیر تھی کہ جہانگیر نے وہ ڈانس فلور سنبھالا تھا۔

عشق میرے یار اتو کر لے دوبارہ
بس اک بار میں ہی بھرے نا دل بیچارہ

سنگ رہنے کے شام وسویرے
کیا کرنے ہیں وعدے بتیرے
ہے زندگانی اگر چار دن
تو لینے ہیں کیوں سات پھیرے

یہ بھائی پھر سے پٹڑی سے نہیں اتر گئے۔ جہانگیر کو ڈانس فلور سنبھالتے دیکھ عارفین کی ہلکی سی سرگوشی پر بھی امرحہ کی کان کھڑے ہوئے تھے۔

وہیں جہانگیر نے سب کی متوجہ اپنی سمت مبذول کروائی تھی۔

تو نے جوانی میں سیکھا

نجانے کہاں کا سلیقہ

عارفین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے بھرپور اسٹائل میں اسٹیپ لیتے آبرو اچکاتی تھی۔

جو پہلے ہی بریک اپ میں

دل نے تیرے گیو واپ کر دیا

جس پر عارفین نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کا ساتھ دینے کے لیے اس کے ساتھ ہوا تھا۔

اک بار ہی کیا تو یاروں پیار کیا کیا
پیار ہوتا ہوتا کئی بار ہے

ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے وہ ایک جیسے اسٹیپ کرتے ہوئے وہاں موجود لوگوں کو دنگ کر گئے تھے۔

صرف ایک پہ کیا تو دل نثار کیا کیا
پیار ہوتا ہوتا کئی بار ہے

حیرت سے عارفین کو دیکھتی ہوئی شفا نے لب دبائے تھے۔
جہانگیر کے ڈانس وہ فقط چونکی تھی مگر عارفین کے ڈانس فلور سنبھالنے پر وہ دنگ رہ گئی تھی۔

پہلی محبت میں تو لگتا یہ ہی ہے ڈارلنگ
مر جاؤں گا جو مجھ کو یہ نا ملی۔

دل پر ہاتھ رکھتا ہوا عارفین گرنے کا انداز سے اسٹیپ لیتا ہوا مسکرایا تھا جسے جہانگیر نے سنبھالا تھا۔

اگلی دفعہ محبت ہوتی ہے تو لگتا ہے
یہ والی مجھ کو پہلے کیوں نا ملی

اب کی بار جہانگیر نے شرارت سے آنکھیں وِنگ کرتے ہوئے اسٹیپ لیا تھا۔

جسے دیکھ زید جیلانی نے اپنے دونوں بیٹوں کو شرارت میں اترے دیکھ مسکرائے تھے۔

وہ دل کیا بھلا جو ٹوٹا نا کبھی
پہلی دفعہ چوٹ کھا کے
کیوں دل کو لگانا ہی چھوڑے
سب کچھ محبت میں چلتا ہے
تو کیوں نا دو چار دل ہم بھی توڑیں

دل ہی دل میں ان دونوں کی نظر اترتی ہوئیں ردا بیگم کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں جبکہ چہرے پر بکھری مسکراہٹ دیکھنے لائق تھی۔

تو نے جوانی میں سیکھا

نجانے کہاں کا سلیقہ

جو پہلے ہی بریک اپ میں

دل نے تیرے گیو واپ کر دیا

اک بار ہی کیا تو یاروں پیار کیا کیا

پیار ہوتا ہوتا کئی بار ہے

صرف ایک پہ کیا تو دل نثار کیا کیا

پیار ہوتا ہوتا کئی بار ہے

پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا وہیں وہ دونوں بغلگیر ہوتے ہوئے ایک طویل عرصے بعد اس طرح ساتھ ڈانس فلور سنبھالتے ہوئے تھے۔

آخری بار وہ دونوں اس طرح انوشے کی شادی پر ایک ساتھ محفل کو اپنا دیوانہ بنانے میں کامیاب ہوئے تھے اور آج کی رات تو انہوں جیسے اپنے ہی نام کی تھی۔

OOOOOOOOOOOOOO

آپ مجھے دھوکا دے رہے ہیں جہانگیر۔پر نم آنکھوں سے پوچھتی امرحہ کو دیکھ جہانگیر نے اپنے لب تر کیے تھے۔

نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے۔اس نے ایک بات اپنی صفائی پیش کی۔

اگر دینے کا سوچا بھی ہے تو پلیز مت دیجئے گا میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں جہانگیر یہ دکھ برداشت نہیں کر پاؤں گی۔اب کی بار جہانگیر کی نظریں جھکی تھیں۔
وہیں امرحہ کے رونے میں روانگی آئی تھی۔

آپ جیسا کہیں گے میں ویسی بن جاؤں گی مگر پلیز یہ ظلم مت کیجئے گا مجھ پر۔ دونوں ہاتھ جوڑتی ہوئی وہ جہانگیر کو شرمندہ کر گئی تھی۔

جیسا کہوں گا ویسی بنوں گی۔اس کے آنسوؤں پونچھتا ہوا وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ ایک امید اجاگر ہوئی تھی کہ شاید امرحہ کی تیز زبان پر قابو آجائے۔

جیسا کہیں گے ویسی ہی بن جاؤں گی۔ بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے جہانگیر نے آج اپنی تیز طرار بیوی کو بھیگی بلی بنے دیکھ جو خوشی ملی تھی وہ شاید ہی کبھی محسوس ہوئی ہو۔

زبان درازی سے باز آجاؤ، تنگ آتا جارہا ہوں میں تمہاری زبان کی تیزی کے بس اتنا سا کرلو، میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم نے میری بات مان لی تو خدا

کی قسم میں کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گا۔ سنجیدگی سے کہتے جہانگیر کو دیکھتی ہوئی وہ لب دباتی ہوئی خاموش ہوئی تھی۔

جواب تو دو کچھ اتنا بھی چپ رہنے کے لیے نہیں کہا میں نے۔اس کی حالت سے مزہ لیتا ہوا جہانگیر مسکرایا تھا۔

نہیں بولوں گی زیادہ بس آپ کو میرا ہو کر رہنا ہو گا۔

میں کونسا پہلے کسی اور تھا بس بات چیت تک ہی رکھا تھا تعلق سب۔ روانگی سے کہتا جہانگیر آخر میں زبان دانتوں تلے دبا گیا۔

سب۔ حیرت سے پوچھتی ہوئی وہ رو بھی نا سکی تھی۔

مذاق کر رہا تھا یار چلو سب انتظار کر رہے ہیں ہمارا۔اسے اپنے ساتھ لیے وہ وہاں سے گیا تھا۔

بڑا ڈانس کیا جا رہا ہے۔آنکھیں چھوٹی کیے شفا نے اسے گھورا تھا۔

امبر کی شادی کی ہے یار، میری بھابھی کی بہن سے پہلے وہ میری کزن بھی لگتی ہے۔عارفین نے وضاحت دیتے ہوئے کہا اور واسکٹ اتار کر اسے پکڑائی تھی۔

کزن۔چڑ کر کہتی ہوئی وہ اسے بہت پیاری لگی تھی۔

تمہاری بھی بھابھی کے بھائی کی شادی ہے انجوائے تو کرنا بنتا ہے۔اس کے شانوں پر بازوں پھیلاتا ہوا مسکرا کر گویا۔

میری پہلی اور آخری محبت صرف تم ہو اس لیے یہ شک کرنا چھوڑ دو۔ شفا نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

آپ نے بتایا ہی نہیں تھا مجھے آپ کو اتنا اچھا ڈانس کرنا آتا ہے۔ شفا نے شکوہ کرتے ہوئے عارفین کو دیکھا۔

تم نے بھی نہیں بتایا کہ تمہیں ڈانس کے ڈی کا بھی نہیں پتا۔ شفا کے ڈانس اسٹیپ کا مذاق اڑاتا ہوا شرارت سے مسکرایا تھا۔

ساتھ تو دیا ناں آپ کا یہ بھی کافی ہے۔ شفا نے جتاتے ہوئے کہا وہیں عارفین کی نظریں دور کھڑے جہانگیر اور امرحہ پر رکی تھیں۔
جہاں جہانگیر اسے صاف اپنی صفائی دیتا ہوا دکھائی دیا تھا۔

ہاں تو مسسز عارفین جیلانی اب گھر چلیں یا اور ڈانس کرنا ہے میرے ساتھ ۔اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ زید جیلانی اور ردا بیگم کے ہمراہ ہی گھر جانے کے لیے بڑھے تھے۔

جبکہ جہانگیر اور امرحہ نے آج رات وہیں رکنا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○

تم بہت زیادہ خوش ہو رہی ہو امبر کی شادی ہو جانے پر۔شادی پر سے لوٹ کر آتے ہی عارفین نے شفا کو خوش ہوتے دیکھ حیرت سے پوچھا۔

ہاں تو میرا خوش ہونا تو بنتا ہے آخر میرے شوہر کو جو لڑکی پسند کرتی تھی وہ اپنے گھر چلی گئی ہے اور میں خوش بھی نا ہوں۔ ڈارک پنک کلر پیروں کو چھوتی فراک میں ملبوس وہ عام دنوں کے مقابلے آج ڈارک میک اپ اور ہیوی جیولری پہن کر گئی تھی اور اب آتے ہی سب سے پہلے اس نے خود کو جیولری سے آزاد کرتی ہوئی وہ چہک کر گویا ہوئی۔

مطلب تمہیں ڈر تھا کہیں امبر مجھے پھنسا نا لے۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے عارفین نے ہنس کر پوچھا۔

ڈر نہیں تھا یقین تھا مجھے وہ کوئی ایسی ویسی حرکت کر کے آپ کو اپنے پیچھے کر ہی لیتی۔ چوڑیاں اتار کر رکھتی ہوئی وہ گہری سوچ میں غرق ہوئی تھی۔

اور وہ ایسی ویسی کون سی حرکتیں ہیں جس سے میں یعنی عارفین جیلانی اس کے پیچھے پاگل ہو جاتا۔عارفین نے بغور اسے دیکھا جو ب بھی گہری سوچ میں گم تھی۔

اپنی اداؤں سے آپ کو اپنے پیچھے دیوانہ کر لیتی تو۔اس نے سنجیدگی سے کہا۔

تمہیں لگتا ہے کہ میں اس کی اداؤں سے بہک جاتا تو تمہاری غلط فہمی ہے شفا بی بے۔شفا کو اپنے پاس آتے دیکھ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

نہیں آتے آپ اس کی اداؤں میں۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ عارفین سے گھورنے لگی تھی۔

کونسی ادائیں۔وہ کہتا ہوا ہنسا تھا۔

وہی ادائیں جو بال کُھلتے ہی ایسے جھٹکنا۔اپنے بلوں کو جھٹکتی ہوئی وہ نئی نئی اداکاری سیکھ کر اس کے سامنے پیش کر رہی تھی۔

اس کے بال اتنے لمبے نہیں ہیں جو میرے چہرے پر آکر لگے گے۔عارفین نے ہنستے ہوئے کہا جس پر شفا نے لب دبائے اس دیکھا۔

مجھ بیچارہ کو اس کی بیوی نے ادائیں نہیں دیکھائی جس کے پیچھے وہ دیوانہ ہو جاتا تم اس امبر کی بات کر رہی ہو جو میرے دیکھنے پر ہی سہم جاتی ہے۔اس نے ہنستے ہوئے کہا جس پر شفا نے اسے غصے سے گھورا تھا۔

میں نے ادائیں نہیں دیکھائی کیونکہ مجھے آپ کو لبھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔اس نے شان بے نیازی سے کہتے ہوئے عارفین کے بال خراب کیے تھے۔

تمہیں دکھانی چاہیے تھی ناں تھوڑی بہت تو ادائیں۔ تیزی سے اٹھتا ہوا وہ اس کی ویسٹ پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے قریب کرتا ہوا شرارت سے بھرپور مسکرایا تھا۔

مجھے آتی ہی نہیں ہیں تو کیا کرو؟شفا نے معصومیت سے ہونٹ لٹکائے ہوئے کہا۔

تم بس مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کرتی رہا کرو یہ ہی مجھ غریب کے لیے کافی رہے گا۔

غریب اور آپ ہو ہی نا جائیں کہیں۔عارفین کے سینے پر سر رکھتی ہوئی وہ ہنسی تھی اس کے خود کو غریب کہنے پر۔

میں بھی عام انسان ہوں پاکستانی ہوں میں کیا غریب نہیں ہو سکتا؟اس کے بالوں کو سہلاتا ہوا وہ صدمے کی حالت میں گویا ہوا۔

ہاں آپ پاکستانی ہیں مگر آپ ہیں تو بد نام زمانہ پولیس والے ہی ناں۔
عارفین کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی وہ شرارت سے بولی تھی۔

سو تو ہے مگر یہ پولیس والا دنیا والوں کے لیے ہو گا، مگر یہ پولیس والا تو اپنی بیوی کی محبت میں گرفتار ہو کر رہ گیا ہے۔اس کی لبوں پر میٹھی سی جسارت کرتا ہوا وہ شریر ہوا تھا۔

دلکشی تمام رنگوں کی اپنی جگہ مگر
روح فریبی جو تیری اداؤں میں ہے کمال ہے

بس یہ چھچھوری حرکتیں کروالو آپ سے۔اس کے سینے پر مکا جڑتی ہوئی وہ شرم سے نظریں جھکائے ہوئے مسکرائی تھی۔

ہزاروں محبتیں نچھاور ہوں گی تم پر
مگر ہم جیسی شدتیں نہ ملیں گی تمہیں

شفا بے بی یہ چھچھوری حرکتیں نہیں ہیں اسے رومینٹک ہونا کہتے ہیں آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ آپ کا ہزبینڈ کتنا رومینٹک ہے۔اس کے چہرے پر جابجا لمس چھوڑتا ہوا وہ اس کی سانس منتشر کر گیا تھا۔

وہیں شفا کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا مشکل لگا تھا اسے خود سے دور کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھی وہیں عارفین اس سے پیچھے ہوا تھا۔

بس اتنی سی ہمت ہے شفا بے بی۔ اس کے نچلے لب کو سہلاتا ہوا وہ مخمور لہجے میں گویا ہوا تھا۔

محبت میں یہ قباحت ہے کہ جس سے محبت ہو جائے اُس کے سحر سے خود کو آسانی سے آزاد نہیں کرایا جا سکتا ۔شفا کی قربت میں وہ خود کو بھولنے لگتا تھا اب بھی یہ ہی کچھ حال عارفین کا ہوا تھا۔ اسے گود میں اٹھائے وہ بیڈ کی سمت بڑھا تھا اور کمرے کی لائٹس آف کر گیا تھا۔

سر خیال بھی تو ھے پس خیال بھی تو
تیری مثال کہاں ھے کہ بے مثال بھی تو

تیری ہی ذات سے منسوب روز و شب میرے
کہ میرا دن میرا لمحہ بھی ماہ و سال بھی تو

○○○○○○○○○○○○○○○○

چند ماہ بعد۔۔۔۔۔

اب یہ کیا ہے شفا؟ پراپر بیڈ ریسٹ کی تلقین کی ہے ڈاکٹرز نے تمہیں اور تم یہ سب کیا کر رہی ہو؟ بیڈ پر بکھرے کپڑوں کو دیکھ عارفین نے صدمے سے ہانک لگائی تھی۔
وہیں وہ کبرڈ سے مزید کپڑے اٹھائے باہر آئی تھی۔

یہ سارے پرانے ہو گئے ہیں اور تنگ بھی ہو گئے ہیں مجھے۔منہ لٹکائے ہوئے وہ معصومیت سے بولی تھی جبکہ عارفین نے گال پر ہاتھ رکھے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

بعد میں پہن لینا اس میں کونسا اتنی بڑی بات ہے تین ماہ بعد تم واپس سے ویسی ہی ہو جاؤ گی شفا یار۔عارفین نے اسے تحمل سے سمجھانے کی کوشش کی اور کپڑے۔سے لیتا ہوا اسے دیکھنے لگا۔

نہیں ہو سکتی میں پہلے جیسی، دیکھا ہے آپ نے مجھے غور سے۔آنکھوں میں نمی لیے وہ چادر سے خود کو اچھے ڈھانپے ہوئی تھی جس پر عارفین نے اس کے بھرے بھرے سراپے کو شوخ نگاہوں سے دیکھا تھا جو سات ماہ کی پریگنینسی میں اچھی خاصی صحت مند ہو گئی تھی۔

اس میں بھی کہیں نا کہیں عارفین کا ہی قصور تھا جو ہر گھنٹے بعد اسے کچھ نا کچھ کھانے کا حکم کرتا رہتا تھا ابھی وہ اس کے لیے آئس کریم لے کر آیا ہوا تھا جو سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی اب پگھلنے لگی تھی۔

سنو ادھر آؤ میں سمجھاتا ہوں ناں تمہیں۔ وہ اسے اپنے ساتھ لیے اسے صوفے پر بیٹھاتا ہوا آئس کریم اس کی سمت بڑھا گیا تھا۔

مجھے نہیں کھانی یہ ہے ویسے ہی بہت موٹی ہو گئی ہوں۔ ہونٹ لٹکائے ہوئے وہ چاہنے کے باوجود بھی منع کر گئی تھی۔

میں بتا رہا ہوں تمہیں یہ میں تمہارے لیے نہیں لایا، ہمارے بے بی کے لیے لایا ہوں اب اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ ہمیشہ کی ہمارے بے بی کے

لیے لانے کا وہی جملہ دہراتا ہوا وہ بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کیے ہوئے تھا

۔

بے بی کے لیے لائیں ہیں میرے لیے نہیں۔ شفا نے خفگی سے اسے دیکھا۔

ہاں بھئی اب میں اپنی بیوی کو مزید موٹا ہوتے ہوئے تھوڑی دیکھ سکتا ہوں ۔یقین دہانی کرواتا ہوا وہ شفا کے پھولے پھولے گالوں پر محبت کی مہر ثبت کرتا ہوا مسکرایا تھا۔

کب آئے گا یہ دنیا میں۔ شفا کے ہاتھوں پر آئی سوئلنگ کو دیکھتا ہوا وہ اس کے سوال پر لب دبائے ہوئے تھا۔

جب اس کا دنیا میں آنے کا وقت مقرر ہو گا۔اس نے مسکرا کر کہا۔

مجھے ناں بہت آسان لگا یہ اب کچھ۔اس آئس پکڑتے ہوئے آہستگی سے کہا
۔

اوراب۔عارفین نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

مشکل نہیں پر آسان بھی نہیں ہے۔شفا نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی۔

تمہیں بہت شوق تھا ناں ماں بننے کا اب ہو رہا ہے وہ پورا۔اس نے ہلکا سا ٹونٹ کیا تھا۔

ہاں تو وہ تو ابھی بھی ہے بلکہ مجھ سے تو صبر ہی نہیں ہو رہا ہو بس جلدی سے یہ میری گود میں آجائے اور پھر میں اس کے ساتھ بہت کھیلا کروں گی۔

اسے ہنستے ہوئے دیکھ عارفین ہلکا سا مسکرایا تھا جبکہ دل تو اس وقت سے ڈرا ہوا تھا جب اس کے بچے کے آنے سے پہلے اس کی شفا کو تکلیف سے گزرنا تھا۔

پھر میں ڈائیٹ کروں گی۔ وہ واپس سے اپنی بات پر آئی تھی۔

ایک بات کہوں شفا۔ آئس کریم کھاتی ہوئی شفا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

تم ناں ایسے زیادہ کیوٹ لگ رہی ہو میرا کیوٹ سا بے بی، جسے دیکھ کر ہی پیار آتا ہے۔ اس کی چھوٹی سی ناک کو دباتا ہوا وہ محبت سے گویا ہوا تھا۔

آپ کو اچھی لگ رہی ہوں ناں ورنہ امرحہ بھابھی تو کہہ رہی تھی وہ اتنی موٹی نہیں ہوتی تھیں جتنی میں ہو گئی ہوں۔عارفین کا دل اپنا ماتھا پیٹنے کو کیا تھا مگر شفا کو آئس کریم کھاتے دیکھ وہ مہذ مسکرایا تھا۔

تم بس مجھے پیاری لگنی چاہیے ہو باقی سب گئے بھاڑ میں یار۔اس کے شانوں پر بازوں پھیلاتا ہوا وہ اسے خود کے قریب کر گیا تھا۔

آپ اتنا خیال رکھتے ہیں مجھے تو خود کی قسمت پر ہی رشک آتا ہے۔ مسکرا کر کہتی ہوئی وہ اس کے شانے پر سر رکھے ہوئے تھی۔

تمہاری ضد کے آگے بے بس ہو کر رہ گیا ہوں میں۔اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا وہ خاموشی سے اسے سنتا رہا۔

نیند آرہی ہے مجھے۔ گردن اٹھا کر اسے دیکھتی ہوئی وہ منمنائی تھی۔

تو سو جاؤ۔اس نے مسکرا کر کہا۔

بیڈ بہت بکھیر دیا ہے میں نے اب اسے صاف بھی تو کرنا پڑے گا ناں۔
ہونٹ لٹکائے وہ معصومیت سے بولی۔

صاف صاف کہو ناں تمہیں مجھ سے کام کروانے کی عادت ہو گئی ہے۔ ہنستا ہوا عارفین اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

جب آپ سمجھ جاتے ہیں تو میں کیوں صاف صاف کہنے لگی۔ شرارت سے کہتی ہوئی وہ عارفین کو کپڑے سمیٹتے ہوئے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

یہ پہلی بار تھوڑی ہوا تھا کہ عارفین کمرہ صاف کر رہا تھا، جب سے ڈاکٹرز نے شفا کی کریٹیکل کنڈیشن کا پتا چلا تھا تب سے ہی عارفین نے اس کے ہر کام کے زمہ خود اٹھا لیا تھا۔

پہلے پہل تو اسے شفا کا بے بی کرنے کے فیصلے پر رہ رہ کر غصے آیا تھا مگر اس کی ضد کے آگے گھٹنے ٹیک گیا تھا۔

اب تو یہ حال تھا کہ اسے کمرے سے باہر جانے تک کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔اپنی ہی موجودگی میں وہ بڑے آرام سے اسے گارڈن لے کر جاتا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○

بلآخر وہ سورج بھی طلوع ہو گیا تھا جس دن کے آنے کے خیر و عافیت کے آنے کی دعائیں عارفین جیلانی نے راتوں کو اٹھ اٹھ کر کی تھی۔

وہ اپنی زندگی میں شاید ہی کبھی رویا ہو جتنا وہ ان نو ماہ میں رویا تھا ہر لمحہ ہر پل اس کے لبوں پر شفا کی سلامتی کی دعائیں رہتی تھیں۔

وجہ اس کی اولاد نہیں تھی وجہ اس کی محبت اس کی شفا تھی جس کی فکر میں وہ اپنی روٹین سے ہٹ کر جلدی گھر آتا تھا خود سے اس کا ہر کام سرانجام دینا عارفین نے خود پر واجب کر لیا تھا بیشک بے بی کرنے کی ضد شفا کی تھی مگر اس کی اس ضد کو جس طرح عارفین نے پورا کیا تھا یہ وہی جانتا تھا۔

وہیں اس کا خیال رکھنا اس کے منتھلی چیک اپ کے ساتھ اس کے کھانے سے لے کر وٹامنز تک کا خیال بھی عارفین نے اپنی زیر نگرانی کیا تھا۔

رات میں اس کے ساتھ واک کرنا اس کا بس چلتا تو وہ شفا کو زمین پر پاؤں بھی نا رکھنے دیتا اگر دادا بیگم نے اسے تاکید نا کی ہوتی تو، وہیں شفا کے وزن بڑھنے میں بھی ننانوے فیصد ہاتھ عارفین کا ہی تھا اسے ہر وقت کھانا کھلانے کے باعث ہی اس کے وزن میں اس قدر اضافہ ہوا تھا کہ اس میں کوئی کمزوری نا رہ سکے۔

اب بھی جب ڈاکٹر نے شفا کو واک کرنے کا کہا تھا تو عارفین اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے چل رہا تھا جسے دیکھ ردا بیگم نے مسکرا کر ان کی دونوں کی نظر اتاری تھی۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے عارفین سر۔ نم آنکھ سے اسے دیکھتی ہوئی وہ عارفین کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ گئی تھی۔

تمہیں کس بات کا ڈر ہے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تمہاری خواہش پوری ہو رہی ہے تمہیں بے بی چاہیے تھا تو وہ آ رہا ہے۔ شفا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا جو ساری رات سے اس کے اس کے ساتھ جاگ رہا تھا ایک منٹ کے لیے بھی اس نے آنکھیں بند کر کے نہیں دیکھی تھیں وہ ہی کچھ

وقت کے سو گئی تھی مگر عارفین تھا کہ ایک پل کے لیے شفا کی تکلیف سے بے خبر نہیں ہوا تھا۔

آپ کو بے بی کا شوق نہیں تھا۔ شفا نے نم نگاہوں سے اسے دیکھا۔

نہیں۔ عارفین نے صاف گوئی سے کہا جس پر شفا رکی تھی۔

کیوں؟

رکنا نہیں ہے چلتی رہو۔ اسے رکتے دیکھ عارفین نے اسے چلنے کا کہا تھا۔

یار سیدھی سی بات ہے میں تمہیں تکلیف میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا جس تکلیف سے تم پچھلے نو ماہ سے گزر رہی ہو مجھ سے نہیں دیکھا جا رہا لیکن میں

خاموش رہا کیونکہ تمہیں بے بی چاہیے تھا، اب دیکھوں اپنی حالت کا قدر تکلیف میں ہو تم اور میں چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پا رہا۔ شفا کے سوجن زدہ پاؤں کو دیکھتا وہ کرب سے آنکھیں میچ گیا تھا۔

یہ تکلیف ہر ماں اٹھاتی ہے۔ عارفین کی بے جا محبت کا تو اسے گزرے مہینوں میں اچھے سے اندازہ ہو گیا تھا اس کا اس قدر صاف گوئی سے جواب دینے کی توقع اسے نہیں تھی۔

ہر ماں اٹھاتی ہے میں جانتا ہوں مگر میں تمہیں اس تکلیف سے دور رکھنا چاہتا تھا جانتا ہوں میری اولاد ہے مجھ سے چار ہاتھ آگے کی ہی چیز ہو گی آنے سے پہلے تمہیں اتنی تکلیف دے رہا ہے تو آنے کے بعد کیا ہی نہیں کریں گے، آنے دو ذرا اسے دنیا میں پھر اچھے سے سبق سکھاؤں گا۔

عارفین کے غصے سے کہنے پر وہ کھل کر ہنسی تھی جبکہ آنکھوں میں چمکتی نمی نے عارفین کو شرمندہ کیا تھا۔

میرا بچہ دنیا میں آیا نہیں ہے اور وہ ابھی سے آپکا دشمن بن گیا ہے۔ شفا نے ہنستے ہوئے اس کے بازو کو پکڑتے ہوئے سر ٹکایا تھا۔

اب سے نہیں چھے ماہ پہلے سے ہی وہ تمہارا بچہ میرا دشمن بن گیا ہے۔
عارفین نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

وہ کیسے ؟

وہ ایسے۔۔ اپنے اور شفا کے درمیان فاصلے پر چوٹ کرتا ہوا وہ شفا کو معصوم لگا تھا۔

کوئی بھی ہمارے درمیان نہیں آسکتا۔اس کی بازو کو مضبوطی سے پکڑتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

میں اسے آنے دونگا بھی نہیں۔اس کے ہاتھ پر دباؤ دیتا ہوا وہ شفا کو لے کر حد درجہ پازیسو ہوا تھا۔

اگر بیٹی ہوئی تو بھی۔شفا نے لب گول کرتے ہوئے پوچھا۔

تب بھی نہیں۔شفا کے گرد اپنی گرفت کو مضبوط کرتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

اتنی محبت کرتے ہیں آپ مجھ سے کہ آپ اپنی ہی اولاد سے دشمنی پال رہے ہیں۔شفا نے قدرے آہستگی سے پوچھا۔

تمہارے لیے میں پوری دنیا کے خلاف جا سکتا ہوں یہ اولاد کیا چیز ہے اور ویسے بھی ہم دونوں کے لیے ہم دونوں کافی ہیں اور اولادیں کب کس کی ہوئیں ہیں۔عارفین نے تنفر سے گردن جھٹکتے ہوئے کہا جبکہ شفا فقط اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

مسٹر عارفین کچھ دیر کے لیے اپنی وائف کو چھوڑ دیں آپریشن کے لیے دیر ہو رہی ہے۔ڈاکٹر مسکان کی آواز پر عارفین کی گرفت شفا کے ہاتھ پر مضبوط ہوئی تھی جسے محسوس کرتی ہوئی شفا نے اسے مسکرا کر دیکھا تھا جیسے کہا ہو جانے دو۔

تمہیں کچھ ہو گیا تو۔آنکھوں میں نمی لیے وہ دل ہی دل میں اس سے گویا ہوا تھا۔

آپ ہیں ناں میرے ساتھ مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔شفا کے جواب دینے پر وہ اپنی نم آنکھیں جھکا گیا تھا۔

اب کیا آپریشن کے لیے بھی میرے ساتھ چلیں گے۔شفا نے ہنستے ہوئے پوچھا جبکہ عارفین نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

بس کر دیں مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا بس اندر جاؤں گی اور تھوڑی بعد آجاؤں گی۔اسے حوصلہ دیتی ہوئی وہ خود بھی نم آنکھوں سے اس پر الوادعی نگاہ ڈالتی ہوئی آپریشن تھیٹر کے اندر جانے کے لیے بڑھی تھی۔

سنو وعدہ کرو جلد آؤ گے

ہمارے ساتھ وقت بتاؤ گے

ناز بر ناز یر کے پیش آؤ گے

ہم بلائیں گے تو تم لوٹ آؤ گے

یہ عجب ہے دوریاں بھی

تم نا آئے تو ہم مر جائیں گے

زمانہ ہے طلب گار دنیاوی چیزوں کا

ہمیں تو فقط تمہاری چاہ ہے

ہمیں نا ستاؤ گے کہو تم لوٹ آؤ گے

○○○○○○○○○○○○○○○○

مسٹر عارفین یہ پیپرز سائن کر دیں۔نرس کے بجائے ڈاکٹر مسکان خود اس سے پیپرز سائن کروانے آئی تھی جس پر عارفین نے سرخ نگاہوں سے پہلے ڈاکٹر مسکان کو دیکھا اور پھر ان پیپرز کو پڑھا تھا۔

جہاں اسے شفا اور اپنی بچے میں سے کسی ایک کو چننا تھا۔

نگاہ اُلفت مزاج برہم

یہ سلسلہ بھی عجیب تر ہے

ہزار شکوے ہزاروں رنجشیں

وہ شخص پھر بھی قریب تر ہے

میں سائن نہیں کروں گا۔اس نے سخت گیر لہجے میں کہا جبکہ ڈاکٹر مسکان نے ضبط سے لب دبائے تھے اتنے عرصے میں وہ اسے اتنا تو جان گئی تھی کہ وہ شفا کے لیے کس قدر دیوانہ تھا۔

مجھے دونوں ٹھیک چاہیے۔عارفین کے کہنے پر اثبات گردن ہلاتی ہوئی گویا ہوئی۔

یہ محض پوچھنے کیلئے ہوتا ہے ورنہ ہم ڈاکٹرز کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ دونوں ہی سیف رہیں۔پیشہ ورانہ انداز میں کہتی ہوئی ڈاکٹر مسکان نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

کوشش نہیں چاہیے مجھے۔وہ خطے سے اکھڑا تھا۔

مسٹر عارفین سمجھنے کی کوشش کیجئے،جب تک آپ سائن نہیں کریں گے تب تک ہم آپریشن اسٹارٹ نہیں کر پائیں گے۔ڈاکٹر مسکان نے پیچھے سے آتے زید جیلانی کو مددی نظروں سے دیکھا تھا۔

ٹھیک ہے پھر میری وائف کو بچائیں، مجھے کسی اولاد کی ضرورت نہیں ہے اور ایسی اولاد کی تو بلکل بھی نہیں جو میری شفا کو تکلیف پہنچائے۔ سختی سے کہتا ہوا وہ جبڑے بھینچے ہوئے تھا۔

عافی کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں اندازہ بھی ہے۔ عارفین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے زید جیلانی نے اس سے پوچھا تھا جواب کچھ بھلائے ہوئے تھا یاد تھا تو بس اتنا کہ اس کی شفا تکلیف میں ہے۔

بابا مجھے بس میری شفا ٹھیک چاہیے۔ اس نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا تھا۔

کچھ نہیں ہوگا شفا کو اور نا ہی تمہارے بچے کو، ہمت کرو یار عافی۔ دوستانہ لہجے میں کہتے ہوئے وہ عارفین کو خود سے لگاتے ہوئے بولے تھے۔

جلدی سے سائن کرو شاباش۔ ڈاکٹر مسکان سے پیپیر لیتے ہوئے وہ اس کے زمانے کرتے ہوئے بولے تھے۔

بابا۔ کرو۔۔ نم آنکھوں میں رگڑتا ہوا وہ پیپرز سائن کرنے لگا تھا۔

تھینک یو مسٹر عارفین ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گی آپ کی وائف اور بے بی دونوں ٹھیک رہیں۔ مسکرا کر کہتی ہوئی وہ وہاں سے گئی تھیں۔

حوصلہ رکھو ایسا سب ہوتا رہتا ہے جب تم ہوئے تھے تو تمہاری مما بھی ایسی ہی تکلیف سے گزری تھی، ہر ماں کو اس تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسے سمجھاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لیے او ٹی کے سامنے لے کر گئے تھے۔

کہا بھی تھا مجھے کوئی بے بی نہیں چاہیے شفا، میرے لیے صرف تم کافی ہو مگر نہیں تمہیں میری کوئی بات سننی ہی نہیں تھی بس، بے بی، بے بی کا بھوت سوار ہو گیا تھا تمہارے دماغ پر، اب دیکھو خود بھی تکلیف سے گزر رہی ہو اور ساتھ مجھے بھی بے چین کیا ہوا ہے۔

میں کیسے تمہیں تکلیف میں دیکھ رہا ہوں یہ میں ہی جانتا ہوں، ایسا لگ رہا ہے جیسے مجھے کسی نے تپتے صحرا میں ننگے پاؤں کھڑا کر دیا ہے۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا شفا، مجھے بس تم چاہیے ہو بلکل ٹھیک پہلے جیسی۔ شفا کو او ٹی کو دیکھ کر وہ اپنی آنکھوں کو صاف کرتا ہوا گردن جھکائے ہوئے تھا۔

کہاں جا رہے وہ عارفین۔ ردا بیگم کے پوچھنے پر وہ رکا تھا۔

مجھ سے یہاں بیٹھا نہیں جا رہا۔ نظریں چراتا ہوا وہ وہاں رکا نہیں تھا۔

پلیز اللہ پاک میری شفا کو بچا لیجئے۔ میں تیری دی ہوئی نعمتوں سے ناخوش نہیں ہوں، مگر میں شفا کو نہیں کھونا چاہتا اللہ پاک، اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں بھی جی نہیں پاؤنگا، مر جاؤنگا میں، تو ہی مدد کرنے والا، اولاد دینے والا ہے، بے شک زندگی اور موت تیرے ہاتھوں میں ہے حاجت روا بھی صرف ایک اللہ تو ہے بس میری شفا کی حفاظت کرنا میرے مالک۔ دونوں زانوں پر بیٹھتا ہوا وہ سجدہ ریز ہوا تھا۔

عارفین۔ اسے سجدے کی حالت میں روتے دیکھ امرحہ اس کے پاس آئی تھی۔

ڈاکٹرز باہر آئیں ہیں۔امرحہ نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

بے فکر رہو کچھ نہیں ہو گا شفا کو، تم نے اس کا اتنا خیال رکھا ہے تو پھر کیسے اسے کچھ ہو سکتا ہے۔اس کے شانے پر ہاتھ ہوئی وہ اسے حوصلہ دیتی ہوئی مسکرائی تھی۔

برا مت ماننا عارفین پر شفا تمہاری محبت کی وجہ سے ہی اتنی تکلیف اٹھا رہی ہے، تھوڑی محبت کم کرتے تو اتنی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی اسے۔عارفین کی سرخ متورم آنکھوں میں دیکھتی ہوئی وہ مسکرائی تھی۔

آجاؤ وہاں ڈاکٹرز کب باہر آئیں گے پتا بھی نہیں چلے گا ہمیں۔ گزرے دنوں میں امرحہ میں کافی بدلاؤ آیا تھا اس کا لہجہ اس کی فطرت کافی حد تک بدل گئی تھی۔

ناتو وہ باعارفین کے ساتھ لڑائی کتنے کے بہانے ڈھونڈتی تھی اور ناہی اسے زچ کرتی تھی۔

آپ چلیں میں آرہا ہوں۔ وہیں عارفین بھی کافی حد تک خود کو بدل چکا تھا اس کی توپوں کا رخ اب امرحہ کی جانب نہیں ہوتا تھا ہاں مگر کبھی کبھار اسے چھیڑنے کی عادت اب بھی برقرار تھی۔

بیٹھ جاؤ عافی۔ اوٹی کے باہر چکر کاٹتا ہوا وہ ڈاکٹرز کے باہر آنے کے انتظار میں تھا جو پچھلے ایک گھنٹے سے ناتو باہر آئے تھے ناہی کوئی نرس باہر آئی تھی

۔

نہیں بیٹھا جا رہا مجھ سے کب آئیں گے یہ ڈاکٹرز باہر۔انہیں جواب دیتا ہوا وہ کچھ دیر مزید چکر کاٹنے کے بعد وہ وہیں فرش پر بیٹھ گیا تھا۔
جسے دیکھ زید جیلانی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔

کیا ہوا ہے ؟ گھٹنوں پر دونوں ہاتھ لٹکائے ہوئے بیٹھے عارفین کو دیکھ کر وہ مسکرائے تھے۔

کچھ نہیں۔ نظریں جھکائے ہوئے وہ انہیں دیکھ کر جبراً مسکرایا تھا جبکہ آنکھوں میں خوف انہیں صاف دکھائی دیا تھا۔

ایسے تو تم بہت کمزور دکھائی دے رہے ہو۔انہوں نے اسے باتوں میں لگانا چاہا تھا۔

محبت کمزور کر دیتی ہے شاید اس لیے۔اس نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا
۔

محبت کمزور نہیں کرتی بلکہ طاقتور بناتی ہے ہر خوف کو دور کر دیتی ہیں اتنی
طاقت ہوتی ہے محبت میں۔اس نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

مبارک ہو مسٹر عارفین جیلانی بیٹا ہوا ہے آپ کو۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر
مسکان کی چہکتی ہوئی آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی وہیں عارفین برق
رفتاری سے تھا ہوا ان کے پاس جا کر رکا تھا۔

شفا کیسی ہے ؟ بنا اپنے بیٹے کی طرف دیکھے اس نے شفا کا پوچھا تھا جس پر
ڈاکٹر مسکان نے بے بی کو زید جیلانی کو پکڑایا تھا۔

وہ بھی ٹھیک ہیں کچھ گھنٹوں بعد انہیں ہوش آجائے گا۔عارفین کی ابتر ہوئی حالت کو دیکھ وہ مسکراتی ہوئی وہاں سے گئی تھیں۔

مبارک ہو عافی، تمہارا بیٹا بہت پیارا ہے۔امرحہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

میرا بیٹا ہے تو پیارا تو ہو گا ہی۔بنا اسے دیکھے عارفین نے منتظر نگاہوں سے شفا کو دیکھا تھا جسے ڈاکٹر کمرے میں شفٹ کرنے کا کہہ کر گئے تھے۔

دیکھ تو لو ایک دفعہ اپنے بیٹے کو عارفین۔ردا بیگم اسے خود میں لیے عارفین کے پاس آئیں تھیں۔

مما پلیز فلحال نہیں آپ دیکھیں اسے آپ لوگوں کا زیادہ اس کا انتظار تھا۔

اس وقت وہ بس شفا کو سننا اور دیکھنا چاہتا تھا۔

دل چاہ کر بھی اپنی اولاد کی سمت مائل نہیں ہو رہا تھا ہاں مگر اس کے رونے کی آواز پر عارفین کی نم آنکھیں مسکرائی تھیں۔

آ گیا تمہارا بے بی، شفا بے بی۔ کچھ دیر شفا کو روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا جس کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے عارفین نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

پچھلے تین گھنٹے سے وہ مسلسل اس سے باتیں کر رہا تھا جو نیم غنودگی میں بھی اسے سنتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔

ہمارا۔۔۔بے بی۔ ادھ کھلی آنکھوں سے عارفین کو اپنے قریب بیٹھے دیکھ وہ پوچھنے لگی تھی۔

بے فکر رہو اس دنیا میں آگیا ہے۔ اس کے ریشمی بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا وہ محبت سے چور لہجے میں گویا ہوا۔

آپ نے اسے دیکھا ہے۔ آہستگی سے پوچھتی ہوئی وہ عارفین کے جواب کی منتظر ہوئی۔

تم سے پہلے تھوڑی دیکھ سکتا ہوں پہلے تم دیکھنا پھر میں بھی دیکھ لوں گا۔
محبت سے کہتا ہوا وہ اسے ہوش میں آتے دیکھ مسکرایا تھا۔

تھینک یو۔ کس لیے۔ شفا کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

میری ظالم اولاد کو اس دنیا میں لانے کے لیے۔اس کی ناک کو ہلکا سا دباتا ہوا وہ اسے مکمل ہوش میں آتے دیکھ دوبارہ سے جی اٹھا تھا۔

میری بھی اولاد ہے اور انہیں ظالم مت بولو انہوں نے کچھ نیا کام نہیں کیا ہر ماں ایسے ہی تکلیف اٹھاتی ہے۔عارفین کے مسکراتے چہرے کو دیکھتی ہوئی وہ سوالیہ انداز میں بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

تم ابھی سے اس کی ہو گئی ہو شفا بے بی۔عارفین کے افسردگی سے کہنے پر وہ مسکرا اٹھی۔

اور آپ اس کے دنیا میں آتے ہی دشمن بن گئے ہیں اس کا کیا۔اسے مسکراتے ہوئے وہ ہنسا تھا۔

ایک بات یاد رکھنا ہمیشہ۔اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

جب تم میرے ساتھ ہو گی تو صرف میری ہو گی کسی کی ماں نہیں ہو گی۔ اس کے لبوں پر میٹھی سی جسارت کرتا ہوا اسے چونکا گیا تھا۔

یہ کیسی بات ہوئی۔شفا کے انداز میں اس کی خفگی چھلکی تھی۔

ایسی ہی بات ہے شفا بے بی میرے ساتھ صرف میری بیوی رہو گی ہاں میری غیر موجودگی میں اس کی ماں بن کر رہنا کس نے روکا ہے۔اس کے ہر نقوش پر اپنی محبت کی مہر ثبت کرتا ہوا اپنی ساری تھکان اتارنے لگا تھا۔

مگر۔ ششششش۔اس کے وا ہوتے لبوں کو قید کرتا اس کے لفظ دبا گیا تھا۔

تم صرف میری ہو اور میں صرف تمہارا اس کے علاوہ کچھ نہیں سننا چاہتا میں۔اس کی پیشانی سے پیشانی ٹکائے وہ اپنی آنکھیں موندے اس کی خوشبو خود میں اتارنے لگا تھا۔

وہیں شفا اس کے دیوانگی پر وہ مسکرا کر آنکھیں بند کر گئی تھی۔

!. سُنو یہ چند لمحے ہیں

!. محبت سے بسر کر لو

!.. عین ممکن ہے

!. ہوا کے دوش پر اِک دِن

!.. تمہیں پیغام یہ آئے

!. وہ جِن کی جان تھے نا تم

!. وہ جاں سے ہار بیٹھے ہیں

oooooooooooooooo

چار سال بعد۔۔۔

بدلتے موسموں اور گزرتے سالوں میں عارفین اور شفا کے باغیچے میں ان کی محبت کے گلاب مہکے تھے عریش اور سفیر نامی جنہوں نے ان کی زندگی کا رخ بدل دیا یا پھر بقول عارفین جیلانی کے اس کی خوبصورت زندگی کو تباہ کر دینے والے جنگی طیارے تھے جو اس کی روٹین لائف کا بیڑہ غرق کرنے کے لیے اس دنیا میں آئے تھے یہ مہذ عارفین کی سوچ تھی جبکہ شفا کو اپنے جنگی طیاروں کے ساتھ ایک پر مسرت زندگی کے لمحے گزارتی خوش تھی۔

وہیں ان دونوں کے آنے کے بعد جیلانی ہاؤس میں ایک الگ ہی رونق آئی تھی۔

دن بدن عریش اور سفیر کی بڑھتی شرارتوں سے جہاں سب لطف اندوز ہوتے تھے وہیں عارفین اپنے اوپر ضبط کرتا تنہائی کا کونا ڈھونڈتا پھرتا نظر آتا تھا۔

شفا پلیز اسے باہر لے جاؤ یار۔ایک سالہ سفیر کے مسلسل رونے کی آواز پر عارفین نے تکیہ منہ پر رکھا تھا۔

میں اسے لے کر کہیں نہیں جا رہی آپ چلیں جائیں باہر، ویسے بھی یہ چپ ہی نہیں ہو رہا۔شفا کی بھرائی آواز پر وہ دونوں لب سختی سے دبائے ہوئے اٹھا تھا۔

شفا میں زیادہ کوئی بدلاؤ نہیں آیا تھا وہ اب اتنی معصوم تھی عارفین کی ذومعنی باتوں پر آج بھی الجھ کر رہ جاتی تھی ہاں مگر ایک فرق ضرور آیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو سنبھالنے میں ایک اچھی ماں ثابت ہوئی تھی۔

عریش سے بھی زیادہ شرارتی ہے یہ۔ سفیر کو لینے کے لیے اٹھتا ہوا وہ غصے سے اسے گھورنے لگا تھا جو اپنی آنکھوں سے دریا بہانے اور حلق پھاڑ کر رونے میں مصروف تھا۔

ادھر دو مجھے، کہا بھی تھا شفا بے بی پہلے خود بڑی ہو جاؤ پھر ہی بے بی پلین کریں گے مگر نہیں آپ کو تو بھوت سوار تھا بے بی کا، اب اتر گیا ہے یا ابھی باقی ہے۔ سفیر کو روتے دیکھ وہ مسکرا کر بولا تھا جبکہ شفا کے رونے میں روانگی آئی تھی۔

مجھے نہیں پتا تھا بچے سنبھالنا اتنا مشکل ہوتا ہے۔ عارفین کی گود میں جاتے ہی سفیر چپ ہوا تھا وہیں شفا نے اس کے کندھے پر سر ٹکاتے ہوئے کہا۔

عریش کے ٹائم سمجھ نہیں آیا تھا جواب پریشان ہو رہی ہو۔اس روتے دیکھ عارفین نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

اسے تو مما نے سنبھال لیا تھا مگر یہ تو کسی کے پاس جاتا ہی نہیں ہے۔ عریش کو شروع دن سے ہی ردا بیگم کا عادی تھا اب بھی وہ ردا بیگم کے پاس کھیل رہا تھا، مگر سفیر نے جیسے قسم کھائی تھی اپنی ماں، باپ کو رج کر تنگ کرنے کی اور وہ کر بھی رہا تھا۔

ایسے ہی نہیں کہتے اولاد آزمائش ہوتی ہے پہلے یہ ہمارے صبر کی آزمائش لیتے ہیں پھر ہماری برداشت کی۔ سفیر کی چھوٹی سی ناک دباتا ہوا وہ ہنسا تھا۔ پہلے والا غصہ اور نیند کے ٹوٹنے کا صدمہ تو جیسے بھول ہی گیا تھا۔

برداشت بھی کرنا پڑے گا کیا نہیں اب؟ شفا نے عارفین کے ساتھ کھیلتے ہوئے سفیر کو دیکھا تھا۔

وہیں آنکھیں مسکراہوا عریش کمرے میں داخل ہوا تھا اور آتے ہی عارفین کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے پر لٹکا تھا۔

" ہاں تو اور کیا یہ، جب سے ہوا ہے راتوں کی نیندیں حرام ہو کر رہ گئیں ہیں، تھوڑے اور بڑے ہونگے تو ان کی رنگیلی زبان کو سمجھنے میں سر درد ہوتا ہے، پھر تھوڑے اور بڑے ہونگے تو پڑوسیوں کے بچوں کے ساتھ لڑ کر آئیں گے اور پھر ہم لڑیں گے پڑوسیوں سے ان کے لیے، پھر اسٹڈی ٹائم میں سو نخرے ہونگے سو الگ، پھر آئے دن نئی محبت میں گرفتار ہونگے، پھر ان محبتوں کے رولے ہونگے سو الگ۔ عریش کے ساتھ کھیلتا ہوا وہ شفا کو لگ بھگ ڈرانے میں کامیاب ہوا تھا۔

ہم ان کی شادی ہی نہیں کروائیں گے۔شفا نے اپنی تحت فیصلہ سنایا۔

ہاں جیسے یہ تو ہمارے کہنے سے باز آجائے گے ناں مجھے پتا ہے میری اولاد ہے مجھ سے چار ہاتھ آگے کی چیز بنے گے، ہم شادی نا کروانے کی بات کریں گے پھر یہ ضد میں آکر کسی راہ چلتی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیوی بنا کر ہمارے سامنے لے آئیں گے تو پھر کیا کرو گی، یہ دیکھو سچ کہا تو کیسے کھکھلا اٹھا ہے ہمارے بگڑا ہوا شہزادہ۔ سفیر کے کھکھلانے پر عارفین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

آپ نے کتنی محبتیں کی ہیں۔شفا کے سوال پر ہنسا تھا۔

بابا آئی کیم کھانی اے۔(بابا آئس کریم کھانی ہے)۔شام میں جائیں گے۔عریش کو پیار کرتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

اوکے بابا۔ عارفین کے گال پر پیار کرتا ہوا وہ چہک اٹھا تھا۔

اسکول ٹائم سے لے کر یونی ورسٹی تک یہ ہی کوئی بیس پچیس لڑکیوں سے محبت ہوگئی تھی۔ عارفین نے عام سے انداز میں کہا تھا جبکہ شفا کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں۔

بیس پچیس لڑکیوں سے محبت ہوئی تھی آپ کو۔ شفا کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں جنہیں دیکھ عارفین نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا۔

تجھے لکھوں بھی تو کس غزل کے روپ میں
تیری شوخیاں بھی جان لیوا تیری سادگی بھی کمال ہے

یار وہ تو مہنذ ٹائم پاس تھا محبت تو مجھے تم سے ہی ہوئی ہے۔اس کے شانوں کے گرد بازوں پھیلاتا ہوا وہ محبت سے گویا ہوا تھا۔

آج تک جھوٹ بولتے آرہے ہیں آپ، آج سچ نکلا ہے منہ سے مکرے مت۔عارفین کے ہاتھ کو جھٹکتی ہوئی وہ سفیر کو گود میں اٹھاتی ہوئی اس کے پاس سے اٹھی تھی ساتھ ہی عریش بھی اس کے پیچھے ہوا تھا وہ تو تھا ہی صدا کا شفا کا دیوانہ اب کیسے پیچھے رہ جاتا۔

شفا یار مذاق کر رہا تھا میں۔کنفرٹ دور پھینکتا ہوا وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔

مذاق کر رہے تھے آپ، میں اب وہ پہلے والی شفا نہیں رہی ہوں جو آپ کی باتوں میں آجاتی تھی۔بے بی کاٹ میں سفیر کو لیٹاتی ہوئی وہ عارفین کو گھورنے لگی تھی۔

پہلے جیسی شفا سے مراد۔عارفین نے بھنویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

بیوقوف نہیں رہی ہو میں۔دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے وہ لڑنے کے لیے تیار ہوئی تھی۔
وہیں عریش بھی اس ہی کے اسٹائل میں کھڑا ہوا عارفین کو گھورنے لگا تھا۔

دول بابا(دور بابا)۔عریش کے کہنے پر عارفین نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

بیٹا میں آپ کا بابا ہوں میری سائیڈ رہنا ہے آپ کو اس لیے وہاں جا کر کنفرٹ میں منہ دے کر لیٹ جاؤ۔عریش کو گود میں اٹھاتا ہوا وہ مسکرایا تھا۔

نو۔۔۔ٹھیک ہے پھر آئس کریم نہیں کھلانے نہیں لے کر جاؤنگا۔ عریش کی دکھتی رگ پر پاؤں رکھتا ہوا وہ گہرا مسکرایا وہیں آنکھیں گھماتا ہوا عریش اسے شفا کی مانند لگا تھا۔ جس پر وہ بھاگنے کے انداز سے بیڈ کی سمت بڑھا تھا۔ ویسے بھی عریش نے زیادہ نقوش شفا کے چرائے تھے ہاں بس ایک ناک تھی جو شفا کے مقابلے میں اس کی ستوان ناک تھی وہیں سفیر کو ہو بہو چھوٹا عارفین تھا شرارت سے لے کر خوبصورت کھڑے تیکھے نقوش کا حامل تھا اوپر سے عارفین کی طرح ہی شفا کا دیوانہ تھا ہر وقت اس سے چپکے رہنے کی عادت سے عارفین اس زچ آتا آیا تھا۔

مگر مجھے تو تم کبھی بیوقوف نہیں لگیں۔ اس کی کلائی پکڑ کر اسے جھٹکے سے اپنے قریب کرتا ہوا وہ مخمور لہجے میں گویا ہوا تھا۔

اچھا پر کئی بار بنایا تو ہے ناں مجھے بیو قوف۔ وہ اب بھی اس ٹون میں بولی تھی
۔

بیو قوف تو نہیں بنایا ہاں مگر۔ اس نے فقرہ ادھورا چھوڑا تھا۔

مگر۔ شفا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں تمہیں پاگل ضرور کہا ہے۔ اس کی ویسٹ پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ اسے اپنے مزید قریب کر گیا تھا۔

میں پاگل لگتی ہوں آپ کو۔ صدمے و غم کی ملی جلی کیفیت میں کہتی ہوئی شفا رو دینے کو ہوئی تھی۔

وہ والی پاگل نہیں جو بال بکھرائے ہوئے ہوتیں ہیں دوسری والی پاگل لگتی ہو۔ شرارت سے بھرپور لہجے میں کہتا ہوا وہ اسے مزید چھیڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

پاگلوں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔ شفا کے معصومانہ سوال پر وہ لب دباتا ہوا اثبات میں گردن ہلانے لگا تھا۔

کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ شفا نے تجسس سے اسے دیکھا جو لفظوں کو گھمانے ویسے ہی بہت مہارت رکھتا تھا اب بھی وہ اپنی بیوی کی تمام تر توجہ کو اچھے طریقے سے دوسری بات کی طرف لے گیا تھا۔

تقریباً۔ شفا نے پوچھا تو گہرا مسکراتا ہوا لفظوں کو ترمیم دینے لگا تھا۔

محبت میں ہوئے پاگل، محبت کی چاہ میں ہوئے پاگل، محبوب کی قربت کے نشے میں ہوئے پاگل بہت قسمیں ہوتی ہیں پاگلوں کی اب تمہیں کون کون سی قسمیں بتاؤں یار۔اس کی آنکھوں کو محبت سے چومتا ہوا وہ اسے اسٹل کر گیا تھا۔

ساری۔اس نے آنکھوں کو چھوٹی کرتے ہوئے کہا۔

پھر تو آج کی ساری رات تمہیں پاگلوں کی قسمیں بتانے میں گزر جائے گی کیا خیال ہے اس بارے میں پھر۔اسے خود کے قریب کرتا ہوا وہ محبت سے اسے دیکھتا رہا۔

بس یہ چھچھوری حرکتیں اور باتیں کروالو آپ سے جتنی مرضی چاہے۔
اسے خود سے پیچھے کرتی ہوئی وہ شرم سے سرخ ہوئی تھی۔

تم ہی نے تو کہا تھا کہ تمہیں پاگلوں کی اقسام جاننی ہیں تو اب جب میں تمہیں بتانے کے لیے تیار ہوں تو تم باہر رہی ہو۔اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا وہ شرارت سے بھرپور لہجے میں گویا ہوا تھا۔

نہیں جاننی مجھے آپ سے کوئی اقسام مجھے سب سمجھ آگیا ہے۔ہاتھ چھڑوایا ہوئی وہ عریش کے پاس جا کر بیٹھی تھی جو عارفین کے کہے مطابق کنفرٹ میں منہ دیئے خاموشی سے لیٹا ہوا تھا۔

عریش میری جان آپ باہر آسکتے ہو اب۔اس کے منہ پر سے کنفرٹ ہٹاتی ہوئی وہ عارفین کو آتے دیکھ مسکرائی تھی۔

مما آئی کیم۔ "آئس کریم"۔ منہ نکالتے ہی عریش نے اپنی بات دہرائی تھی جس پر عارفین کو دیکھتی ہوئی شفا مسکرائی تھی۔

دنیا میں آنے سے پہلے بھی آئس کریم کھائی تھیں اور دنیا میں آنے کے بعد بھی بس آئس کریم پر زور رہے۔ زیر لب بڑبڑاتا ہو عارفین باتھروم میں بند ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد شاور لے کر باہر آتے ہوئے عارفین نے ان دونوں کو باتوں میں مصروف دیکھ کمرے سے نکلنا چاہا تھا کہ پیچھے سے عریش کی آواز پر اس نے لب بھینچے تھے۔

بابا۔

شفا تم ریڈی ہو کر نیچے آجاؤ ہم انتظار کر رہا ہوں۔ عریش کو گود میں اٹھاتا ہوا وہ مسکرا کر کہتا ہوا کمرے سے نکلا تھا۔

وہیں کچھ ہی دیر بعد شفا سفیر کو گود میں اٹھائے ان کے پاس آئی تھی۔

کیسی لگ رہی ہوں؟ دونوں کو بیک سیٹ پر بیٹھاتے ہوئے عارفین نے ٹھہر کر اسے دیکھا تھا۔

ہمیشہ کی طرح دل پر لگ رہی ہو۔ دل پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ سر کو ہلکا سا خم کرتا ہوا دلفریبی سے مسکرایا تھا جس پر شفا نے مسکرا کر نگاہیں جھکائی تھیں۔

آنکھوں پہ میرے اک پہرا ہے"

یعنی وہ تیرا چاند چہرہ ہے

رت بہار سی چنچل حسینہ ہے

یعنی خوب نگر ہے وہ چاند چہرہ ہے

بر خاسی لچک، گھٹاؤں سی ردھم ہے

یعنی برستی مینا ہے وہ چاند چہرہ ہے

سیف الملوک کو مات دیں جھیل سی آنکھیں اسکی

یعنی ٹھنڈا جھرنا ہے وہ چاند چہرہ ہے

کہو تو تاروں سے لڑ جاؤں پھر تمہیں مناؤں

"یعنی میں غلام ہوں وہ چاند چہرہ ہے

اس کے کانوں میں میٹھی سی سرگوشی کرتا ہوا وہ شفا کے چہرے پر گلال بکھیر گیا تھا۔

ردِ وحشت کے لیے میں نے جلائی لیکن

اِتنی خاموش ہے آتش کہ دُھواں گونجتا ہے

تُجھ کو شِکوہ ہے ترا نام مرے لَب پہ نہیں

کان سِینے سے لگا، دیکھ یہاں گونجتا ہے

عارفین کی پیشانی پر بوسہ دیتی ہوئی وہ شرم سے نگاہیں جھکا گئی تھی۔
وہیں عارفین اس کی اس ادا پر نثار ہوا تھا۔

تک نے مجھے آج خرید لیا شفا جان۔اس کے شانوں کے گرد بازوں پھیلاتا
ہوا وہ جذب کے عالم میں گویا ہوا تھا۔

بابا۔ عریش اور سفیر کی آواز پر ان ک ارتکاز ٹوٹا تھا۔

ہمارے درمیان کباب میں دو ہڈیاں ہیں ہم انہیں کیسے بھول گئے۔انہیں دیکھتا ہوا عارفین نے بے بسی سے کہا تھا کس پر قہقہہ لگاتی ہوئی شفا فرنٹ سیٹ پر بیٹھتی ہوئی ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

زندگی ہمیشہ ہی خوبصورت ہوتی ہے بس اسے اس نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے جس نظر سے خوبصورت لگے۔اگر آپ ہر ایک کے لیے ایک ہی نظریہ رکھیں گے تو یقیناً بور ہو جائے گے اور زندگی کے رنگوں سے محروم رہ جائیں گے، محبت، عزت اور احترام ہی ہوتا ہے جو ہماری زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔
وہیں عارفین کہنے کو تو اپنی شفا کے ساتھ کانٹریٹ میرج کر کے آگے بڑھا تھا مگر گزرتے وقت نے شفا کو اس کی محبت کا رنگ دیا تھا جس کے بغیر عارفین کی زندگی اور دنیا بے رنگ تھی اور یہ حال کچھ شفا کا بھی تھا وہ کہاں اپنے عارفین سر کے بغیر رہ سکتی تھی۔

زندگی کے اس خوبصورت سفر میں وہ ہمسفر ٹھہرے تھے جہاں ان کی محبت تھی اور ان کے بچے تھے جنہیں وہ دونوں اپنی جان سے زیادہ پیار کرتے تھے اب وہ ان کے ساتھ مکمل تھے۔

○○○○○○○○○○○○○

ختم شد